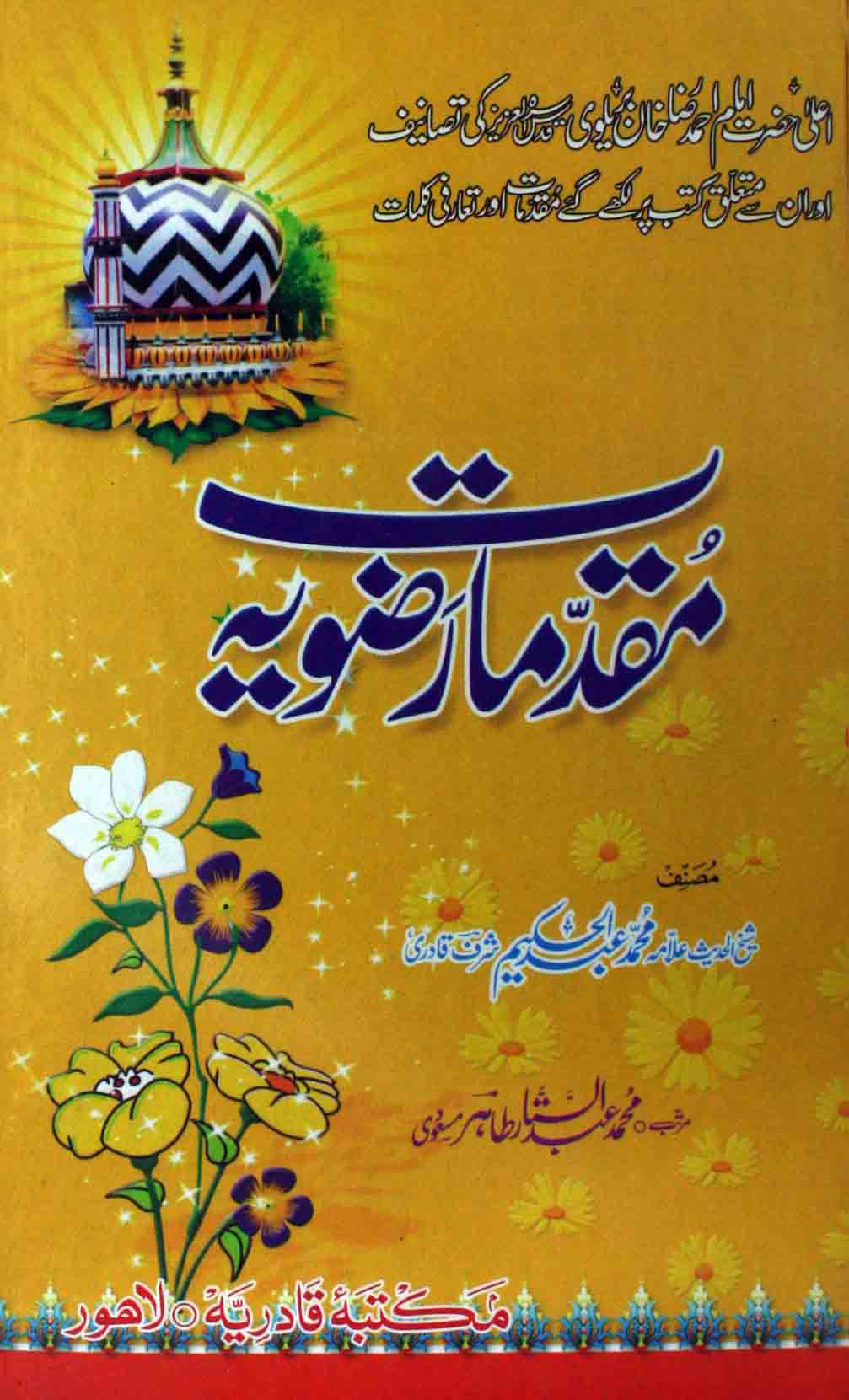

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصانیف
اور ان سے متعلق کتب پر لکھے گئے مقدمات اور تعارفی کلمات
مقدماتِ رضویہ
مصنف
شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
مرتب ۰ محمد عبدالستار طاہر مسعودی
مکتبہ قادریہ ۰ لاہور

مقدماتِ رضویہ

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی تصانیف اور اُن سے متعلق کتب پر لکھے گئے مقدمات اور تعارفی کلمات

مصنف

علامہ محمد عبدالحکیم شرفؔ قادری

مرتب

محمد عبدالستار طاہرؔ مسعودی

مکتبہ رضویہ، لاہور

نام کتاب ------------------ **مقدمات رضویہ**

تصنیف ------------------ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مرتب ------------------ محمد عبدالستار طاہر مسعودی

صفحات ------------------ 368

تعداد ------------------ 1000

اشاعت اول ------------------ ربیع الاول 1427ھ/اپریل 2006ء

باہتمام ------------------ حافظ نثار احمد قادری

ناشر ------------------ مکتبہ قادریہ، جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

ہدیہ ------------------ 150/= روپے

کمپوزنگ ------------------ حافظ قاری محمد رمضان، سید سعید حسن زیدی

ملنے کا پتا

مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور Ph:042-7226193

مکتبہ اہل سنت، جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز، ایچ سن ہاؤسنگ سوسائٹی، ٹھوکر نیاز بیگ۔ لاہور

مشمولات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اس مجموعے کو محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد
چشتی قادری قدس سرہٗ العزیز
گلستانِ محدث اعظم پاکستان، جھنگ بازار، فیصل آباد
اور اُن کے لختِ جگر اور جانشین
پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا قاضی
محمد فضل رسول چشتی قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ
کے نام نامی سے معنون کرتے ہوئے ایک گونہ خوشی محسوس کرتا ہوں
جن کی شفقت وعنایت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے
میرے پاس ذخیرۂ الفاظ ناکافی ہے۔

شرف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلک اہل سنت ان عقائد ونظریات کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بصورت اسلام عطا فرمائے، اس مسلک کی محبت یوں تو ہر پیدا ہونے والے بچے کی طرح پیدائشی طور پر میری گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، لیکن اس کو میرے والدین اور اساتذہ نے پروان چڑھایا، خاص طور پر استاذ گرامی محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (فیصل آباد) اور استاذ گرامی ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ (بندیال شریف) اور مرشد گرامی مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (لاہور) نے اس محبت کو دوآتشہ بلکہ سہ آتشہ کردیا۔

دور آخر اور خاص طور پر متحدہ پاک و ہند میں دلائل و براہین کے ساتھ مسلک اہل سنت کی ترجمانی اور پاسداری جس طرح امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی وہ ان ہی کا حصہ ہے، ان کے تعارف کا مطلب مسلک اہل سنت کو متعارف کرانا ہے، وہی مسلک اہل سنت و جماعت جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام، اہل بیت عظام اور ائمۂ دین کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ امام احمد رضا بریلوی سے محبت و عقیدت کی وجہ سے ہی راقم مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر بیعت ہوا، انہیں امام احمد رضا بریلوی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔

درس نظامی سے فارغ ہونے کے بعد راقم نے سب سے پہلی کتاب ''یادِ اعلیٰ حضرت'' لکھی، پھر کچھ عرصہ بعد البریلویۃ کے جواب میں ''تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' لکھی، عربی میں ''من عقائد اهل السنة'' لکھی، اس کا ترجمہ ''عقائد ونظریات'' کے نام سے لکھا، ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کئی کچھ لکھا، اس میں پیش نظر یہی تھا کہ مسلک اہل سنت و جماعت کا پیغام دوسروں تک پہنچایا جائے اور اہل سنت کے علماء و مشائخ کی دینی، علمی اور ملکی و ملی خدمات کو صفحاتِ تاریخ میں محفوظ کیا جائے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کے مرید صادق برادر دینی وایمانی محترم

محمد عبدالستار طاہر نے جہاں راقم کے بارے میں ''محسنِ اہل سنت'' اور ''تذکارِ شرف'' ایسی کتابیں لکھیں وہاں راقم کی بکھری ہوئی تحریرات کو بھی جمع کیا، ان میں سے ایک مجموعہ اس وقت آپ کے سامنے ہے، اس کا نام ''مقدمات رضویہ'' اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ یہ یا تو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تصانیف پر لکھے گئے مقدمات ہیں یا ان کا تعلق کسی نہ کسی عنوان سے ان کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں اس کا اجر عطا فرمائے۔

طوالت سے بچنے کے لئے بعض مقدمات پیش نظر کتاب میں شامل نہیں کئے گئے:

(۱) ''انوار الانتباہ'' کے ساتھ راقم کا تقریباً ایک سو صفحات کا ایک رسالہ ''ندائے یا رسول اللہ'' کے نام سے شائع ہوا تھا، اب وہ ''عقائد و نظریات'' میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(۲) مجموعہ رسائل ردِ روافض کے ساتھ ایک مقدمہ ''امام احمد رضا اور ردِ شیعہ'' کے نام سے شائع ہوا تھا جو ''تنقیدی جائزہ'' میں شامل ہے۔

(۳) ''سبحان السبوح'' اور چند دیگر رسائل ''اللہ تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے'' کے نام سے شائع ہوئے تو راقم کا ایک مقالہ ''تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا'' کے نام سے اس کی ابتداء میں چھپا، یہ مقالہ ''مقالات رضویہ'' میں چھپ گیا ہے۔

(۴) ایک مقالہ ''امام احمد رضا اور ردِ قادیانیت'' رسالہ ''الجراز الدیانی'' اور ''مجموعہ رسائل ردِ مرزائیت'' کی ابتدا میں چھپا، یہ بھی ''مقالات رضویہ'' میں چھپ گیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ صرف وہ مقدمات ہیں جو اردو میں لکھے گئے، عربی میں لکھے گئے مقدمات ان سے الگ ہیں، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو وہ الگ شائع کئے جائیں گے۔

مولانا حافظ قاری محمد رمضان صاحب فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے یہ مقدمات کمپوز کئے، سید سعید حسن شاہ زیدی نے ان کے پروف اور پرنٹ نکال کر دئے، حافظ نثار احمد قادری نے ان کی اشاعت کا اہتمام کیا، مولائے کریم سب کو احسن جزاء عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

چمن زار سٹریٹ، لالہ زار فیز ۱۱

رائیونڈ روڈ، لاہور

۲۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۶ھ

۳۱ر جولائی ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی بات

محسن اہل سنت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے متعدد تصانیف وتالیفات پر جو مقدمات قلم بند فرمائے، ان میں سے رضویات کے حوالے سے محررہ تقدیمات اور تقریظات علیحدہ کرلی گئیں، یہ مقدمات اگرچہ ''آئینۂ شرف'' کا حصہ ہیں مگر رضویات کا شعبہ اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے اور مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں کے حوالے سے شرف صاحب تخصص بھی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کی مقدمہ نگاری کا نکتۂ آغاز ہی رضویات ہے، موصوف نے ۱۹۶۹ء میں سب سے پہلا پیش لفظ اعلیٰ حضرت کے رسائل ''الحجۃ الفائحہ اور ''اتیان الارواح'' کے لئے تحریر کیا۔

شعبۂ رضویات سے متعلق مقدمات وتقریظات مزید کئی شعبوں میں منقسم ہوگئے جنہیں موضوع کے اعتبار سے یکجا کردیا گیا ہے۔ مثلاً

۱۔ قرآن وحدیث سے متعلق	۳	۶۔ سیاسیات	۳
۲۔ فقہیات	۱۲	۷۔ تذکرہ	۲
۳۔ اعتقادیات	۲	۸۔ علم جفر، مثلث کروی	۴
۴۔ ادبیات	۴	۹۔ عم المیراث	۱
۵۔ تنقیدات	۹	۱۰۔ متفرقات	۴

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ درج ذیل رسائل کے لئے ایک ہی تحریر کو تقدیم کے طور پر شامل کیا گیا:

☆ رسالۃ فی علم الجفر ☆ الوسائل الرضویہ

☆ اجلی الاعلام ☆ الجداول الرضویہ

حضرت مسعود ملت قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ نے رضویات کے حوالے سے کثیر مقدمات وپیش لفظ تحریر فرمائے ہیں۔ ان مقدمات کے تین حصص ''آئینہ

رضویات'' کے عنوان سے کراچی سے شائع ہو چکے ہیں...... اور چوتھی جلد سمیت یہ چاروں مجلدات اب ''آئینہ رضویات...... کامل'' کے زیرعنوان ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے زیراہتمام زیرطبع ہیں۔

مقدمات رضویہ کی اپنی ایک اہمیت وافادیت ہے۔اس حوالے سے شرف صاحب کی بکھری تحریروں کی یکجا پیش کرنے کا مقصد ایک تو انھیں محفوظ کرنا ہے اور دوسرا رضویات کے شعبے میں حضرت ممدوح کی کارگزاری پیش کرنا ہے۔ امید ہے قارئین رضویات اس سے مستفیض ہوں گے۔زیرنظر مجموعۂ تقدیمات ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کی سلور جوبلی تقریبات کے موقع پر پیش کیا جارہا ہے۔ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کا یہ پچیس سالہ سفر ایک تاریخ ساز سفر ہے، جو کہ اخلاص و للّٰہیت اور جہد مسلسل کا بیّن ثبوت ہے۔حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے زیرسرپرستی ادارہ کی یہ فتوحات آپ کی غایت درجہ شفیق و بردبار شخصیت کا آئینہ ہیں۔مولیٰ کریم اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے طفیل ادارے کو شبانہ روز ترقیات سے بہرہ مند فرمائے ——— آمین!

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کی یہ مخلصانہ مساعی قبول ومنظور فرمائے۔اور آخرت میں ان اہل اللہ کی نسبت سے ہمارے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔اللّٰھم آمین! بجاہ سید المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

خاکپائے صاحبدلاں

محمد عبدالستار طاہر عفی عنہ

پیر کالونی، مین روڈ۔ والٹن۔ لاہور کینٹ

کوڈ ۵۴۸۱۰

۳۰ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

۲۸ مئی ۱۹۹۸ء

☆☆☆☆

حیات علامہ شرف قادری......ایک نظر میں

از محمد عبدالستار طاہر

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۱	ولادت باسعادت بمقام مرزا پور ضلع ہوشیار پور	۲۴ شعبان ۱۳۶۳ھ/ ۱۳ اگست ۱۹۴۴
۲	قیام پاکستان پر تین سال کی عمر میں والدین کے ہمراہ لاہور ہجرت کی۔	۱۹۴۷ء
۳	شفیق ترین ہستی ماں جی "جنت بی بی" کا وصال	۱۹۴۸ء
۴	ایم۔سی پرائمری سکول انجن شیڈ، لاہور سے پرائمری تعلیم کا آغاز	۱۹۵۱ء
۵	چھوٹی ہمشیرہ کا وصال	۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ/ ۷ر مارچ ۱۹۵۲ء بروز جمعہ
۶	تکمیل پرائمری تعلیم	۱۹۵۵ء
۷	جامعہ رضویہ فیصل آباد میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری سے منطق کا ابتدائی رسالہ "صغریٰ" پڑھا	شوال ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء
۸	دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں داخلہ لیا۔ وہاں صوفی حامد علی سے "نحو میر" کا درس لیا۔	۲۹ر جمادی الاوّل ۱۳۷۶ھ/ ۲ر جنوری ۱۹۵۷ء
۹	جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا۔ یہاں مولانا علامہ غلام رسول رضوی، شارح	

ماہ وسال	احوال	نمبر شمار
شوال ۱۳۷۶ھ/مئی ۱۹۵۷ء تا اکتوبر ۱۹۶۱ء	بخاری، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مولانا شمس الزماں قادری وغیرہم سے علمی استفادہ کیا	
۱۸ جمادی الآخر ۱۳۷۸ھ/ ۳۰ دسمبر ۱۹۵۸ء	والدہ صاحبہ رابعہ بی بی رحمہما اللہ تعالیٰ کی حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ سے بیعت	
ربیع الآخر ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء	جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال میں داخلہ لیا اور استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھرپور استفادہ کیا	
۱۹۶۳ء	دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں داخلہ اور تین ماہ مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی سے استفادہ	
۱۳ شوال ۱۳۸۳ھ/ ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء بروز اتوار	شادی خانہ آبادی	
۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء	سند فضیلت (تحصیل علوم سے فراغت)	
شوال ۱۳۸۵ھ/ مارچ ۱۹۶۵ء	جامعہ نعیمیہ لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز	
شوال ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۷ء	جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں آغاز تدریس	
۲۴ شعبان ۱۳۸۶ھ/ ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء	ولادت صاحبزادہ ممتاز احمد سدیدی	
دسمبر ۱۹۶۶ء تا جنوری ۱۹۶۷ء	دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف 1½ ماہ (نصف شعبان اور پورا رمضان المبارک) تدریس کی۔	
۱۹۶۰ء	مکتبہ رضویہ انجن شیڈ، لاہور کا قیام	
	دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ	

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	مفتی اور صدر مدرس کی حیثیت سے چار سالہ خدمات	۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۱ء
	جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں مکتبہ قادریہ کا قیام	۱۹۶۸ء
	''احسن الاکلام فی مسئلۃ القیام'' کی ہری پور سے اشاعت	۱۹۶۸ء
	''غایۃ الاحتیاط فی ''جواز حیلۃ الاسقاط'' کی ہری پور سے اشاعت	۱۹۶۹ء
	ہری پوری ہزارہ میں جمعیت علمائے سرحد، پاکستان کا قیام	۱۹۶۹ء
	امام احمد رضا کے فارسی رسائل ''الحجۃ الفائحۃ'' اور ''اتیان الارواح'' اردو ترجمہ کے ساتھ ہری پور ہزارہ سے شائع کیے۔	۱۹۷۰ء
	''یاد اعلیٰ حضرت'' کی ہری پور ہزارہ سے اشاعت	۱۹۷۰ء
	امام احمد رضا کا رسالہ ''شرح الحقوق'' ہری پور سے شائع کیا۔	۱۹۷۰ء
	حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی علیہ الرحمہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت	۱۶۔ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ/ ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء بروز بدھ
	ہری پور ہزارہ میں ''یوم رضا'' کا آغاز کیا	۱۹۷۱ء
	مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال	

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	میں صدر مدرس کی حیثیت سے دو سال کام کیا	۱۳۹۱ھ/دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۳ء
	''سوانح سراج الفقہاء'' کی مرکزی مجلس رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۷۲ء
	سب سے پہلا مقالہ ''علامہ فضل حق خیر آبادی'' ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی میں شائع ہوا۔	فروری ۱۹۷۲ء
	چکوال میں ''جماعت اہل سنت'' کا قیام	۱۹۷۲ء
	چکوال میں ''یوم رضا'' کا آغاز	۲۷/صفر ۱۳۹۲ھ/۱۲/اپریل ۱۹۷۲ء
	امام احمد رضا کے رسائل ''رادالقحط والوباء، اعزالاکتناہ'' اور ''غایۃ التحقیق'' کی اشاعت	۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
	تقریب یوم رضا و فضل حق خیر آبادی' بمقام چکوال	۱۵/صفر ۱۳۹۳ھ/۲۱/مارچ ۱۹۷۳ء
	جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں دوبارہ تدریس کا آغاز	شوال ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء
	مکتبۂ قادریہ، لاہور کا قیام	دسمبر ۱۹۷۳ء
	جامع مسجد عمر روڈ، اسلام پورہ لاہور سے آغازِ خطابت	۱۹۷۴ء
	صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور	۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء
	شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور	۱۱/شوال ۹۴ ۱۳ھ مطابق ۲۸/اکتوبر ۱۹۷۴ء
	''تذکرہ اکابر اہل سنت'' کی لاہور سے اولین اشاعت	۲۶/رمضان ۱۳۹۶ھ/ستمبر ۱۹۷۶ء

ماہ وسال	احوال	نمبر شمار
۱۲؍ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ/۲؍اپریل ۱۹۷۷ء ہفتہ	خسر صاحب قاضی علی بخش علیہ الرحمہ کا انتقال	
۱۷؍جمادی الآخرۃ ۱۳۹۷ھ/۴؍جون ۱۹۷۷ء بروز اتوار	ولادت صاحبزادہ مشتاق احمد قادری	
۱۱؍شعبان ۱۴۰۰ھ/۲۶؍جون ۱۹۸۰ء جمعرات	سُنی رائٹرز گلڈ کے صدر کی حیثیت سے دو سال کے لیے چناؤ ہوا	
۹؍ذوالحج ۱۳۹۸ھ/۱۰؍دسمبر ۱۹۷۸ء	تیسرے بیٹے حافظ نثار احمد کی ولادت	
۱۳؍فروری ۱۹۷۹ء	''الحدیقۃ الندیہ'' پر عربی مقدمہ لکھنے پر علامہ ارشد القادری کا خراج تحسین...... مکتوب محررہ بنام علامہ تابش قصوری	
۱۹۷۹ء	علامہ فضل حق خیرآبادی کی معروف کتاب ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' کے ترجمہ کی بندیال سے اشاعت، جسے بعد میں شفاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے شائع کیا گیا۔	
۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء	علامہ یوسف نبہانی کی کتاب ''الشرف المؤبد'' کا اردو میں ترجمہ ''برکات آل رسول'' کیا اور شائع بھی کیا۔	
۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء	پہلی بار حج وزیارات مقدسہ کی سعادت ملی	
۵؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء	خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں سے مولانا ریحان رضا خاں سے اجازت وخلافت ملی۔	

نمبر شمار	احوال	ماہ وسال
	''البریلویۃ'' کے جواب میں لکھی گئی تحقیقی کتاب ''اندھیرے سے اجالے تک'' کی مجلسِ رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۸۵ء
	اعلیٰ حضرت کے رسالہ مبارکہ ''انوار الانتباہ'' اور شرف صاحب کے مقالہ ''ندائے یارسول اللہ'' کی مجلسِ رضا، لاہور سے یکجا اشاعت	۱۹۸۵ء
	غیر مقلدین کی انگریز نوازی کے بارے میں تحقیقی کتاب ''شیشے کے گھر'' کی مجلسِ رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۸۶ء
	سقوط مرکزی مجلس رضا، لاہور	دسمبر ۱۹۸۶ء
	رضا اکیڈمی، لاہور کی سرپرستی	۱۹۸۷ء
	وصال پُر ملال والدۂ ماجدہ رابعہ بی بی	۱۰ر ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ/ ۷ر جولائی ۱۹۸۷ء
	سانحۂ ارتحال والد ماجد مولوی اللہ دتہ علیہ الرحمہ	۲۵ر شعبان ۱۴۰۹ھ/ ۳ر اپریل ۱۹۸۹ء
	''ادلة اهل السنة والجماعة'' کے اردو ترجمہ ''اسلامی عقائد'' کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۰ء
	''اشعۃ اللمعات'' جلد چہارم کے اردو ترجمہ کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۰ء
	خوش دامن بیگم بی بی صاحبہ کا انتقال	۱۷ر ذوالحج ۱۴۱۰ھ/ ۱۱ر جولائی ۱۹۹۰ء
	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے	

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	لاہور کی کانفرنس میں امام احمد رضا گولڈ میڈل پیش کیا۔	۱۹۹۱ء
	جلال آباد، افغانستان کا چار روزہ دورہ	۲۴ تا ۲۸/اپریل ۱۹۹۲ء
	عرس مبارک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سرہند شریف میں شرکت (چھ روزہ دورہ)	۲۵ تا ۳۰ اگست ۱۹۹۲ء
	سیرت پاک کے حوالے سے محررہ مقالات کے مجموعہ "مقالات سیرت طیبہ" کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۳ء
	علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب "من نفحات الخلود" کا اردو ترجمہ "زندہ جاوید خوشبوئیں" کے نام سے کیا اور مکتبہ قادریہ سے شائع بھی کیا	۱۹۹۳ء
	دوسری بار والد ماجد کی طرف سے حج بدل کیا۔ اس سال حج اکبری کی سعادت نصیب ہوئی۔	۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء
	مقالہ "مدینۃ العلم" عربی اور "شہریار علم" اردو کی رضا اکیڈمی لاہور سے یکجا اشاعت	۱۹۹۶ء
	تحقیقی عربی کتاب "من عقائد اهل السنة" کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۷ء
	"نور نور چہرے" کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۷ء
	مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور کے صدر	

نمبر شمار	احوال	ماہ وسال
	منتخب ہوئے۔	۱۹۹۷ء
	منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری نے میٹرک (آرٹس) کے امتحان میں پورے سرگودھا بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی	۱۹۹۷ء
	"اشعۃ اللمعات" کے اردو ترجمہ کی جلد پنجم اور ششم کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۷ء
	سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ نثار احمد قادری نے اشاعتی ادارہ الممتاز پبلی کیشنز، لاہور قائم کیا۔	۱۹۹۷ء
	امام ابوحنیفہ انٹرنیشنل کانفرنس اسلام آباد میں عربی مقالہ "فی ظلال الفتاویٰ الرضویہ" پڑھا	۵ تا ۸/اکتوبر ۱۹۹۸ء
	قرآن حکیم کے اُردو ترجمہ کا آغاز	۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء
	بڑے بیٹے مولانا ممتاز احمد سدیدی نے جامعہ ازہر شریف قاہرہ میں ایم فل کا مقالہ لکھا اور مناقشہ (وائیوا) میں کامیابی حاصل کی۔	۲۵/جولائی ۱۹۹۹ء
	منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری کو ایف۔اے میں سرگودھا بورڈ کی طرف سے گولڈ میڈل ملا	۳۰/اگست ۱۹۹۹ء
	علامہ شرف قادری صاحب کی پہلی سوانح حیات "محسن اہل سنت" مرتبہ	

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	محمد عبدالستار طاہر کی لاہور سے اشاعت	١٤١٩ھ/١٩٩٩ء
	سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی) کے ہمراہ قاہرہ کا سترہ روزہ دورہ، وہاں شیخ الازہر اور دیگر علماء سے ملاقات	٦ر ستمبر ١٩٩٩ء
	مولانا مشتاق احمد قادری کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف کی طرف سے ضیاء الامت ایوارڈ دیا گیا	ستمبر ١٩٩٩ء
	مختلف ارباب علم کے محررہ حیات شرف کے خاکوں پر مبنی مجموعہ "تذکار شرف" کی اشاعت	١٤٢٠ھ/١٩٩٩ء
	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی غیر مطبوعہ فارسی کتاب "تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف" کے اردو ترجمہ "تعارف فقہ وتصوف" کی المتاز پبلی کیشنز، لاہور سے اشاعت	١٩٩٩ء
	جماعت اہل سنت پاکستان میں بحیثیت ناظم شعبۂ تعلیم وتربیت تقرر	١٩٩٩ء
	علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب "من رشحات الخلود" کا اردو ترجمہ "سدا بہار خوشبوئیں" کیا	١٩٩٩ء
	دلائل الخیرات شریف کی شرح	

ماہ وسال	احوال	نمبر شمار
۲۰۰۰ء	''مطالع المسرات'' از علامہ مہدی فاسی کے اردو ترجمہ کی اشاعت	
۲۰۰۰ء	مختلف مقالات کے مجموعہ ''عظمتوں کے پاسبان'' کی لاہور سے اشاعت	
۲۰۰۰ء	مقبول ترین عربی کتاب ''من عقائد اہل السنۃ'' کے اردو ترجمہ ''عقائد و نظریات'' کی لاہور سے اشاعت	
۱۳؍مارچ ۲۰۰۰ء بروز پیر	بڑے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری کی جامعہ الازہر مصر سے ایم فل کرنے کے بعد وطن واپسی	
۱۲؍مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک	مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کی شادی خانہ آبادی	
۲۰۰۱ء	مولانا مشتاق احمد قادری نے فاضل عربی کیا	
۲۶؍اگست ۲۰۰۱ء	علامہ شرف قادری نے امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس بریڈفورڈ میں شرکت کی اور اس میں مقالہ پڑھا، اس کے بعد پونے چار ماہ پیر سید معروف حسین قادری مدظلہ کے پاس بریڈفورڈ میں قیام کیا	
	علامہ شرف قادری کی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ سے تدریسی خدمات سے	

ماہ وسال	احوال	نمبر شمار
۱۴؍دسمبر ۲۰۰۲ء	فراغت	
۲۰۰۲ء	مولانا مشتاق احمد قادری نے سرگودھا بورڈ سے بی۔اے کیا	
۵؍فروری ۲۰۰۳ء	''فیوض الباری'' کے نام سے سولہویں پارے سے بخاری شریف کی شرح کا آغاز کیا	
اپریل ۲۰۰۳ء	مولانا مشتاق احمد قادری کی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے فراغت	
۲۰۰۳ء	مولانا مشتاق احمد قادری کا بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد شعبہ مقارنۃ الادیان میں داخلہ (فیکلٹی آف اصول الدین)	
فروری مارچ ۲۰۰۳ء	شیخ عیسیٰ مانع (دبئی) کے رسالے کا ترجمہ ''دیدار مصطفےٰ کی بہاریں قیامت تک جاری رہیں گی'' ماہنامہ رموز، صفہ اکیڈمی اور رضا اکیڈمی سے شائع ہوا	
مارچ ۲۰۰۳ء	''سدا بہار خوشبوئیں'' کی اشاعت	
مئی ۲۰۰۳ء	دلائل الخیرات علامہ شرف قادری کے ترجمہ اور بہترین کتابت کے ساتھ مکتبۂ قادریہ سے شائع ہوئی	
	جامعہ ازہر کے ترجمان ہفت روزہ ''صوت الازہر'' میں علامہ تاج محمد خان ازہری کا مقالہ بعنوان ''الشیخ محمد عبدالحکیم	

ماہ وسال	احوال	نمبر شمار
۲۴؍جنوری ۲۰۰۴ء	شرف القادری داعیا الی اللہ علی بصیرۃ'' شائع ہوا۔	
۱۵؍فروری ۲۰۰۴ء	علامہ شرف صاحب کا دوسری بار دورہ مصر ۔ متعدد محدثین سے سند اجازت کا حصول اور ایک سو کے قریب مختلف ممالک کے فضلاء کو سند حدیث دی	
۱۶؍فروری ۲۰۰۴ء	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب کا قاہرہ میں پی۔ایچ۔ڈی کے لیے مناقشہ (وائیوا)	
۲۸؍فروری ۲۰۰۴ء	جامعہ الازہر، قاہرہ کے دورہ سے علامہ شرف صاحب کی واپسی	
۲۷؍جولائی ۲۰۰۴ء	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری کی پی۔ایچ۔ڈی کے بعد مصر سے واپسی	
۲۰۰۴ء	ترجمہ قصیدہ بردہ شریف کی اشاعت	
۲۰۰۴ء	''ولولہ انگیز خوشبوئیں'' کی اشاعت	
ستمبر ۲۰۰۴ء	دار العلوم جامعہ اسلامیہ، لاہور سے فراغت	
۹؍اپریل ۲۰۰۵ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام کراچی میں منعقد ہونے والی امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوبلی کانفرنس کی صدارت	
	جہانِ امامِ ربانی فاؤنڈیشن کی طرف	

سے کراچی میں منعقد ''محفل تشکر'' میں شرکت	۱۰/اپریل ۲۰۰۵ء
برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی کی طرف سے مسلک اہل سنت کی علمی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل اور خصوصی ایوارڈ	یکم مئی ۲۰۰۵ء
عربی کتاب ''مصباح الظلام'' کے اردو ترجمہ ''پکارو یارسول اللہ'' کی لاہور سے اشاعت	۲۰۰۵ء
مجموعہ اسانید ''الجواہر الغالیہ من الاسانید العالیہ'' کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا	۲۰۰۵ء
صُفّہ فاؤنڈیشن، لاہور کی جانب سے علمی وتدریسی خدمات کے صلے میں سیّدنا ابوہریرہ ایوارڈ، دیا گیا	۱۷/دسمبر ۲۰۰۵ء

قسم اول

مقدماتِ رضویہ

(اردو)

باب نمبر ۱

قرآن وحدیث اور سیرت طیبہ

ا۔قرآن وحدیث اور سیرت طیبہ

نمبر شمار	عنوان	مصنف/مترجم	مطبوعہ	سن
۱	تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان	مولانا عبدالرزاق بھترالوی	لاہور	۱۹۸۷ء
۲	قرآن، سائنس اور امام احمد رضا	ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی	چکوال	۱۹۹۰ء
۳	کنزالایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم	ڈاکٹر مجید اللہ قادری	کراچی	۱۹۹۸ء
۴	سرور القلوب بذکر المحبوب	مولانا نقی علی خاں	لاہور	۱۹۸۵ء
۵	جامع الاحادیث	مولانا محمد حنیف خاں رضوی	کراچی	۲۰۰۰ء

تقدیم:

تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان

(علامہ عبدالرزاق بھترالوی)

کچھ کتابیں بہترین راہنما اور بہترین ساتھی کی حیثیت رکھتی ہیں، جبکہ کچھ کتابیں ہولناک تباہی اور بربادی کا سامان ہوتی ہیں۔ غرضیکہ کتاب کی اثر آفرینی سے انکار نہیں کیا جا سکتا' انسانی تاریخ میں آج تک کتنی کتابیں لکھی گئیں؟ کوئی محقق ان کا شمار نہیں کر سکتا' لیکن یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ سب سے اعلیٰ' سب سے زیادہ مکمل اور لافانی کتاب صرف اور صرف قرآن پاک ہے، جو تغیر و تبدل سے محفوظ اور بنی نوع انسان کے لئے پیام حیات ہے، پیامِ امن ہے، صراطِ مستقیم ہے اور انسانی زندگی کے ہر گوشے میں راہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔

قرآن پاک کتاب ثواب بھی ہے' اور کتابِ انقلاب بھی' نبی اکرم' ہادی اعظم ﷺ نے قرآن پاک کی بنیاد پر جو انقلاب بپا کیا' تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ قوم جو ہر اعتبار سے پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق تھی، اسے مختصر ترین عرصے میں عظمتوں کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا کہ اس وقت کی دو سُپر پاور حکومتیں روم اور ایران ان کے سامنے سرنگوں ہو گئیں' یہ وہ عظیم انقلاب ہے جس نے غیر مسلم دانشوروں کو محو حیرت کیا ہوا ہے، اور وہ اس گتھی کو سلجھانے سے عاجز نظر آتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم اپنی موجودہ حالتِ زار پر غور کریں تو سر بارِ ندامت سے جُھک جاتا ہے' کہاں وہ شاندار عروج اور کہاں یہ افسوس ناک زوال؟...... وجہ ظاہر ہے بقول شاعر

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

آج کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث پڑھیں' سمجھیں اوران پر عمل کریں' اصولی طور پر ہونا تو یہ چاہیئے کہ ہم علوم دینیہ اور عربی زبان میں اتنی مہارت حاصل کریں کہ قرآن وحدیث کا عربی زبان میں مطالعہ کرسکیں اوران کے مطالب و مفاہیم تک رسائی حاصل کریں، مگر آج جبکہ ہم علوم دینیہ سے کوسوں دور ہیں اور عربی زبان سے بالکل ناواقف' ایسے حالات میں ہماری خوش نصیبی یہی ہے کہ ہم تراجم کے ذریعے اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب مکرم ﷺ کے احکام وتعلیمات کو جاننے کی کوشش کریں۔

اردو زبان میں قرآن پاک کے بہت سے ترجمے لکھے گئے ہیں اور بازار میں دستیاب بھی ہیں، لیکن ترجمہ کرنے کیلئے عربی لغت اور گرائمر سے واقف ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ بارگاہِ الوہیت اور دربارِ رسالت کا ادب واحترام' عصمتِ انبیاء کا لحاظ' ناسخ و منسوخ' شانِ نزول سے واقفیت ، بظاہر اختلاف رکھنے والی آیات کے درمیان تطبیق' عقائد اہل سنت' تفسیر صحابہ وتابعین اور تفسیر سلف صالحین پر گہری نظر اور عبور ہونا بھی ضروری ہے' امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں بے مثال مہارت' وسیع مطالعہ اور حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کر کے عامۃ المسلمین پر بہت بڑا احسان فرمایا' بلاشبہ ان کا ترجمہ تمام خوبیوں کا حامل اور قرآن پاک کا بہترین ترجمان ہے۔

ان کے ترجمۂ قرآن کی بے پناہ مقبولیت نے مخالفین کو سراسیمہ کر دیا ہے، چنانچہ کئی کتابچے اور پمفلٹ اس ترجمہ کے خلاف دیکھنے میں آچکے ہیں' ایسے ہی ایک پمفلٹ کے شبہات کا ازالہ کرنے کے لیے فاضل نوجوان مولانا علامہ عبدالرزاق زید مجدہ نے پیش نظر کتاب تحریر فرمائی ہے، جس میں انہوں نے عالم اسلام کے مسلم مفسرین کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کا ترجمہ ہی صحیح ترجمہ ہے۔

مولانا عبدالرزاق زید علمہ' ضیاء العلوم جامعہ رضویہ' سبزی منڈی' راولپنڈی کے

مدرس ہیں اور علمی ذوق سے سرشار ہیں' ان کی یہ پہلی تحریری کوشش ہے جو لائق تبریک و تحسین ہے' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ تصنیف وتالیف کے میدان میں انہیں مزید کام کرنے کی توفیق نصیب ہو اور ہمارے دوسرے نوجوان علماء کو بھی قلم وقرطاس کی اہمیت کا شعور عطا ہو۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ:

قرآن، سائنس اور امام احمد رضا

(ڈاکٹر لیاقت علی نیازی)

قرآن پاک وہ زندہ کتاب ہے جو اپنی حقانیت کی دلیل خود ہے۔ وہ آئین حیات ہے جو اِنسانی زندگی کو کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ قرآن کریم کتابِ ثواب بھی ہے اور کتاب انقلاب بھی۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اِسی کتاب عظیم کی تعلیمات کے ذریعے عالمی اِنقلاب لانے کی بشارت دی اور مختصر ترین عرصے میں اِنقلاب برپا کر کے دِکھا دیا۔ ایک ایسی سراپا علم وعمل ٹیم تیار کی جس نے پرچم اسلام بلند سے بلند تر کیا اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کیا۔ ایسے جانباز مجاہد تیار کیے جن کے سامنے اُس دور کی سپر پاور حکومتوں رومن ایمپائر اور فارس کی حکومتوں کے پرچم سرنگوں ہو گئے۔

وہ قوم جو ہر اعتبار سے انحطاط اور پستی کی گہرائیوں میں پڑی ہوئی تھی کس طرح اچانک بامِ عروج تک پہنچ گئی؟

اِس سوال کا جواب بڑا واضح ہے اور وہ یہ کہ یہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی نظرِ التفات اور قرآنی تعلیمات کا اعجاز تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور سیّدِ عالم ﷺ سے قرآنی تعلیمات حاصل کیں۔ آپ کے ارشادات سُنے، سمجھے اور اُن پر عمل پیرا ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کشور کشائے عالم بنے۔

آج ہمیں احساس ہے کہ ہماری ناکامیوں کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی تعلیمات کو پڑھنا۔ سمجھنا اُور ان پر عمل کرنا چھوڑ

دیا ہے۔ اِس کے باوجود ہم دینِ متین کی تعلیمات کے حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا

''یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ کیا دِلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟''

قرآن پاک کے عجائب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ بڑے بڑے دانشوروں نے غور و فکر میں عمریں گزار دیں۔ بالآخر اُنہیں یہ کہنا پڑا کہ ہم اِس کی اتھاہ گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتے۔

خوشی کی بات ہے کہ جناب ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ڈپٹی کمشنر، چکوال نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمہ قرآن کی روشنی میں سائنسی نقطۂ نظر سے قرآن پاک کا مطالعہ کر کے پیشِ نظر مقالہ ترتیب دیا ہے، جو بلا شبہہ قابل ستائش کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اِس سعیِ جمیل کا اجر و ثواب عطا فرمائے اور مزید غور و خوض کی توفیق عطا فرمائے۔ سائنس جوں جوں ترقی کرتی جائیگی قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق کی تصدیق کی راہیں کھلتی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس بحرِ بیکراں سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۴ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
۱۱ ر دسمبر ۱۹۹۰ء

☆☆☆

حرف آغاز

کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم

(از پروفیسر ڈاکٹر محمد مجید اللہ قادری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلي و نسلم علي رسوله الكريم و علي آله و اصحابه اجمعين.

قرآن پاک وہ زندۂ جاوید اور آفاقی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر نازل فرمائی، یہ وہ منبع حق وصداقت ہے جس پر باطل کا حملہ کسی پہلو سے اثر انداز نہیں ہوسکتا، اس کے اسرار ورموز اور عجائب کبھی ختم نہیں ہوسکتے، کسی بھی علم یا فن کا ماہر جوں جوں اس کا مطالعہ کرتا جائے گا اس پر نئے نئے حقائق ومعارف منکشف ہوتے جائیں گے، بلآخر اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وہ بحر بے کراں ہے جس کے اسرار وغوامض کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور اِس کے کسی بیان کو جھٹلایا نہیں جاسکتا، شرط یہ ہے کہ انسان انصاف ودیانت سے عاری نہ ہو۔

قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان، صرف ونحو، علم معانی، بیان بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں، فقط تفسیر وحدیث، عقائد وکلام اور تاریخ وسیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ایمانی اور روحانی تعلق بھی ضروری ہے۔

اردو ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس سے زیادہ علوم میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی، وہ عارف باللہ بھی تھے اور صبغۃ اللہ سے مزین بھی، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبت میں فنا تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے توسط سے ان کے دل پر فیوض الٓہیہ کی بارش ہوتی تھی' اسی لئے انہوں نے قرآن پاک کا بے مثال اردو ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے کیا' مخالفین کی سازشوں کی بنا پر بعض ممالک میں اس ترجمہ پر پابندی عائد کی گئی' لیکن اس کی خداداد مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی مانگ سب تراجم سے زیادہ ہے' انگریزی' ڈچ' بنگالی' سندھی اور پشتو وغیرہ زبانوں میں اس کے ترجمے کئے جاچکے ہیں۔

پروفیسر مجید اللہ قادری زید مجدہٗ نے بعنوان "کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم" (ایک تقابلی مطالعہ) علمی اور تحقیقی مقالہ لکھا جس پر انہیں کراچی یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی' اس اہم عنوان پر فاضلانہ مقالہ لکھنے پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں' اس وقت اس مقالہ کے تین ابواب میرے سامنے ہیں:۔

باب ہفتم: کنز الایمان مستند تفاسیر کی روشنی میں

باب ہشتم: کنز الایمان کی امتیازی خصوصیات
جامعیت' معنویت اور مقصدیت

باب نہم: کنز الایمان پر اعتراضات اور ان کا محققانہ جائزہ

فاضل محقق نے ساتویں باب میں "صحیح بخاری شریف' تفسیر کبیر' تفسیر ابن کثیر' تفسیر روح البیان" وغیرہ بیسوں عربی اردو تفاسیر اور اردو تراجم کا مطالعہ کیا ہے، اور ان کا حوالہ دیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی کے اردو ترجمہ کی اہمیت اور افادیت اجاگر کی ہے۔

آٹھویں' باب میں کنز الایمان کی امتیازی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مثالیں دے کر بتایا ہے کہ کنز الایمان کا اسلوب ترجمہ تمام اردو تراجم سے بہتر اور فائق ہے اسی طرح اس ترجمہ کی جامعیت' معنویت اور مقصدیت مثالوں سے واضح کی ہے۔

نویں باب میں مولوی اخلاق حسین قاسمی کی کتاب: "بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ" کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان کے اعتراضات

بے بنیاد شکوک وشبہات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

مولوی اخلاق حسین قاسمی کے علمی تجزیہ کا اندازہ کرنے کے لئے ان کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے! لکھتے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

مولانا مرحوم نے شاعرانہ استعارہ سے کام لے کر خدا اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب ومحبّ کے طور پر آپس میں ''ایک'' ثابت کیا ہے۔

(علمی تجزیہ ص ۱۳ بحوالہ باب نہم مقالہ پروفیسر مجید اللہ قادری)

آپ خوردبین لگا کر تلاش کیجئے کہ استعارہ کہاں ہے اور محبّ ومحبوب کی ذات کو ایک کہاں کہا گیا ہے؟

پروفیسر مجید اللہ قادری خاندانی راسخ العقیدہ سنی حنفی ہیں۔ ان کے والد ماجد شیخ حمید اللہ قادری حشمتی رحمہ اللہ تعالیٰ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے' پروفیسر صاحب نے ۱۹۷۵ء میں بی ایس سی، ۱۹۷۸ء میں ایم ایس سی کیا' اسی سال کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ ارضیات میں لیکچرار مقرر ہوئے' اس وقت ایسوی ایٹ پروفیسر گریڈ نمبر ۱۹ کی پوسٹ پر فائز ہیں اور تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

پروفیسر مجید اللہ قادری ۱۹۶۰ء میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہ کے مرید ہوئے' انہیں مولانا الحاج محمد شفیع قادری مدظلہ العالی خلیفۂ حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت حاصل ہے' جامع مسجد طیبہ' لیاقت آباد' کراچی میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں' ۱۹۸۵ء سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کے جنرل سیکرٹری اور مجلہ معارف رضا کے ایڈیٹر ہیں' امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کے حوالے سے دس تحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں' حضرت پیر طریقت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی صحبت

اور تربیت سے فیض یاب ہیں، جن کی سرپرستی میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف اور پیغام مختلف زبانوں میں اطراف عالم میں پہنچا دیا ہے، یہ ادارہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق کام کر رہا ہے اور علمی و تحقیقی کام کرنے والوں کے ساتھ بھر پور تعاون کر رہا ہے۔

حال ہی میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، رضا دار الاشاعت، لاہور اور رضا اکیڈمی، انگلینڈ کے تعاون سے امام احمد رضا بریلوی کا عربی دیوان "بساتین الغفران" طبع ہوا ہے، جسے کلیۃ اللغات و آدابہا جامعہ ازہر شریف، مصر کے استاذ سید حازم محمد احمد محفوظ نے ترتیب دیا ہے، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عربی کلام پر کسی عرب فاضل کا یہ پہلا اور لائق صد تبریک کام ہے۔

اللہ تعالیٰ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کو سلامت رکھے، اپنی نعمتوں سے نوازے اور اسی جذبۂ صادقہ سے علمی و تحقیقی کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

محمد عبد الحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۳ رجب ۱۴۱۸ھ
۴ نومبر ۱۹۹۷ء

☆☆☆

تقدیم:

سُرُورُالقلوب بذکرالمحبوب

از: مولانا نقی علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ

رئیس المتکلمین قدوۃ المتقین مولانا نقی علی خاں، ابن عارف باللہ مولانا رضا علی خاں قدس سرہما ماہِ رجب ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں محلہ ذخیرہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے[1] آپ کے آباءواجداد، قندھار کے معزز قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ جو شاہانِ مغلیہ کے دور میں لاہور آئے۔ اور مقتدر عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔[2] آپ کے والد ماجد مولانا رضا علی خاں (متوفی ۲۱ رجمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء[3]) اپنے دور کے نامور عالم اور عارف باللہ بزرگ تھے۔

حضرت مولانا نقی علی خاں نے اپنے والدِ ماجد سے علوم دینیہ کی تحصیل اور تکمیل کی۔[4] ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں اپنے فرزندار جمند اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے ساتھ، حضرت مولانا شاہ آلِ رسول مارہروی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں حضرات شرفِ بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے[5] حضرتِ شیخ نے تمام سلاسل جدیدہ وقدیمہ کی اجازت وخلافت اور حدیث کی سند عطا فرمائی، ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں حرمین شریفین کی زیارت اور حج کی سعادت حاصل کی۔ اسی موقع پر حضرت سید احمد زینی دحلان سے تبرکاً سندِ حدیث حاصل کی۔[6]

۱۔ محمود احمد قادری، مولانا شاہ: تذکرہ علمائے اہلِ سنت (خانقاہ قادریہ، بہار) ص ۲۵۱

۲۔ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت (مکتبہ رضویہ، کراچی) ج ا، ص ۲

۳۔ رحمن علی، مولانا: اردو ترجمہ تذکرہ اولیائے ہند (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی) ص ۱۹۳

۴۔ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۶

۵۔ ایضاً: ص ۸

۶۔ رحمن علی، مولانا: تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۵۳۰

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں صفات سے نوازا تھا۔امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

''بحمد اللہ! منصبِ شریف علم کا پایہ، ذروۂ علیا کو پہنچایا۔''

ع   راست می گویم و یزداں نہ پسند د جز راست

کہ جو دِقّتِ انظار و حِدّتِ افکار و فہم صائب و رائے ثاقب حضرت حق جلّ و علیٰ نے انہیں عطا فرمائی اِن دیار و امصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔فراستِ صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔

عقلِ معاش و معاد دونوں کا بروجہِ کمال اجتماع بہت کم سنا، یہاں آنکھوں دیکھا، علاوہ بریں سخاوت و شجاعت و علوِ ہمت و کرم و مروّت و صدقاتِ خفیہ و مبرات جلیہ و بلندیٔ اقبال و دبدبۂ و جلال و موالاتِ فقراء وامر دینی میں عدم مبالات باغنیاء، حکام[1] سے عُزلت، رزق موروث پر قناعت وغیر ذلک، فضائل جلیلہ و خصائلِ جمیلہ کا حال وہی کچھ جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکتِ صحبت سے شرف پایا ہے۔(۲)

اللہ تعالیٰ کی محبت اور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت تو اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔اُس زمانے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک اثر کی بنا پر یہ مسئلہ معرکۃ الآراء بنا ہوا تھا کہ باقی چھ زمینوں پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل انبیاء ہوئے ہیں یا نہیں؟ ایک گروہ بڑے شدّ ومدّ سے ان چھ مثالوں کو مان رہا تھا، جب کہ حضرت مولانا نقی علی خان اور ان کے ہم مسلک علمائے

---

(۱) اس وقت ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی۔حضرت مولانا نقی علی خان کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔۱۲ قادری

(۲) احمد رضا خاں بریلوی، امام: جواہر البیان (مکتبہ حامدیہ، لاہور) ص ۶-۷

اہل سنت کا موقف یہ تھا کہ یہ عقیدہ قطعی غلط ہے اور اثر ابنِ عباس سے استدلال کرنا غلط ہے، اس سلسلے میں آپ نے ماہِ شعبان ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء کو اصلاح ذات امین (۱۲۹۲ھ) کے نام سے مناظرہ کا اشتہار شائع کیا، لیکن فریق مخالف کی طرف سے کوئی مناظرہ کیلئے تیار نہ ہوا۔[1] آپ کی کوششوں سے یہ فتنہ ایسا سرد ہوا کہ پھر سر نہ اٹھا سکا۔

تمام عمر شریف علومِ دینیہ کی تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف میں صرف فرمائی۔

حافظ الملک حافظ رحمت خاں بہادر کے نبیرہ نواب نیاز احمد خاں ہوش فرماتے ہیں:

''اکثر اشخاص کو تعلیم علم کا شوق دلاتے ہیں۔ اپنا وقت دینیات کے پڑھانے میں بہت صرف فرماتے ہیں، ہنگامِ کلام، علوم کا دریا بہہ جاتا ہے۔ اَلْعَالِمُ اِذَا تَکَلَّمَ فَھُوَ بَحْرٌ یَّمُوْجُ کا مضمون انہیں کی ذاتِ مجمع حسنات پر صادق آتا ہے۔ کسی نحو کسی علم میں عاری نہیں۔ ہر علم میں دخل معقول ہونا بجز عنایت باری نہیں۔ امورِ خیر میں اپنے اوقاتِ عزیز صرف کرنے میں دشواری نہیں۔ مسائلِ مشکلۂ معقول نے ان کے سامنے مرتبۂ حضوری پایا۔ منقول میں بدون حوالہ آیت وحدیث کے کلام نہ کرنا، ان کا ایک قاعدہ کلی نظر آیا۔

ان کے حضور اکثر منطقی اپنے لیے قیاس وشعور کے موافق صغرائے ثنا اور کبرائے مدح، شکل بدیہی الانتاج بنا کر دعوائے توصیف کو ثابت کر دکھاتے ہیں، آخر الامر نتیجہ نکالتے وقت یہ شعر زبان پر لاتے ہیں ؎

کیا عجب مدرسۂ علم میں اس عالم کے
شمس آکر سبق شمسیہ پڑھتا ہو اگر[2]
ہوشؔ

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۷

۲۔ نیاز احمد خاں ہوش، نواب: تقریظ سرور القلوب (نولکشور، لکھنؤ) ص ۴

آپ کے تلامذہ کے اسماء گرامی معلوم نہ ہو سکے۔لیکن صرف آپ کے فرزندانِ ارجمند امام احمد رضا بریلوی، مولانا حسن رضا خاں بریلوی اور مولانا محمد رضا بریلوی کے نام ہزاروں شاگردوں کی فہرست پر بھاری ہیں۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔اندازِ بیاں ناصحانہ اور دلنشین ہے۔امام رازی کا تبحر اور امام غزالی کا پر سوز لب ولہجہ قاری کے دل ودماغ دونوں کو اپیل کرتا ہے۔آپ کا اصلاحی لٹریچر اس لائق ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

درج ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں:

۱۔الکلام الاوضح فی تفسیر سورۂ الم نشرح ۴۳۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب سورۂ الم نشرح کی تفسیر مسائل دینیہ اور سیرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔

۲۔وسیلۃ النجاۃ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ

۳۔سرور القلوب بذکر المحبوب۔پیش نظر کتاب

۴۔جواہر البیان فی اسرار الارکان۔ارکانِ اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے فضائل اور اسرار پر بے مثل کتاب، کئی سال پہلے مکتبہ حامدیہ لاہور نے شائع کی تھی۔کاش کوئی ادارہ جدید کتابت اور مکمل تصحیح کے ساتھ اسے شائع کر دے تو یہ بڑی دینی خدمت ہو گی۔امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اس کے اڑھائی صفحات کی شرح میں ایک مبسوط کتاب ''زواہر الجنان من جواہر البیان'' لکھی تھی جس کا تاریخی نام ''سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ'' ہے۔

۵۔اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد۔اس میں ایسے قواعد، دلائل سے ثابت کئے ہیں جو مسلک اہل سنت وجماعت کی حقانیت اور نجدیت کا بطلان ظاہر کرتے ہیں۔

۶۔ ''ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیۃ'' دس فرقوں کا حکیمانہ رد۔

۷۔ ''اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام'' میلاد شریف اور قیام کے منکرین کا رد۔ یہ کتاب امام احمد رضا بریلوی کی شرح ''رشاقۃ الکلام فی شرح اذاقۃ الاثام'' کے ساتھ مطبع اہل سنت بریلی سے چھپ چکی ہے۔

۸۔ ''فضل العلم والعلماء'' موضوع نام ہی سے ظاہر ہے۔ یہ رسالہ متعدد بار چھپ چکا ہے۔

۹۔ ''ازالۃ الاوہام'' رد نجدیہ۔

۱۰۔ ''تزکیۃ الایقان'' تقویۃ الایمان کا رد۔

۱۱۔ ''الکواکب الزہرا فی فضائل العلم وآداب العلماء'' علم کے فضائل اور آداب علماء کے موضوع پر اس رسالہ کی احادیث کی تخریج امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی جس کا نام ''النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب'' ہے۔

۱۲۔ ''الروایۃ الرویۃ فی الاخلاق النبویۃ''۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کریمہ

۱۳۔ ''النقادۃ النقویۃ فی الخصائص النبویۃ'' خصائص مصطفیٰ ﷺ۔

۱۴۔ ''لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس'' کھانے پینے اور لباس کے آداب۔

۱۵۔ ''التمکن فی تحقیق مسائل التزیُّن'' زیب و زینت کے مسائل۔

۱۶۔ ''احسن الوعاء فی آداب الدعاء''، یہ رسالہ امام احمد رضا بریلوی کی شرح ''ذیل المدعا لاحسن الوعاء'' کے ساتھ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔

۱۷۔ ''خیر المخاطبۃ فی المحاسبۃ والمراقبۃ'' محاسبہ نفس اور مراقبہ کے مسائل۔

۱۸۔ ''ہدایۃ المشتاق الی سیر الانفس والآفاق'' سیر نفس اور سیر کائنات کی تفصیلات اور مسائل۔

۱۹۔ ''ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب'' طلب ثواب اور اس کے آداب۔

۲۰۔ ’’اجمل الفکر فی مباحث الذکر‘‘ ذکر کے مسائل۔

۲۱۔ ’’عین المشاہدۃ لحسن المجاہدۃ‘‘ مجاہدہ نفس کے مباحث۔

۲۲۔ ’’تشوق الاؤاہ الیٰ طریق محبۃ اللّٰہ‘‘ محبت الٰہی کا طریقہ اوراس راہ کے تقاضے۔

۲۳۔ ’’نہایۃ السعادۃ فی تحقیق الہمۃ والارادۃ‘‘ ہمت اور ارادہ کے معنی کی تحقیق۔

۲۴۔ ’’اقویٰ الذریعۃ الیٰ تحقیق الطریقۃ والشریعۃ‘‘۔شریعت وطریقت کا باہمی تعلق۔

۲۵۔ ’’ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح‘‘ [1]

حج وزیارت:

خواب میں نبی اکرم ﷺ نے طلب فرمایا، باوجود بیماری اور کمزوری کے چند احباب کے ہمراہ رختِ سفر باندھا اور سوئے حرم روانہ ہوگئے۔ کچھ عقیدت مندوں نے علالت کے پیشِ نظر مشورہ دیا کہ یہ سفر آیندہ سال پر ملتوی کردیجئے، فرمایا:

’’مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ پر باہر رکھوں۔ پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کرجائے۔‘‘

محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے فدائی جذبۂ محبت کی لاج رکھ لی اور خواب ہی میں ایک پیالے میں دوا عنایت فرمائی۔ جس کے پینے سے اس قدر افاقہ ہوگیا کہ مناسکِ حج کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ رہی۔[2]

سفر آخرت:

حدیث شریف میں ہے جو شخص پیٹ کے مرض میں مبتلا ہوکر فوت ہوا وہ شہید ہے۔ اس حدیث کے مطابق حضرت مولانا نقی علی خاں نے شہادتِ معنوی کا مقام پایا۔ کیونکہ خونی اسہال کے عارضے میں بروز جمعرات بوقت ظہر، ماہِ ذیقعدہ کے

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد ا ص ۸۔۷

۲۔ ایضاً: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۹۔۸

آخر ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء میں آپ کا وصال ہوا۔ اور والد ماجد کے پہلو میں محو استراحت ابدی ہوئے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔[1]

وصال کے دن صبح کی نماز پڑھ لی تھی۔ ظہر کا وقت ابھی باقی تھا۔ کہ پیغام اجل آ گیا، حاضرین نے مشاہدہ کیا کہ آخری وقت بار بار سلام کہتے تھے۔ پھر اعضاء وضو پر اس طرح ہاتھ پھیرا جیسے وضو کر رہے ہوں۔ یہاں تک کہ ناک میں پانی ڈالا، گویا اپنے طور پر وہ ظہر کی نماز بھی ادا کر گئے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی آخری لمحات کی چشم دید کیفیت بیان کرتے ہیں:

''جس وقت روح پرفتوح نے جدائی فرمائی، فقیر سرہانے حاضر تھا، واللہ العظیم! ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا اور جس طرح لمعانِ خورشید، آئینہ میں جنبش کرتا ہے۔ یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ کہ زبانِ فیض ترجمان سے نکلا لفظ ''اللہ'' تھا وبس! اور اخیر تحریر کہ دستِ مبارک سے ہوئی ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔[2]

وصال کے بعد امام احمد رضا خاں بریلوی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد آلِ رسول مارہروی، حضرت مولانا نقی علی خاں کے مزار پر تشریف لائے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟

فرمایا: ''آج سے یہاں رہا کریں گے۔[3]

امام احمد رضا خاں بریلوی نے درج تاریخی مادے استخراج فرمائے۔

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۹

۲۔ ایضاً: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۹

۳۔ ایضاً: ص ۹

کان نہایۃ جمع العظماء

۹۷ ھ ۱۲

خاتم اجلۃ الفقہا

۹۷ ھ ۱۲

امین اللہ فی الارض ابدا

۹۷ ھ ۱۲

ان فقدفتلک کلمۃ بھایھتدی

۹۷ ھ ۱۲

ان موتۃالعالِم موتۃ العالَم

۹۷ ھ ۱۲

وفاۃ عالمِ اسلام نلمۃ فی جمع الانام

۹۷ ھ ۱۲

خلل فی باب العباد لاینسدالی یوم القیام

۹۷ ھ ۱۲

کمل لہ ثوابک یوم النشور[1]

۹۷ ھ ۱۲

یاغفور. کمّل لہ ثوابک یوم النشور

۹۷ ھ ۱۲ ۹۷ ھ ۱۲

سرورالقلوب فی ذکرالمحبوب:

یہ کتاب نوابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور دیگر احوال۔

۲۔ آیۂ کریمہ **ورفعنالك ذكرك** کی تفسیر۔

۳۔ آیۂ مبارکہ **ومارسلنك الارحمة للعلمين** کی تفسیر

۴۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ظاہری

۵۔ حسن معنوی و باطنی

۶۔ خصائص شریفہ، دس اوصاف خاصہ

۷۔ معراج شریف۔

۸۔ معجزات۔

۹۔ درود شریف کی اہمیت، اس کے فوائد، نام پاک سن کر درود شریف نہ پڑھنے والوں کی مذمت، درود پاک کی برکتیں۔

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۰۱

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے موضوع پر لکھنے کے لیے صرف ظاہری علم وفضل اور قرآن وحدیث اور کتب سیرت کا مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ آپ کی ذاتِ اقدس سے گہری عقیدت ومحبت بھی ضروری ہے۔ پیش نظر کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف یہ معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مصنف اس دولت سے مالا مال ہیں بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ کرنے والے بھی اس بیش قیمت نعمت سے بقدر استطاعت فیض یاب ہوں گے۔

اس سے پہلے یہ کتاب دو مرتبہ چھپ چکی ہے، دوسری بار ۱۹۱۸ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپی تھی۔ اب تیسری اشاعت کا سہرا شبیر برادرز لاہور کے سر ہے۔

یہ اس ادارہ کی ابتدائی اشاعت ہے، مولائے کریم اس ادارہ کو زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی۔ حضرت مولانا محمد شریف رحمہ اللہ تعالیٰ مہتمم جامعہ نقشبندیہ، ڈسکہ نے اپنے کتب خانہ سے اس کا نسخہ عنایت فرمایا۔ جناب فدا حسین فدا، مدیر مہر وماہ، لاہور نے بڑی محنت سے اس کی پیرا بندی کی۔ قدیم رسم الخط کو جدید کے قالب میں ڈھالا، مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری نے اس کی پروف ریڈنگ کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو ایمان کی سلامتی کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی توفیق بخشے، خاتمہ بالخیر فرمائے اور قیامت کے دن اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی اُمت میں ہیں

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ
۴ جنوری ۱۹۸۵ء

تقریظ :

جامع الاحادیث

از: مولانا محمد حنیف خان مدظلہ (بریلی شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاک و ہند کے فقہاء اور محدثین میں علم و تحقیق کے اعتبار سے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کوہ ہمالیہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس قدر جامع العلوم، وسیع النظر اور کثیر التصانیف اور متبحر عالم ان کے دور سے آج تک کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ طرق حدیث، مراتب احادیث، اسماء الرجال، فقہ کے متون، شروح اور حواشی پر ان کی نظر اتنی وسیع تھی کہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے ہیں، عموماً کسی بھی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں تو پہلے قرآن پاک کی آیات پھر احادیث پیش کرتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی تقلید کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا تو ہے ہی، اس میں احادیث مبارکہ کا بڑا ذخیرہ بھی محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ضرورت تھی کہ فتاویٰ میں پیش کردہ احادیث کو جمع کر کے مرتب کیا جاتا، ملک العلماء مولانا علامہ محمد ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ (والد ماجد ڈاکٹر مختار الدین احمد وائس چانسلر مولانا ظفر الحق یونیورسٹی، پٹنہ) نے اس پہلو پر کام کیا تھا، اور صحیح بہاری کے نام سے چھ جلدیں مرتب کی تھیں جس میں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے بھی احادیث شامل کی تھیں، اس کی دوسری جلد حضرت ملک العلماء کی کوشش سے چھپ گئی تھی، پہلی جلد ابھی چھپنے والی ہے۔

۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء میں فاضل علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری زید علمہ وعملہ

مدرس جامعہ رضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج، فرخ آباد، یو پی کی سالہا سال کی محنت کے نتیجے میں تیار ہونے والی کتاب "امام احمد رضا اور علم حدیث" کے نام سے رضوی کتاب گھر، دہلی نے تین جلدوں میں شائع کی ہے، جبکہ اس کی چوتھی جلد عنقریب طبع ہونے والی ہے۔

پیش نظر کتاب "المختارات الرضویة من الاحادیث النبویة" جامع الاحادیث کے نام سے آپ کے سامنے ہے جو امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساڑھے تین سو تصانیف سے انتخاب کردہ احادیث پر مشتمل ہے، اس میں چار ہزار کے قریب احادیث جمع کی گئی ہیں اور یہ کتاب بڑے سائز کے تقریباً چار ہزار صفحات اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

یہ عظیم الشان کارنامہ فاضل اجل مولانا علامہ محمد حنیف خاں مدظلہ صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف نے انجام دیا ہے، وہ بجا طور پر صد ہزار ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں ان کا یہ کام کئی پہلوؤں سے امتیازی شان کا حامل ہے، مولائے کریم جل مجدہ العظیم انہیں دارین میں اجر جمیل عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ کے لئے مفید کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جامع الاحادیث کی چند امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ احادیث کو فقہی ابواب کے انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔

۲۔ احادیث کے مآخذ بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، بعض احادیث کے دس بیس حوالے دئے گئے ہیں اور یہ بجائے خود بڑی محنت اور تحقیق کا کام ہے۔

۳۔ جن احادیث کا ترجمہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے کیا ہے تلاش کر کے وہی ترجمہ لکھا گیا ہے۔

۴۔ احادیث کے جو فوائد امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمائے ہیں وہ حدیث کے تحت بیان کر دئے گئے ہیں۔

۵۔ احادیث مبارکہ کے کلمات طیبات کی جو شرح امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی ہے اس کا خلاصہ حدیث کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۶۔ جس حدیث پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تفصیلی گفتگو کی ہے اس کے تحت بحث کا خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔

۷۔ جگہ جگہ یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ حدیث صحیح ہے یا حسن۔

۸۔ حدیث کے راویوں کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں۔

۹۔ مقدمہ میں تدوین حدیث، تاریخ حدیث اور اصول حدیث نیز علم حدیث میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مقام ومرتبہ پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

آخر میں تین فہرستیں دی گئی ہیں۔

۱۔ عنوانات

۲۔ مسائل ضمنیہ

۳۔ احادیث کے عربی متن کی حروف تہجی کے اعتبار سے فہرست۔

مختصر یہ کہ "جامع الاحادیث" حدیث شریف کا قابل قدر اور عوام وخواص کے لئے مفید مجموعہ تیار ہو گیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کا شایان شان استقبال کیا جائے اور درجۂ حدیث کے طلباء اور اساتذہ کے لئے اس کا مطالعہ لازمی قرار دیا جائے۔

فاضل علامہ مولانا محمد حنیف خاں مدظلہ کا یہ کارنامہ علمی، تحقیقی اور بنیادی نوعیت کا کام ہے، اس کی جتنی بھی پذیرائی کی جائے کم ہے، رب کریم بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی سعی جمیل کو قبول فرمائے اور انہیں دونوں جہانوں میں ثواب عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

۲۳ رشعبان المعظم ۱۴۲۱ھ
۲۰ رنومبر ۲۰۰۰ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی

باب نمبر ۲:



باب نمبر۲۔ فقہیات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱۔	بذل الجوائز علی الدعا بعد صلاۃ الجنائز	امام احمد رضا خاں بریلوی		۱۹۷۰ء
۲۔	الحجۃ الفائحہ واتیان الارواح	امام احمد رضا خاں بریلوی/ علامہ شرف قادری	ہری پوری ہزارہ	۱۹۶۹ء
۳۔	شرح الحقوق لطرح العقوق	امام احمد رضا خاں بریلوی	ہری پوری ہزارہ	۱۹۷۰ء
۴۔	ایذان الاجر فی الاذان علی القبر	امام احمد رضا خاں بریلوی	ہری پور ہزارہ	۱۹۷۰ء
۵۔	راد القحط والوباء + اعز الاکتناہ	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۷۲ء
۶۔	النیرۃ الوضیۃ شرح الجوہرۃ المضیۃ	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۷۴ء
۷۔	اقامۃ القیامہ	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۸۶ء
۸۔	دو اہم فتوے	امام احمد رضا خاں بریلوی/ مولوی اشرف علی تھانوی	لاہور	۱۹۹۰ء
۹۔	کفل الفقیہ الفاہم (اردو)	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۹۰ء
۱۰۔	فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد اوّل	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۹۰ء
۱۱۔	فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۱۴	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	
۱۲۔	ذبیحہ حلال ہے	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۹۱ء

تقریظ:

بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز

از: امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی شخصیت اس قدر دلآویز ہے کہ جس پہلو سے انہیں دیکھا جائے اسی اعتبار سے ہدیۂ دل پیش کرنے کو جی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم وبیش پچاس علوم میں وہ بے مثال بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ کے معاصرین کو ان علوم میں سے بعض میں ابھی اس کا عشر عشیر حاصل نہ تھا، آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ بلند پایہ تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کو دیکھ کر آپ کی جلالت علمی، دقّتِ نظری، نکتہ آفرینی، قوتِ استدلال، قرآن و حدیث اور کتب سلف پر گہری نظر کا اعتراف کرنے پر ہر موافق ومخالف مجبور ہو جاتا ہے، آپ کے کمال علمی کا سکہ عرب وعجم کے علماء نے تسلیم کیا، آپ نے تمام عمر دین متین کی خدمت میں صرف کر دی، تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کی ابتدا میں آپ کے علم وفضل کا آفتاب نصف النہار کو پہنچ کر پوری تابانی سے چمک رہا تھا، پھر اس کی روشنی بڑھتی رہی، آپ کی پوری زندگی اتباع وحبِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عبارت تھی، انہی وجوہ کی بناء پر علمائے حق نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا، صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فتویٰ نویسی، درس وتدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا اور آخر عمر تک اسے سرانجام دیا، حق گوئی اور بے باکی آپ کا شیوہ تھا، دوسری دفعہ حج بیت اللہ کو گئے تو وہاں حکومت کی جانب سے متعین خطیب نے خطبہ میں پڑھا: "وَارْضَ عَنْ اَعْمَامِ نَبِیِّکَ الْاَطَائِبِ حَمْزَۃَ وَ الْعَبَّاسِ وَ اَبِیْ طَالِبِ" (اے اللہ! تو اپنے نبی کے پاکیزہ چچوں حمزہ، عباس اور ابی طالب سے راضی

ہو، یعنی ابو طالب کا ذکر بھی تھا) یہ ایک واضح بدعت حکومت کی جانب سے تھی، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سنتے ہی آواز بلند سے کہا: ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مُنْکَرٌ'' (اے اللہ! یہ ناپسندیدہ بات ہے) حدیث شریف میں ہے کہ کوئی برا کام دیکھو تو ہاتھ سے منع کرو، نہ ہو سکے تو زبان سے روکو، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانو، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دوسرے حکم پر بخوبی عمل کیا، جبکہ وہاں کے علماء میں سے کسی نے بھی اس کا نوٹس نہ لیا، (ملفوظ شریف حصہ دوم) حبِّ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو گویا آپ کے رگ وپے میں رچی ہوئی تھی، ذرا وعظ نصیحت کی آخری مجلس کی گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں ''جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر باہر پھینک دو'' (وصایا شریف) اسی حبِّ صادق کا اثر تھا کہ آپ نے ساری زندگی میں کبھی کسی گستاخ بارگاہِ رسالت کی رعایت نہ کی، بلکہ اپنے قلم کی تلوار کو ان کے خلاف پوری قوت سے استعمال کیا تاکہ وہ لوگ مجھے طعن وتشنیع کا نشانہ بنا کر اپنا دل خوش کر لیں، اتنی دیر تو میرے آقا ومولا کی شان میں گستاخی نہ کریں گے، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ذاتی معاملات میں رواداری یقیناً اچھی چیز ہے، لیکن محبوب کے بارے میں توہین و بے ادبی کو دیکھ سن کر خاموش رہنا قانونِ محبت کی رو سے ایسا جرم ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا، وہ محبوب بھی کیسا؟ جو نازشِ کائنات ہو، انبیاء کا امام ہو اور جس کے نام عرش سے محبت کے سلام وپیام آتے ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک محبوبِ خدا سرورِ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے کسی جاہ وحشم کے

مالک تاجدار کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی جائز نہ تھا، چنانچہ ایک دفعہ ایک ریاست نانپارہ (ضلع بہرائچ شریف، یوپی) کے نواب کی مدح میں شعراء نے قصیدے لکھے

، کچھ لوگوں نے آپ سے بھی قصیدہ مدحیہ لکھنے کی گزارش کی آپ نے نواب صاحب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی بجائے اس ذات ستودہ صفات کی تعریف میں نعت شریف لکھی کہ خود خدا نے جن کی تعریف فرمائی ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ۔

کروں مدحِ اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

نماز جنازہ کے بعد دعا کے جائز ہونے کے متعلق آپ نے ۱۳۱۱ھ میں ایک رسالہ ''بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز'' (نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر انعامات کی بارش) صرف ایک دن میں تحریر فرمایا، اس میں اس مسئلے کی فقہی تحقیق ہے، اسی سال آپ نے ایک اور فتویٰ تحریر فرمایا جس میں حدیثی بحث ہے اس میں آپ نے کبیری شرح مُنیہ سے صاف اور صریح حدیث نقل فرمائی ہے جس سے جنازہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ہمیں ان دونوں فتووں کو شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے عربی سے ناواقف حضرات کی سہولت کے پیش نظر عربی عبارات کا ترجمہ کر دیا گیا ہے اصل عبارت اور ترجمے میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ترجمے کے ارد گرد بریکٹ لگا دی گئی ہے۔

۱۹۶۹ء میں ''حیلۂ اسقاط'' کے نام سے ایک اشتہار دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور کی طرف سے شائع ہوا تھا، اسے بھی اضافے کے ساتھ آخر میں شامل کر دیا گیا ہے اور اس کا نام ''غایۃ الاحتیاط نے جواز حیلۃ الاسقاط'' (حیلۂ اسقاط کے جواز میں انتہائی احتیاط) رکھا گیا ہے اور سب سے آخر میں جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مختلف فتووں کا خلاصہ درج کر دیا گیا ہے، گویا پیش نظر کتاب چار رسالوں کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور دین

متین کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔

اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت ۱۰؍شوال ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی، آپ عمر بھر حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شراب طہور پلاتے رہے ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ مبارک کے دن ادھر مؤذن نے ''حی علی الفلاح'' کہا ادھر آپ کے چہرۂ انور پر نور کا ایک شعلہ لپکا اور آپ فوز وفلاح کے عطا کرنے والے رب کریم کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور

۱۹۷۰ء

تعارف:

الحجۃ الفائحہ و اتیان الارواح

از امام احمد رضا خاں بریلوی

(ترجمہ: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

اعلیحضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ عرب وعجم کے اہل علم نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ آپ کی عظمت وجلالت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام علوم مروّجہ کی اپنے والد ماجد امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں قدس سرہٗ سے تکمیل کر کے مسند تدریس وافتاء پر فائز ہو گئے، اور تمام عمر خدمت دین میں صرف کر دی آپ کی زندگی کا نصب العین پرچم اسلام کو بلند کرنا، اللہ تعالیٰ کی قدوسیت ویکتائی اور نبی اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت شان سے لوگوں کو آگاہ کرنا تھا۔

گم رضائش در رضائے مصطفےٰ   زاں سبب شد نام او احمد رضا

آپ کے شب وروز اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم علیہ التحیۃ والثناء کی محبت کی سرشاری میں گزرتے۔ آپ کا مطمح نظر یہ تھا کہ تمام مسلمان اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے کیف اور مستی میں ڈوب جائیں تا کہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کے محب صادق بن سکیں، اور انہیں راہ شریعت پر ثابت قدمی نصیب ہو۔ اور وہ کفر وضلالت کی مہیب گھاٹیوں سے کُلیۃً دور ہو جائیں۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ نے ایک دفعہ عرض کی کہ:

''آپ اپنی تحریر میں اتنی شدت نہ استعمال فرمایا کریں تا کہ ہر شخص ان سے فائدہ حاصل کر سکے۔''

آپ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا:

''مولانا اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو میں شانِ رسالت کے گستاخوں کا سر قلم کر دیتا، چونکہ ایسا اختیار میرے پاس نہیں، اس لئے میں پوری شدت سے اپنے قلم کو استعمال کرتا ہوں تاکہ وہ لوگ اس طرف سے ہٹ کر مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنالیں، اتنی دیر تو میرے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے۔''

اسی طرح جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا۔

فان ابی و والدتی و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

''میرے والدین اور میری عزت، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کیلئے تمہارے مقابلے میں ڈھال ہے۔''

آپ نے ایک ہزار کے لگ بھگ قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان میں سے ہم ایصال ثواب کیلئے دن مقرر کرنے کے بارے میں ''الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ'' مع ترجمہ اور موت کے بعد ارواح کے اپنے گھروں میں آنے کے متعلق ''اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح'' ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ اس سعادت کا سہرا بجا طور پر جناب صاحبزادہ محمد طیب الرحمٰن صاحب صدر جمعیت علمائے پاکستان ہزارہ و ناظم اعلیٰ دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ اور تمام ان معاونین کے سر ہے جنھوں نے ہمارے ساتھ درہے قدمے اور سخنے تعاون کیا جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اعلیٰحضرت کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ آخر آپ عرصہ تک شریعت وطریقت کے متوالوں کو قرآن وحدیث کا شربت جانفزا پلاتے ہوئے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ مبارک کے دن ادھر مؤذن نے حی علی الفلاح کہا ادھر آپ اپنے رب قدیر کے دربار میں حاضر ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ہ

محمد عبد الحکیم شرف قادری لاہوری

ابتدائیہ:

شرح الحقوق لطرح العقوق

(از امام احمد رضا خاں بریلوی

مترجم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز اس دور کی وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کی جلالت علمی اور کمال علمی میں نظیر نہیں ملتی۔ وسعت علم اور رائے کی پختگی میں پورے دور میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ خدمت دین میں جس خلوص، سعی مسلسل اور بے باکی کا آپ نے مظاہرہ فرمایا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کے انتہائی مقبول نظر سید ایوب علی شاہ صاحب رضوی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

> ''اللہ تعالیٰ نے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام میرے ذمے فرما دیا ہے، اگر دس آدمی میری امداد کو ہوتے تو جو کچھ سینے میں ہے کسی قدر باہر آجاتا۔''

اور ایک دفعہ فرمایا کہ:

> ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری عمر سے دس گناہ زیادہ کام لے لیا ہے یہ اس کا انتہائی فضل وکرم ہے۔''

حقیقت بھی یہ ہے کہ جس نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اس نے برملا اس بات کا اعتراف کیا کہ آپ علم وفضل کے بحر ناپیدا کنار ہیں۔ آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ تصنیفات آج بھی اس بات کی صداقت پر شاہد ہیں۔ صرف فتاویٰ رضویہ ہی کو لے لیجئے اس میں آپ نے ہزاروں مسائل پر بے لاگ تحقیق وتدقیق فرمائی ہے۔ آپ کی تصنیفات کے مطالعہ کرنے والوں کو پہلا احساس یہ ہوتا ہے کہ آپ قلم کے بادشاہ ہیں،

اور کتاب وسنت اور علمائے امت کے فرمودات پر بہت ہی گہری نظر رکھتے ہیں۔

سید ایوب علی شاہ صاحب رضوی فرماتے ہیں:

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے بہنوئی اشتیاق علی صاحب تشریف لائے اور حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ:

''ہمارے ہاں ایک مشین آئی ہے کہ اس میں ضرب، تقسیم، جمع اور تفریق کا مشکل سے مشکل سوال ڈالا جائے تو وہ بہت جلد اسے حل کر دیتی ہے۔''

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

''اس میں تعجب کی کونسی بات ہے، میرے پاس ایک ایسا صندوق ہے جس کے سامنے کسی علم کا بھی سوال پیش کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ فوراً جواب مل جائے گا۔''

انہوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا ''وہ کون سا صندوق ہے، ہمیں بھی دکھائیے''

آپ نے بٹن کھول کر سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ صندوق ہے۔''

چنانچہ ایک دفعہ علیگڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے آنے کی غرض دریافت کی، انہوں نے کہا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کہا فرمائیے۔ انہوں نے کہا وہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اتنی جلدی عرض کر دوں۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا آخر کچھ تو فرمائیے۔ وائس چانسلر صاحب نے اپنا سوال پیش کیا۔ آپ نے اسی وقت اس کا جواب بیان فرما دیا۔ جواب سنتے ہی وائس چانسلر صاحب محو حیرت ہو گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے کہ:

''میں سنا کرتا تھا علم لدنی بھی کوئی چیز ہے آج تو آنکھوں سے دیکھ لیا، میں تو اس لاینحل مسئلے کے لئے جرمن جانا چاہتا تھا یہ تو ہمارے پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب نے رہنمائی فرمائی کہ مجھے اس آستانے کی حاضری نصیب ہوئی۔''

وائس چانسلر صاحب بصد فرحت و مسرت واپس تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا اس قدر اثر ہوا کہ نہ صرف داڑھی رکھ لی بلکہ نماز اور روزے کے بھی پابند ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پاس اگرچہ بے شمار کتابیں تھیں لیکن ''العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ'' آپکے پاس نہ تھی ایک دفعہ آپ پیلی بھیت تشریف لے گئے تو حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کو فرمایا کہ جاتے وقت ''العقود الدریہ'' مجھے دے دیجئے۔ حضرت محدث صاحب نے کتاب لاکر پیش کر دی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ آپ کے پاس تو بہت سی کتابیں ہیں، میرے پاس یہی چند کتابیں ہیں، انہی سے فتویٰ لکھا کرتا ہوں، ملاحظہ فرما کر بھیج دیں۔ اتفاقاً اس دن روانگی نہ ہو سکی دوسرے دن آپ نے وہ کتاب واپس بھیج دی۔ حضرت محدث صاحب نے سمجھا کہ شاید میری بات سے آپ کو ملال ہوا ہے۔ آپ اسٹیشن پر تشریف لائے اور کہا کہ ''میرا مطلب یہ تو نہ تھا کہ آپ یہ کتاب ابھی دے دیں، آپ جب بھی اسے ملاحظہ فرمالیں واپس بھیج دیں۔' اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''میں نے یہ ساری کتاب دیکھ لی ہے، اب لے جانے کی ضرورت نہیں'' حضرت محدث صاحب نے کہا کہ ''کیا ایک دفعہ دیکھ لینا ہی کافی ہوگا؟ آپ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین ماہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہو گی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا، اور مضمون تو ان شاء اللہ عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا'' یاد رہے کہ ''العقود الدریہ'' دو ضخیم جلدوں میں ہے، لیکن خداداد حافظے کا اندازہ کیجئے کہ ایک نظر ملاحظہ فرمانے سے اس کا مضمون عمر بھر کیلئے محفوظ ہو گیا۔

آپ باقاعدہ پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے، باوجودیکہ آپ کی طبیعت حار (گرمی والی) تھی گرمیوں میں بھی نماز دستار اور انگرکھے کے ساتھ ادا کرتے، بالخصوص فرض تو کبھی بھی صرف ٹوپی اور کُرتے کے ساتھ ادا نہ کرتے۔ چلنے کی حالت یہ تھی کہ پائے مبارک کی چاپ سنائی نہ دیتی۔ خود پہلے سلام کہتے، غرباء فقراء اور بیوہ عورتوں کی

بالخصوص امداد فرماتے، بلکہ بیرونی ضرورت مندوں کو منی آرڈر کے ذریعے پیسے بھیجا کرتے۔

ایک دفعہ ایک سید صاحب تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ ''دلواؤ سید کو'' اعلیٰ حضرت نے دینی اخراجات کے لئے اپنی آمدنی میں سے دو سو روپے ماہانہ مقرر کئے ہوئے تھے۔ وہی رقم لیکر باہر تشریف لائے اور سید صاحب کی خدمت میں پیش کر کے فرمایا: ''حضور حاضر ہیں'' سید صاحب کچھ دیر تک اس رقم کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چونی اٹھائی اور فرمایا: ''بس آپ لے جایئے'' اسی وقت اعلیٰ حضرت نے خادم کو فرمایا، جس وقت سید صاحب تشریف لائیں ان کو دو چونی پیش کر دیا کرو، ان کو مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ تھی آپ کی سخاوت اور سادات کرام کی تعظیم۔ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب قدس سرہ نے کیا خوب نعتیہ شعر کہا ہے یہ اسی کی اتباع تھی۔

کیوں اپنی گلی میں روادار صدا ہو ۔۔۔ جو بھیک لئے راہِ گدا دیکھ رہا ہو

باوجود اس علم و فضل، سخاوت و کرامت اور اتباع شریعت مقدسہ آپ سراپا انکسار تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ مولانا سید شاہ برکت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس پر تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا سید اسمٰعیل شاہ صاحب نے اصرار کیا کہ آپ کچھ بیان فرمائیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے حاضرین سے فرمایا کہ:

> ''میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو کیا وعظ و نصیحت کروں۔ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں، ان کے متعلق جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا بیان کر دوں گا، کیونکہ اس وقت جواب دینا شرعی طور پر میرے ذمہ ہو جائیگا۔''

چنانچہ حاضرین میں سے کسی آدمی نے اٹھ کر ایک سوال کر دیا آپ نے اس کے جواب میں اسی مسئلے کے متعلق پُر مغز تقریر فرمادی۔

اسے کہتے ہیں انکسار و تواضع کہ باوجود اتباع سنت کی سختی سے پابندی کرنے کے باوجود یہ سمجھنا کہ ابھی تک مجھ سے شریعت مقدسہ کی کامل اتباع نہیں ہو سکی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی والہانہ محبت اور بے ساختہ عقیدت کو کون نہیں جانتا؟ ایک واقعے کا تذکرہ لطف سے خالی نہیں ہوگا، جس میں محبت کی تڑپ اور وارفتگی کی فراوانی کے ساتھ ساتھ دربار رسالت میں آپ کی بے حد مقبولیت کی جھلک بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

جب آپ دوسری دفعہ حج بیت اللہ شریف کو گئے تو یہ امنگ لے کر روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے کہ کاش حالت بیداری میں جمالِ جہاں آرا کی زیارت ہو جائے۔ چنانچہ مواجہہ شریفہ کے سامنے کھڑے، ہوکر آپ درود پاک پڑھتے رہے، لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا، جس سے ان کی طبیعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا، اسی حالت دردوسوز میں ایک نعت شریف لکھی جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

آخر میں نہایت خاکسارانہ انداز میں التجا پیش کی:۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا   تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت شریف مواجہہ شریفہ کے سامنے پڑھ کر انتظار میں باادب بیٹھ گئے، قسمت کا ستارہ جاگ اٹھا اور آفتاب رسالت ماہتاب نبوت کا آنکھوں سے دیدار میسر آ گیا۔

اللھم ارزقنا لقاء حبیبک الرؤف الرحیم.

۱۸رمئی ۱۹۶۹ء یوم رضا کے موقع پر زینت القراء قاری غلام رسول صاحب نے برکت علی محمڈن ہال لاہور میں یہی نعت شریف اپنی پرسوز آواز میں پڑھی تو آخری مصرعہ:

''تجھ سے کتّے ہزار پھرتے ہیں'' کی بجائے ''تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں۔''

پڑھ دیا تو سامعین میں سے بشیر حسین ناظم صاحب نے کہا: قاری صاحب اسی طرح پڑھئے جس طرح اعلیٰ حضرت نے کہا ہے۔ قاری صاحب نے جب اعلیٰ حضرت ہی کے الفاظ دہرائے۔

ع   ''تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں''

تو سامعین پر وجد طاری ہو گیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

جمعیت علمائے سرحد پاکستان کی طرف سے آپ کا ایک نایاب رسالہ: شرح الحقوق لطرح العقوق شائع کیا جا رہا ہے، جس میں والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق کی کافی تفصیل ہے۔ بے شک یہ جمعیت کا عظیم کارنامہ ہے جس کے لئے جمعیت کے تمام اراکین مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ ر جون ۱۸۵۶ء ہفتے کے دن بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی اور صرف ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی عمر میں اپنے والد ماجد امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروجہ علوم کی تکمیل کر کے مسند تدریس وافتاء پر فائز ہو گئے۔ تمام عمر شریف دین متین کی بے لوث خدمت کی، بے دینوں کا پوری قوت سے رد کیا اور امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ اور آقا و مولیٰ تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سبق سکھایا۔ ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ کو ادھر مؤذن نے حی علی الفلاح کہا ادھر آپ کے چہرۂ انور پر نور کا ایک شعلہ لپکا اور آپ جان آفریں کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

خبرِ غم:

اعلیٰ حضرت کے بھتیجے اور طبیب خاص اور استاذِ زمن مولانا حسن رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد حسین رضا خاں صاحب نوری ۱۹ رشوال ۱۳۸۹ھ کو ہری پور ہزارہ میں رحلت فرما گئے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر اپنی رحمت کی بارش فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اراکین جمعیت شریک غم اور دست بدعا ہیں۔

(محمد عبدالحکیم شرف، لاہور)

الخطاب لعلماء العصر

از: علامۃ الدہر مولانا عبدالعزیز پرہاروی ملتانی

اَیَاعُلَمَاءَ الْهِنْدِطَالَ بَقَاءُ کُمْ وَزَالَ بِفَضْلِ اللّٰهِ عَنْکُمْ بَلاءُ کُمْ

اے متحدہ پاک و ہند کے علماء! تم سلامت رہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمہاری مصیبتیں دور ہوں۔

رَجَوْتُمْ بِعِلْمِ الْعَقْلِ فَوْزَسَعَادَةٍ وَاَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ یَّخِیْبَ رَجَاءُ کُمْ

تم علوم عقلیہ کے ذریعے سعادت کے حصول کے خواہاں ہو مجھے خدشہ ہے کہ تمہاری آرزو خاک میں نہ مل جائے۔

فَلَافِیْ تَصَانِیْفِ الْاَثِیْرِهِدَایَةٌ وَلَافِیْ اِشَارَاتِ ابْنِ سِیْنَاشِفَاءُ کُمْ

کیونکہ اثیر الدین ابہری کی کتابوں (ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ) میں کچھ بھی ہدایت نہیں ہے اور نہ ہی ابوعلی ابن سینا کی (کتاب) اشارات میں تمہارے لئے شفا ہے۔

وَلَاطَلَعَتْ شَمْسُ الْهُدٰی مِنْ مَّطَالِعِهٖ فَاَوْرَاقُهَادَیْجُوْرُکُمْ لَاضِیَاءُ کُمْ

ابن سینا کی کتاب مطالع الانوار سے ہدایت کا آفتاب طلوع نہ ہو سکا اس کے اوراق تمہارے لئے روشنی نہیں تاریکی ہیں۔

وَلَاکَانَ شَرْحُ الصَّدْرِ یَشْرَحُ صَدْرَکُمْ بَلِ ازْدَادَمِنْهُ فِی الصُّدُوْرِ صُدَاءُ کُمْ

صدرالدین شیرازی کی کتاب "صدرا" (شرح ہدایۃ الحکمۃ) سے شرح صدر نہیں ہوتا بلکہ سینے کی کدورت بڑھ جاتی ہے۔

وَبَازِغَةٌ لَاضَوْءَ فِیْهَااِذَابَدَتْ وَاَظْلَمَ مِنْهُ کَاللَّیَالِیْ ذُکَاءُ کُمْ

محمود جونپوری کی کتاب شمس بازغۃ (درخشندہ آفتاب) جب رونما ہوئی تو اس میں کچھ تابانی نہیں بلکہ اس سے تمہاری ذکاوت رات کی طرح تاریک ہو گئی ہے۔

وَسُلَّمُکُمْ مِمَّایُفِیْدُتَسَفُّلًا وَلَیْسَ بِهٖ نَحْوَالْعُلُوْمِ ارْتِقَاءُ کُمْ

مولانا محب اللہ بہاری کی ''سُلَّم العُلوم'' علوم کی طرف عروج کا ذریعہ نہیں بلکہ وہ تو پستی کا سبب ہے۔

فَمَاعِلْمُكُمْ يَوْمَ الْمَعَادِ بِنَافِعٍ   فَيَاوَيْلَتٰى مَاذَايَكُوْنُ جَزَاءُ كُمْ

تمہارا علم قیامت کے دن نفع نہیں دے گا، افسوس نہ معلوم اس دن تمہاری کیا جزا ہوگی؟

اَخَذْتُمْ عُلُوْمَ الْكُفْرِ شَرْعًا كَاَنَّمَا   فَلَاسِفَةُ الْيُوْنَانِ هُمْ اَنْبِيَاءُ كُمْ

تم نے کافروں (فلاسفۂ یونان) کے علوم کو شریعت کا درجہ دے رکھا ہے، گویا یونان کے فلسفی تمہارے انبیاء ہیں۔

مَرِضْتُمْ فَزِدْتُمْ عِلَّةً فَوْقَ عِلَّةٍ   تَدَاوَوْابِعِلْمِ الشَّرْعِ فَهُوَ دَوَاءُ كُمْ

تم تو بیمار ہو تمہاری بیماری دن بدن بڑھ رہی ہے، تم شریعت کے علم سے اپنا علاج کرو بس تمہارا یہی علاج ہے۔

صِحَاحُ حَدِيْثِ الْمُصْطَفٰى وَحِسَانُهٗ   شِفَاءٌ عَجِيْبٌ فَلْيَزُلْ مِنْهُ دَاءُ كُمْ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح اور حسن حدیثیں شفاء کا عجیب سرچشمہ ہیں اور اللہ کرے کہ اِن سے تمہاری بیماری جاتی رہے۔

شرفؔ قادری

۱۹۷۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اوّل:

شرح الحقوق

۱۹۴۷ء میں اسلامیانِ ہند کو پاکستان حاصل کرنے کے لئے بے شمار قربانیاں دینی پڑی تھیں۔ مکانات، زمینیں، دکانیں اور مال و دولت سب کچھ دے کر پاکستان حاصل کیا گیا۔ بلکہ پھول ایسے نونہال بچوں کو کرپانوں اور برچھیوں کی نوکوں پر تڑپتے دیکھنا پڑا۔ قوم کی بے شمار عفت مآب بیٹیوں کی سربازار بے عزتی ہوتے دیکھ کر بے کسی اور بے بسی کے عالم میں خون کے آنسو بہانے پڑے۔ لیکن دل میں ایک دھن تھی کہ قافلہ سوئے منزل چلتا ہی رہا اور تکالیف کے طوفان بھی اسکے قدم نہ روک سکے۔ ۱۹۶۵ء میں ہمارے ملک پر مکار اور عیار دشمن نے کئی گنا طاقت کے غرور پر چوروں کی طرح حملہ کر دیا۔ لیکن ہمارے شیر دل فوجی کوہِ استقامت بن کر ڈٹ گئے۔ ہزاروں بچے یتیم ہو گئے، سینکڑوں سہاگنوں کے سہاگ لٹ گئے، ان گنت بہنوں کے بھائی، اور ماؤں کے لال ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گئے۔ لیکن آہنی عزم رکھنے والے ہمارے فوجی بھائیوں کے حوصلے بلند سے بلند تر ہوتے گئے اور انہوں نے وطن عزیز کی حفاظت کا حق ادا کر دیا۔

مقام غور ہے کہ کیا اتنی قربانیاں دے کر یہ ملک اس لئے حاصل کیا گیا تھا اور اس لئے اس کی حفاظت کی تھی کہ ہمیں روٹی اور کپڑا ملتا رہے؟ روٹی اور کپڑا تو اس وقت بھی ملتا تھا جب انگریز حکومت کر رہے تھے۔ اور اگر ہندو حکومت سنبھال لیتے تو بھی چنداں فرق نہ پڑتا۔ بلکہ ان سب قربانیوں کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا اپنا ایک ملک ہو، جس میں اسلام کو پوری آزادی سے نشوونما کا موقع مل سکے۔ ہمارا قانون اسلامی ہو، رہن سہن اسلامی ہو، ہمارا طرز وطریق، ہمارے آداب واخلاق پوری طرح اسلام کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بیس برس سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود ہمارے ملک میں قانون اسلام نافذ نہ ہو سکا۔ اور دُکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اب تو ایسے لوگ بھی پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کے نام پر حاصل کئے ہوئے ملک میں

غیر اسلامی قانون اور ازم نافذ کرنے کی آوازیں اٹھا رہے ہیں۔ اور غریب لوگوں کو روٹی کپڑے اور مکان کا چکر دے کر اور اسلام سے دُور کر کے خود مسندِ اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام صرف نماز روزے کے مسائل پر ہی مشتمل نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اخلاقیات، عملیات اقتصادیات، معاشیات اور دفاع غرضیکہ اسلام کے قوانین ہر پہلو میں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حال میں ہمارے اندر اپنے ربّ کریم کی فرمانبرداری کا جذبہ موجزن رہے، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہمارے پیش نظر رہے۔ اسلام نے ہمیں نہ صرف دنیا کی کامیابی کا راستہ بتایا ہے بلکہ ہمیں آخرت کی کامرانی کے راز سے بھی آگاہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی ہم اسلام کو دل وجان سے چاہتے ہیں۔ اور ہم بنیادی طور پر نہ پنجابی ہیں، نہ ہزاروی، نہ بنگالی ہیں، نہ سرحدی، ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام۔ علاقائی نسبتیں محض ثانوی حیثیت رکھتی ہیں، ہمارا یہ رشتہ ایسا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ سرمایا ہے جو ہمیں جان ومال سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ ہم کسی صورت میں اسلام کے بغیر کسی قانون اور ازم کو قبول نہیں کر سکتے۔ اسلام ہی ہمارا اعتقادی قانون ہے، یہی ہمارا اقتصادی نظام ہے اور یہی ہمارا سرمایۂ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر قائم رہنے اور اس کی صحیح حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

ان شاء اللہ العزیز عنقریب ملکی انتخابات ہوں گے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ایسے لوگوں کو ووٹ دیں اور ایسے نمائندوں کو منتخب کریں جو محض مقصد برآری کے لئے اسلام کا نام نہ لیتے ہوں، بلکہ دلی طور پر اسلام کو چاہتے ہوں، اور دینی جذبات بھی رکھتے ہوں، کیونکہ وطن عزیز اور دین عزیز کی حفاظت صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ دین پسند لوگ منتخب ہو کر آگے آئیں اور اپنی تمام قوتوں کو قانون اسلام کے نفاذ کے لئے صرف کردیں اور ملک میں اسلامی نظامِ تعلیم کو رائج کرنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادیں۔

یکم ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ
۱۰ر جنوری ۱۹۷۰ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور
ناظم جمعیت علمائے سرحد پاکستان
دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ)

تعارف:
ایذان الاجر فی الاذن علی القبر
(از امام احمد رضا خاں بریلوی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ نہایت ہی کم عمری کے عالم میں گردو پیش علم و فضل، تحقیق و تدقیق کے لہلہاتے ہوئے باغ دکھائی دئے۔ آپ کو ذکاوت و فطانت، جودتِ ذہنی، عمیق النظری، فکری گہرائی اور گیرائی ورثے میں ملی تھی۔ آپ کے والد ماجد امام المتکلمین فخر المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب اور جدِ امجد بحر العلوم والفنون رئیس المدققین مولانا رضا علی خاں یگانۂ روزگار ہستیاں تھیں، اور فضل و کمال میں بے مثال، ان حضرات کی تربیت میں آپ نے صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تمام مروجہ علوم و فنون کی تکمیل کرلی۔ اور ایک وقت وہ آیا جب اہل علم نے آپ کو بالاتفاق مجددِ عصر تسلیم کیا۔

آپ نے کم و بیش چھوٹی بڑی ایک ہزار کتابیں لکھیں، جنہیں علماء و فضلاء کے حلقے میں نہایت وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اپنی افادیت کے پیش نظر بے حد مقبول ہیں۔ مخالفین بھی اگر ٹھنڈے دل سے مطالعہ کریں تو انہیں مصنف کی عظمت و جلالت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

آپ علماء کے اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جن کی نظر میں دنیاوی جاہ و حشم رکھنے والے امراء و سلاطین کوئی وقعت نہیں رکھتے، چنانچہ ایک دفعہ مولانا ہدایت رسول صاحب حاضر ہوئے ان کا تعلق نواب رام پور نواب حامد علی خاں سے تھا۔ وہ جب بھی نواب صاحب کی کوئی بات کرتے تو یوں کہتے کہ "سرکار نے یوں کہا' سرکار نے یوں کہا۔" اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے برجستہ فرمایا۔

بجز سرکارِ سرِّ کارِ ایجاد سروکارے بہ سرکارے ندارم

"یعنی ایجاد کائنات کے سرِّ اعظم سرکار دو عالم ﷺ کے سوا ہمیں
کسی (دنیاوی) سرکار سے غرض نہیں ہے۔"

بایں ہمہ استغناء جب ایک سید صاحب تشریف لائے اور کہا کہ میں ایک مفلوک الحال آدمی ہوں اور نواب حامد علی خاں آپکی بہت عزت کرتے ہیں، اگر آپ ان کی طرف رقعہ لکھ دیں تو مجھے روزگار مہیا ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "وہ رافضی ہے، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تعمیلِ ارشاد کے طور پر لکھ دیتا ہوں" رقعے کا مضمون یہ تھا:

اِنْ اَعْطَیْتَ فَاللّٰهُ الْمُعْطِیْ وَ الْعَبْدُ مَشْکُوْرٌ وَاِنْ مَّنَعْتَ فَاللّٰهُ الْمَانِعُ وَالْعَبْدُ مَعْذُوْر

فقیر قادری احمد رضا

"اگر حامل ہذا کو کوئی مقام دیدو تو درحقیقت اللہ عطا فرمانے والا ہوگا
اور بندہ مشکور، اور اگر نہ دو تو یہ بھی اسی کی طرف سے ہوگا اور بندہ معذور۔"

جب سیّد صاحب رقعہ لے کر نواب صاحب کے پاس پہنچے تو نواب صاحب نے حد درجہ عزت افزائی کی، اور رقعہ کو لے کر سر پر رکھا، اور مدار المہام سے کہا کوئی جگہ خالی ہو تو انہیں وہاں لگادو۔ مدار المہام نے کہا فی الحال ۷۰ روپے ماہانہ کی جگہ خالی ہے۔ نواب صاحب نے کہا "انہیں وہاں مقرر کردو، پھر کوئی اچھی جگہ ہوئی تو وہاں ان کا تعین کردینا۔"

یہ دونوں واقعے امام المحدثین قدوۃ الفقہاء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ نے بیان فرمائے۔

اہل سنت و جماعت کا آفتاب جہاں تاب تمام عمر اہل عالم کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منور کر کے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ اذانِ جمعہ کے دوران ظاہر بین آنکھوں سے روپوش ہو گیا۔ (رضی اللہ عنہ وأرضاہ)

قادریم نعرۂ غوثِ اعظم مے زنم　　　دم زِ شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

محمد عبدالحکیم شرف قادری بریلوی

مدرس جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ

تعارف:

(۱) رادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء

(۲) اعزالاکتناہ فی ردصدقۃ مانع الزکوٰۃ

(ازامام احمد رضا خاں بریلوی)

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، ریاضی دان، متکلم، حافظ، قاری، مفتی، جملہ علوم کے متبحر فاضل، شیخ طریقت، مجدد شریعت اور نعت گو شاعر محلہ جسولی بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا نقی علی خاں، علامہ عبدالعلی رامپوری، مرزا غلام قادر بیگ اور مولانا شاہ ابو الحسین نوری مارہروی سے علوم دینیہ اور مسائل طریقت کا استفادہ کیا، پونے چودہ سال کی عمر میں سندِ فراغ حاصل کر کے تدریس، افتاء اور تصنیف کی مسند پر فائز ہو گئے۔ ۱۸۷۷ء میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت اور حج کے لئے گئے، وہاں مفتی شافعیہ مولانا سید احمد دحلان اور مفتی حنفیہ مولانا عبدالرحمٰن سراج وغیرہما سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول کی سندیں حاصل کیں۔ ۱۹۰۶ء میں دوبارہ سفر زیارت کیا، مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران نوٹ کے مسائل کے بارے میں ''کفل الفقیہ الفاہم'' عربی اور بعض سوالات کے جواب میں ''الدولۃ المکیۃ'' عربی ضخیم کتاب یادداشت کی مدد سے چند گھنٹوں میں لکھی۔ جس پر حرمین شریفین کے اکابر علما نے گراں قدر تقریظیں لکھی ہیں۔

آپ نے پچاس مختلف علوم وفنون میں ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں لکھیں، جن میں سے ''فتاویٰ رضویہ'' بارہ ضخیم جلدوں میں ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' قرآن کریم کا سلیس ورواں، مستند تفاسیر کا نچوڑ اور اردو تراجم میں امتیازی شان کا حامل ترجمہ، اور ''جد الممتار'' علامہ ابن عابدین شامی کی شہرہ آفاق کتاب ''ردالمحتار'' کا پانچ مبسوط جلدوں میں عربی حاشیہ نہایت اہم ہیں۔ اہل سنت وجماعت کے علماء ومشائخ آپ سے

گہری عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کو ''اعلیٰ حضرت'' کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔

جب گاندھی کی ''آندھی'' چلی اور بڑے بڑے زعماء ''ہندو مسلم اتحاد'' کے پُر فریب نعرے سے متاثر ہو گئے۔ اس وقت آپ کی ذات گرامی ہی تھی جس نے بروقت کتاب وسنت کی روشنی میں ''دو قومی نظریہ'' پیش کیا اور اتحاد کے اس نعرے کے خوفناک مضمرات سے آگاہ کیا۔ بعد کے حالات و واقعات نے آپ کی دور اندیشی اور ژرف نگاہی کا ایسا ثبوت مہیا کر دیا کہ آج کوئی مسلمان ''دو قومی نظریئے'' کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔

علوم دینیہ کے جلیل القدر فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کا ذوق بھی رکھتے تھے، لیکن ان کا ذوقِ سلیم حمد و ثنا اور نعت و منقبت کے علاوہ کسی صنفِ سخن کی طرف متوجہ نہیں ہوا' ان کے کلام میں عالمانہ وقار ہے۔ قرآن و حدیث کی ترجمانی ہے۔ سوز و ساز اور کیف و سرور ہے۔ آپ کے مشہور زمانہ سلام کی گونج پاک و ہند کے کسی بھی گوشے سے سنی جا سکتی ہے۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں! کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

شریعت و طریقت کا یہ آفتاب ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو نماز جمعہ کے وقت بریلی شریف میں روپوش ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ' کے دو رسالے ہدیہ قارئین ہیں۔ پہلا رسالہ ''رادُّ القحط والوباء'' ہے اس میں کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ قحط اور وبا کا علاج، گناہوں کا کفارہ، وسعت رزق کا مجرب عمل اور بخشش کا وسیلہ ہے۔ یہ نایاب رسالہ عرصہ کے بعد منظر عام پر آ رہا ہے۔ دُوسرا رسالہ ''اعز الاکتناہ'' ہے اس میں زکوٰۃ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ صاحبِ نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کے صدقات و خیرات مقبول نہیں۔ تاوقتیکہ وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے اور جس کے ذمہ فرائض ہوں اس کے نوافل قابل قبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

اشاعت العلوم چکوال ضلع جہلم

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

اجمالی تعارف:

النیرۃ الوضیئۃ شرح الجوہرۃ المضیئۃ

امام احمد رضا خاں بریلوی

امام احمد رضا خاں بریلوی ۱۰ ر شوال بروز ہفتہ ۱۸۵۶ء/۱۲۷۲ھ میں رونق افزائے دارِ دنیا ہوئے۔ تمام علوم وفنون والدِ ماجد امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں قدس سرہٗ سے حاصل کر کے ۱۴ ر شعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں فارغ ہو گئے اور اسی دن رضاعت کے ایک استفتاء کا جواب لکھا اور والد ماجد نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔ دنیائے اسلام کا یہ بطلِ جلیل اور اہل سنت کا مہر منیر ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو اہل عالم کی نظرِ ظاہر سے روپوش ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۳ سال کی عمر میں والد ماجد کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے وہاں اہل نظر نے نگاہِ اوّلین میں آپ کی عبقریت کا اندازہ کر لیا اور آپ کی جبینِ انور سے نمودار ہونے والے سعادت وہدایت کے انوار کا واضح الفاظ میں اعلان کیا، چنانچہ ایک دن آپ نے نماز مغرب مقامِ ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا: ''انی لاجد نور اللّٰہ من ھذا الجبین '' (بے شک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں)۔ اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں۔ (تذکرہ علمائے ہند مترجم)

حضرت شیخ جمل اللیل نے اپنی تصنیف ''الجوہرۃ المضیئۃ'' (مذہب شافعی

کے مطابق مسائل حج پر مشتمل عربی قصیدہ) کی شرح لکھنے کی فرمائش کی۔اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کی شرح ''النیرۃ الوضیئۃ'' کے نام سے لکھ کر پیش کر دی، جس میں ترجمۂ متن اور ایضاحِ مطالب کے علاوہ نہایت اختصار کے ساتھ مذہب حنفی کی وضاحت بھی کر دی اور واپس آکر اس پر ''الطرۃ الرضیۃ'' کے نام سے حاشیہ سپرد قلم فرمایا۔

یہ مجموعہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب قدس سرہٗ العزیز نے ۶۰۰ کی تعداد میں شائع کیا تھا اور عرصہ سے نایاب تھا۔اتفاقاً ہمیں اس کا ایک نسخہ مل گیا جس میں حواشی صفحہ وار نہ تھے بلکہ کتاب کے آخر میں مجتمع تھے۔بڑی محنت سے اس رسالہ کو نقل کیا۔حواشی کو صفحہ وار کیا،فہرست مرتب کی۔پیر گرافنگ اگرچہ خاطر خواہ نہیں تاہم یہ بھی ایک اضافہ ہے۔مولانا شاہ محمد صاحب قصوری نے کتابت میں بڑی محنت کی ہے۔مولانا محمد منشا صاحب تابش قصوری کے تعاون سے یہ کتاب پیش کی جارہی ہے۔بیشک یہ دونوں حضرات مستحق صد تشکر ہیں۔مولائے کریم ہم سب کو مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۰ رصفر ۱۳۹۴ھ

پیش لفظ:

اقامۃ القیامۃ

مصنف: امام احمد رضا خاں بریلوی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی شخصیت اس قدر دل آویز ہے کہ جس پہلو سے انہیں دیکھا جائے اسی اعتبار سے ہدیۂ دل پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم و بیش پچاس علوم میں وہ بیمثال بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ کے معاصرین کو ان میں سے بعض علوم میں بھی اس بصیرت کا عشر عشیر حاصل نہ تھا۔

آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ بلند پایہ تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کو دیکھ کر آپ کی جلالت علمی، دِقتِ نظری، نکتہ آفرینی، قوت استدلال، قرآن و حدیث اور کتب سلف پر گہری نظر کا اعتراف کرنے پر ہر موافق و مخالف مجبور ہو جاتا ہے۔

آپ کے فضل و کمال علمی کا سکہ عرب و عجم کے علماء نے تسلیم کیا۔ آپ نے تمام عمر دین متین کی خدمت میں صرف کر دی تیرہویں صدی کے آخر اور چودہویں صدی کی ابتداء میں آپ کے علم و فضل کا آفتاب نصف النہار کو پہنچ کر پوری تابانی سے چمک رہا تھا۔ پھر اس کی روشنی بڑھتی رہی، آپ کی پوری زندگی اتباع و حب مصطفےٰ سے عبارت تھی۔ انہی وجوہ کی بناء پر علمائے حق نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا۔

صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فتویٰ نویسی، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور آخر عمر تک اسے سرانجام دیا، حق گوئی و بیباکی آپ کا شیوہ تھا۔ دوسری دفعہ حج بیت اللہ کو گئے تو وہاں حکومت کی جانب سے متعین خطیب نے خطبہ میں پڑھا:

''وَ ارۡضَ عَنۡ اَعۡمَامِ نَبِیِّکَ الۡاَطَائِبِ حَمۡزَۃَ وَالۡعَبَّاسِ وَاَبِیۡ طَالِبِ۔''

''اے اللہ تو اپنے نبی کے پاکیزہ چچوں حمزہ، عباس اور ابو طالب سے راضی ہو'' یعنی

ابو طالب کا بھی ذکر تھا۔ یہ ایک نئی بدعت واضح طور پر حکومت کی جانب سے تھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے سنتے ہی بلند آواز سے کہا: ''اللھم ھذا منکر'' ''اے اللہ یہ ناپسندیدہ بات ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''کوئی برا کام دیکھو تو ہاتھ سے منع کرو، نہ ہو سکے تو زبان سے روکو، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے بُرا جانو۔ اعلیٰ حضرت نے دوسرے حکم پر بخوبی عمل کیا۔ جب کہ وہاں کے علماء میں سے کسی نے بھی اس کا نوٹس نہ لیا (ملفوظ شریف حصہ دوم) حُبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو گویا آپ کے رگ و پے میں رچی ہوئی تھی۔ وعظ و نصیحت کی آخری مجلس کی گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

''جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔''

(وصایا شریف)

اسی حبِ صادق کا اثر تھا کہ آپ نے ساری زندگی میں کبھی گستاخ بارگاہِ رسالت کی رعایت نہ کی، بلکہ اپنے قلمِ تلوار کو ان کے خلاف پوری قوت سے استعمال کیا۔ تا کہ ''وہ لوگ مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اپنا دل خوش کر لیں۔ اتنی دیر تو میرے آقا و مولا کی شان میں گستاخی نہ کریں گے۔'' ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ذاتی معاملات میں رواداری یقیناً اچھی چیز ہے لیکن محبوب کے بارے میں توہین و بے ادبی کو دیکھ سن کر خاموش رہنا قانونِ محبت کی رو سے ایسا جرم ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ محبوب بھی کیسا؟ جو نازش کائنات ہو۔ انبیاء کا امام ہو اور جس کے نام عرش سے محبت کے سلام و پیام آتے ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔

اعلیٰ حضرت کے نزدیک محبوب خدا سرور ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے کسی جاہ و حشم کے مالک تاجدار کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی جائز نہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ریاست نانپارہ (ضلع بہرائچ شریف یو پی) کے نواب کی مدح میں شعراء نے قصیدے

لکھے۔ کچھ لوگوں نے آپ سے بھی قصیدہ مدحیہ لکھنے کی گزارش کی۔ آپ نے نواب صاحب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی بجائے اس ذات ستودہ صفات کی تعریف میں نعت شریف لکھی جن کی تعریف خود خدائے پاک نے بھی فرمائی ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا۔ ؎

کروں مدح اہلِ دُول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین ''پارۂ ناں'' نہیں

اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ بریلی شریف محلّہ جسولی میں ہوئی آپ عمر بھر حبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شراب طہور پلا کر ۲۴ رصفر ۱۳۴۰ء جمعہ مبارک کے دن ادھر مؤذن نے ''حیّ علی الفلاح'' کہا ادھر آپ کے چہرۂ انور پرنور کا ایک شعلہ لپکا اور آپ فوز وفلاح کے عطا کرنے والے رب کریم کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن٥

۲۰ رمحرم الحرام ۱۳۹۰ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

☆☆☆

عرض حال:

دو اہم فتوے:

① اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام

② تحذیر الاخوان عن الربانی الہندوستان

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ / مولوی اشرف علی تھانوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز اس صدی کے وہ عظیم فقیہ اور نابغۂ روزگار شخصیت ہیں جنہوں نے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بلا خوف لومۃ لائم احکام ربانیہ بیان کئے، اور کسی دنیادار کی رضا یا ناراضگی کو خاطر میں نہ لائے' جس وقت جمعیۃ العلماء ہند' کانگرس سے وابستہ ہو کر گاندھی کو اپنا پیشوا بنا چکی تھی، امام احمد رضا بریلوی نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف زبردست فتوے جاری کئے۔ نیز بارگاہِ رسالت میں علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر شدید تنقید کی (تفصیل کیلئے حسام الحرمین' زلزلہ اور ''خون کے آنسو' ملاحظہ ہوں) اس لئے ان کے تمام تر علم و فضل' صداقت و حقانیت اور نیک نیتی کے باوجود علماء دیوبند انہیں ہدف تنقید بنانے کو اپنا فریضۂ منصبی خیال کرتے ہیں۔

گذشتہ دنوں دیوبندی مسلک کے ترجمان ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور نے ایک اداریئے کا عنوان ''فرقہ وارانہ اختلافات اور ہماری ذمہ داریاں'' قائم کر کے اس بات پر زور دیا کہ تمام مذہبی مکاتب فکر اپنی صفوں میں خلفشار کو داخل ہونے کا موقع نہ دیں۔ بڑی اچھی بات ہے' اس میں کسے کلام ہو سکتا ہے؟ لیکن قول و عمل کا تضاد ملاحظہ ہو کہ اسی اداریہ میں اہل سنت کے خلاف جس دیدہ دلیری سے آتش نوائی کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ دیدہ دانستہ خلفشار پیدا کرنے کی مہم شروع کی جا رہی ہے، آپ بھی

ملاحظہ فرمائیں کس طمطراق سے لکھتے ہیں:

''ہم بغیر کسی جھجک کے یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ بریلی کے جس مجدد فسق وتضلیل اور تکفیر باز کو انگریز ملعون نے اپنی ضرورتوں کے پیش نظر پروان چڑھایا، اور پھر اس سے ''اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام'' نامی کتابیں لکھوا کر اپنی ظالمانہ حکومت کے لیے سند شرعی حاصل کی، اسی کے بعض لگے بندھے پاکستان سے لے کر برطانیہ تک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور امت مرحومہ کی تکفیر وتفسیق کے روایتی ہتھیار لیکر یہ لوگ قومی زندگی کو تلخ کر رہے ہیں۔''[1]

یہ عبارت ایک دفعہ پھر غور سے پڑھئے اور ایمان سے بتایئے' کیا اس لب ولہجہ میں گفتگو کرنے والے اتفاق واتحاد کی دعوت دینے میں مخلص ہو سکتے ہیں۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بات صرف اتنی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ناموس مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحفظ کی خاطر جہاد کیا تھا اور یہ لوگ اپنے اکابر کے وقار کو بحال کرنے کے لیے قلم و قرطاس کی حرمت خاک میں ملا رہے ہیں۔

معاملہ یہیں ختم نہیں ہوگیا' لاہور کے ایک دیوبندی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے رسالۂ مبارکہ ''اعلام الاعلام'' کا عکس چھاپ کر فروخت کرنا شروع کر دیا اور اس پر بحیثیت ناشر اپنا نام اور پتہ نہ دے کر پس پردہ رہنا پسند کیا' لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ ''اعلام الاعلام'' شائع کر کے انہیں بتا دیا جائے کہ ان کی سعی لاحاصل ہے۔

انصاف پسند حضرات تو اس رسالہ مبارکہ کے مطالعہ سے حقیقت حال سے واقف ہو جائیں گے' دیوبندیوں کو آئینہ دکھانے کے لیے آئندہ صفحات میں مولوی اشرف علی تھانوی کا رسالہ ''تحذیر الاخوان عن الربا فی الھندوستان'' کا عکس شامل کیا جا رہا ہے جس میں تھانوی صاحب نے بھی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے۔

---

(۱) خدام الدین ہفت روزہ (اداریہ) شمارہ ۱۴ر مئی ۱۹۷۶ء ص ۴

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۰۶ھ/ ۹۔۱۸۸۸ء میں ایک استفتاء کے جواب میں رسالہ مبارکہ "اعلام الاعلام" لکھا اور ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں آپ کا وصال ہوا اور یہ رسالہ پہلی دفعہ ۲۴ر مارچ ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا' کوئی عقلمند یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ انہوں نے انگریز کی خوشنودی کے لیے وصال سے چونتیس سال پہلے ایک رسالہ لکھا اور چھپا وصال کے چھ سال بعد' اگر انگریزوں کی خوشنودی مقصود ہوتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ رسالہ ان کی حیات مبارکہ میں شائع نہ ہو جاتا۔ جب کہ تھانوی صاحب کا رسالہ ان کی زندگی میں چھپا۔ جیسا کہ پہلے صفحہ کی تحریر محمد اشرف علی دام ظلہم العالی" سے پتہ چلتا ہے' اب اگر کوئی شخص کہہ دے کہ تھانوی صاحب نے یہ رسالہ انگریز کی خوشنودی کے لیے لکھ کر تھانہ بھون سے شائع کیا تھا تو یقیناً یہ قرین قیاس ہوگا' اسے مخالفین کا الزام کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا' ان کے ہمنوا بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔

پروفیسر محمد سرور' سابق استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی' مولانا عبید اللہ سندھی کے ملفوظات میں لکھتے ہیں:۔

> مولانا سندھی' مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم و فضل اور ارشاد و سلوک میں انہیں جو بلند مقام حاصل ہے اس کے تو قائل تھے، لیکن تحریک آزادئ ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مؤیدانہ مستقل روش رہی' اس سے وہ بہت خفا تھے اور جب بھی موقع ملتا' اپنی خفگی کے اظہار میں کبھی تامل نہ کرتے۔" [1]

اس موقعہ پر مولوی شبیر احمد عثمانی کا بیان بھی لائق توجہ ہے انہوں نے مولوی حفظ الرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

> دیکھیے! حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ...... ہمارے آپ کے

(۱) محمد سرور: افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی (سندھ ساگر اکادمی، لاہور ۱۹۷۲ء) ص ۳۸۲

مسلّم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا
کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دئے جاتے
تھے۔" [1]

عثمانی صاحب' دیو بندی مکتب فکر کی مسلم شخصیت ہیں، انہوں نے تھانوی صاحب کو حکومت انگریزی کی طرف سے ملنے والے چھ صد روپے ماہانہ وظیفے کا انکار نہیں کیا، بلکہ یہ حوالہ بطور استشہاد پیش کیا ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی اپنی پاکدامنی کا ڈھنڈورہ پیٹ کر انگریزی پرستی کا الزام علماء اہل سنت پر لگایا جاسکتا ہے؟

ایک دفعہ مولانا ہدایت رسول رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے سامنے نواب رامپور کو "سرکار" کے لفظ سے یاد کیا تو آپ نے فوراً فرمایا۔

بجز سرکار سرّ کارِ ایجاد — سرو کارے بسر کارے نداریم

یعنی حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہم کسی دنیاوی سرکار سے غرض نہیں رکھتے' آپ کی تمام تصانیف کا مطالعہ کر جایئے' انگریز تو انگریز کسی مسلمان بادشاہ کے لیے بھی سرکار کا لفظ استعمال نہیں کیا جبکہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"شاید کسی کو شبہ ہو کہ غدر سے تو امان اوّل باقی نہیں رہا بلکہ عہد
ثانی کی ضرورت ہوئی' اوّل تو یہ بات غلط ہے' غدر میں صرف
باغیوں کو اندیشہ تھا عام رعایا سرکار سے بالکل مطمئن تھی۔" [2]

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ انگریزی حکومت کے لیے "سرکار" اور مجاہدین آزادی کیلئے "باغیوں" کا استعمال کس ذہن کی غمازی کرتا ہے؟

دیو بندیوں کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے تو حد ہی کر دی انہوں نے کسی لاگ لپٹ کے بغیر بڑے والہانہ انداز میں کہا:

---

(۱) مکالمۃ الصدرین، ص ۱۱

(۲) اشرف علی تھانوی: تحذیر الاخوان، ص ۹

"جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے
میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے' اسے
اختیار ہے جو چاہے کرے۔" [1]

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میرے بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مراد دین پارۂ ناں نہیں

ان کی تمام زندگی اس قول کی آئینہ دار ہے' انہوں نے جو کچھ کہا اللہ ولرسولہ (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) کہا، کبھی دنیاوی مفاد کو درمیان میں نہیں لائے۔ انہوں نے ببانگ دہل اس حقیقت کا اعلان کیا' فرماتے ہیں:

"اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہارِ مسائل سے خادمانِ شرع کا
مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا۔ صرف اللہ عزوجل کی رضا اور
اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا" ۔وللہ الحمد

سُنیے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار
در ہزار لعنتیں' جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ
نکالا ہو' نہیں نہیں' بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا اور رسول' نہ
تنبیہ و آگاہی مسلمین کے لیے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا
مقصود و مدعا ہو۔ [2]

اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اسے سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ فیصلہ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں ہوگا کہ حق پر کون تھا؟

جب ندوۃ العلماء لکھنو قائم ہوا، اور انگریز اور انگریزیت کی تعظیم و تکریم کے مناظ سامنے آئے تو امام احمد رضا بریلوی نے اس طرزِ عمل پر شدید تنقید کی۔ متعدد رسائل لکھ کر اپنا موقف برملا پیش کیا اور انگریز پرستی کی بھرپور مذمت کی۔ "صمصام حسن" میں فرمایا:

(۱) عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید، ج۲ ص۸۰
(۲) احمد رضا خاں بریلوی، امام اہل سنت: المحجۃ الموتمنہ (مطبوعہ مطبع حسنی، بریلی بار دوم) ص۴

ریش، حرام است و دُم فرق، فرض
حج، سوئے انگلینڈ بود قطعِ ارض

''مشرقستان اقدس'' میں فرمایا:

زیں سگالشہا' چہ نالشہا کہ خود ایں سرکشاں
داور دادار رابرٹش گورنر می کنند[1]

ایک تقریر میں ندوۃ العلماء کے نظریات باطلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ندوہ تمام بد دینوں' گمراہوں سے وداد و اتحاد فرض کرتی ہے
——سب کلمہ گو حق پر ہیں خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک
نظر دیکھتا ہے' گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا
نمونہ ہے' اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل
سکتا ہے' کلمہ گو کیسا ہی بد دین' بد مذہب ہو ان میں جو زیادہ متقی ہے
خدا کو زیادہ پیارا ہے' ان میں جس کی توہین کیجئے خدا و رسول پر
حرف آتا ہے' یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو
روداد ہے جو مقال ہے' ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے، سب
صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجب غضب ذی الجلال ہیں[2]

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دوران اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے مسلمانوں کی فلاح و نجات کے لئے جو طریقے بیان فرمائے۔ ان میں سے ایک یہ تھا:

''اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا'
اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔

(۱) امام احمد رضا بریلوی، امام: الحجۃ المؤتمنۃ (طبع بریلی) ص ۴۷

(۲) ظفر الدین بہاری، مولانا ملک العلماء: حیاتِ اعلیٰ حضرت ۱/ ۱۲۷

یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھرتانبا کچھ صناعی کی گھڑت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔"[1]

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا نظریہ یہ تھا کہ بلا وجہ انگریزوں کو ایک پیسے کا فائدہ بھی نہیں پہنچانا چاہیئے۔مولانا محمد حسین بریلوی' میرٹھی' حاجی علاء الدین کے ہمراہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے' بریلی شریف حاضر ہوئے اس موقعہ پر جو گفتگو ہوئی۔مولانا محمد حسین میرٹھی کی زبانی سنئے،فرماتے ہیں:

"حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں اُن میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں حالانکہ ! (دو پیسے) میں لفافہ آتا ہے۔حاجی (علاءالدین صاحب نے فرمایا: حضور! (دو پیسے) کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں' فرمایا: بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے چھوڑنے کا وعدہ کیا۔"[2]

ایسے بے شمار امور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عقائد وافکار کو سمجھنے کے لیے ممد ومعاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

غیر جانب دار اور نامور ادیب ونقاد جناب شوکت صدیقی امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے' نہایت گمراہ کن اور شرانگیز ہے۔

وہ انگریز اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافہ پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا۔

(۱) غلام معین الدین نعیمی، مولانا: حیات صدر الافاضل (ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم، لاہور ص ۱۵۹)

(۲) ظفر الدین بہاری، ملک العلماء: حیات اعلیٰ حضرت (مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی، ج ۱ ص ۱۴۰)

''انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا' مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کبھی عدالت میں حاضری نہ دی' ایک بار انہیں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا، مگر انہوں نے توہین عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ ''میں جب انگریز کی حکومت ہی کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل وانصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کرلوں؟'' کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کر کے حاضر عدالت ہونے کے احکامات جاری کیے گئے۔ بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گذر کر فوج تک پہنچا' مگر ان کے جاں نثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔''[1]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا نہ کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے' نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا' نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا' کم از کم میری نظر سے ان کی ایسی کوئی تحریر یا تقریر نہیں گزری۔ اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا ضرور ذکر کرتا' اس لیے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے، نہ ان کے خانوادے سے، لہٰذا شاہ احمد رضا خاں کو علمائے سوء کے زمرے میں شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے۔[2]

ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی

---

(۱) ہفت روزہ ''الفتح'' کراچی، شمارہ ۱۴۔ ۲۱ رمئی ۱۹۷۶ء، ص ۱۷

(۲) ایضاً: شمارہ ۲۸ رمئی ۳ رجون ۱۹۷۶ء ص ۱۸

ہے کہ ہندوستان پر انگریز کا قبضہ غاصبانہ ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا حق ہے کہ بشرطِ استطاعت استخلاص وطن کے لیے جہاد کریں؛ یہی وجہ تھی کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے تلامذہ، خلفا، اور دیگر ہمنوا علماء و مشائخ اہل سنت نے انگریز اور ہندو، دونوں کا مقابلہ کر کے تحریک پاکستان کو پروان چڑھایا۔

ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انگریز کا قبضہ اور اقتدار تسلیم کر لیا ہے جس کی بناء پر استخلاص وطن کی جدوجہد کا جواز ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بھارت نے بنگلہ دیش پر شرمناک جارحانہ سازش کے ذریعے قبضہ کیا تو پاکستان کی رائے عامہ اسے تسلیم کرنے کے حق میں نہ تھی؛ تاکہ ملک کے دونوں حصوں کو دوبارہ متحد کرنے کے لیے جدوجہد کا جواز باقی رہ سکے؛ اب جبکہ سرکاری سطح پر بنگلہ دیش تسلیم کیا جا چکا ہے، تو بین الاقوامی طور پر انضمام کا مطالبہ بہت مشکل ہو گیا ہے۔

ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے میں بہت بڑی دشواری یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس جگہ شعائر اسلامیہ کے اظہار پر پابندی قبول کرنا ہوگی اور بہت سے احکام شرعیہ کو مرفوع ماننا پڑے گا اور شرعی طور پر وہاں قیام ناجائز ہوگا، کیونکہ دارالحرب سے ہجرت کرنا ضروری اور وہاں قیام ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اس نازک مگر اہم نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں؛ عجب ان سے جو تحلیلِ ربوا کے لیے جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی وعیدیں اُس پر وارد اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔"(1)

---

(1) اعلام الاعلام: ص ۷

یہ امر کسی تاریخ داں سے مخفی نہیں کہ جو لوگ ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے ان کا کیا حشر ہوا؟ اپنا ساز و سامان، زمین اور مکان وغیرہ اونے پونے ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر گئے اور جو کچھ پاس تھا وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ واپس آئے تو پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

دیوبندی مکتب فکر کے زعماء ہی یہ بتا سکیں گے کہ اِس وقت ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ اگر دارالاسلام ہے تو اس میں کیا راز ہے کہ انگریز کی حکومت ہو تو ہندوستان دارالحرب اور ہندو کی حکومت ہو تو دارالاسلام؟ اور اگر دارالحرب ہے تو آپ کے بڑے بڑے علماء وہاں پر قیام پذیر کیوں ہیں، دارالحرب سے ہجرت کیوں نہیں کر جاتے یا پھر ہندو اقتدار کے خلاف علم جہاد کیوں بلند نہیں کرتے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے پیش نظر رسالہ مبارکہ "اعلام الاعلام" میں ہندوستان کا دارالاسلام ہونا دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں:

"دارالحرب میں اہل اسلام کو کفار سے ہنود ہوں یا یہود یا نصاریٰ، امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود لینا جائز ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ "**لا ربا بین المسلم والکافر فی دار الحرب**" لیکن بلاد ہند جو قبضۂ نصاریٰ میں ہیں دارالحرب نہیں ہیں۔ ان میں کافر سے سود لینا جائز نہیں ہے۔" [1]

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں شبہہ ہے، جیسا کہ منقولہ روایات سے آپ کو معلوم ہو گیا۔ اگرچہ اس ناچیز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ [2]

---

(۱) عبدالحی لکھنوی، مولانا: مجموعہ فتاویٰ (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو، ۱۳۲۰ھ ج ۱ ص ۳۰۲)

(۲) محمد قاسم نانوتوی: قاسم العلوم مکتوبات مترجم (مطبوعہ ناشران قرآن، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۳۷۱)

اس کے باوجود دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

''ایمان کی بات تو یہ تھی کہ ہجرت کے بارے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے اور سود لینے اور نہ لینے اور دینے اور نہ دینے کے بارے میں ہندوستان کو دارالاسلام سمجھتے، نہ کہ ہجرت کے بارے میں دارالاسلام اور سود لینے کے وقت اس کو دارالحرب سمجھیں۔''[1]

اب یہ تو مخالف ہی بتائیں گے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ہندوستان سے کب ہجرت کی تھی اور کہاں گئے تھے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''گویا یہ بلاد اسی دن کے لیے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اڑائیے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمایئے۔''[2]

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن اور مسٹر برن کی گفتگو بھی دلچسپی کے لائق ہے۔ مولوی حسین احمد مدنی کی زبانی سنیئے:

''البتہ نئی بات اس نے ہندوستان کی نسبت دریافت کی' اس نے کہا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مولانا...... نے فرمایا کہ علماء نے اس میں آپس میں اختلاف کیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ میرے نزدیک دونوں صحیح کہتے ہیں' اس نے تعجب سے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ دارالحرب دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے' اور حقیقت میں یہ دونوں اس کے درجات ہیں۔ جن کے احکام جدا جدا ہیں' ایک معنی کی حیثیت سے اس کو دارالحرب کہہ سکتے ہیں اور

---

(۱) محمد قاسم نانوتوی: قاسم العلوم مکتوبات مترجم (مطبوعہ ناشران قرآن، لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۳۶۲)

(۲) احمد رضا بریلوی، امام: اعلام الاعلام، ص ۷

دوسرے کے اعتبار سے نہیں کہہ سکتے۔

اس نے تفصیل پوچھی، مولانا نے فرمایا: کہ دارالحرب اُس ملک کو کہتے ہیں جس میں کافروں کی حکومت ہو اور وہ اس قدر با اقتدار ہوں کہ جو حکم چاہیں جاری کریں' اس نے کہا یہ بات تو ہندوستان میں موجود ہے' مولانا نے فرمایا کہ ہاں اس لیے ہندوستان ضرور دارالحرب ہے۔ اُس نے کہا کہ دوسرے معنی کیا ہیں؟ مولانا نے فرمایا: کہ جس ملک میں اعلانیہ طور پر شعائر اسلام اور احکام اسلامیہ کے ادا کرنے کی ممانعت کی جاتی ہو، یہ وہ دارالحرب ہے کہ جہاں سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ (اگر استطاعت اصلاح نہ ہو) اس نے کہا یہ بات تو ہندوستان میں نہیں' مولانا نے فرمایا: کہ ہاں جس نے دارالحرب کہنے سے احتراز کیا: غالباً اس نے اسی کا خیال کیا ہے۔"[1]

اگرچہ یہ امر محل غور ہے کہ جب دارالحرب کے دو معنی، اس کے دو درجے ہیں جن کے احکام جدا جدا ہیں، تو بیک وقت دونوں کس طرح صحیح ہو سکتے ہیں؟ تاہم اس میں شک نہیں کہ جس معنی کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے۔ مولوی محمود حسن بھی اس معنی کے اعتبار سے ہندوستان کو دارالاسلام مانتے ہیں۔

دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے تو اس مسئلہ پر مستقل رسالہ "تحذیر الاخوان عن الربوا فی الہندوستان" تحریر کیا جس میں بڑے شرح وبسط کے ساتھ ہندوستان کا دارالاسلام ہونا ثابت کیا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اور مولوی اشرف علی تھانوی جنہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے۔

---

(۱) حسین احمد مدنی: سفرنامہ شیخ الہند (مطبوعہ مکتبہ محمودیہ، لاہور ۱۹۷۲ء) ص ۱۶۶

مولوی محمد قاسم نانوتوی' سود کے معاملے میں دارالاسلام قرار دیتے ہیں۔ مولوی محمود حسن دارالحرب کے ایک معنی کے اعتبار سے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے ہیں' اس مرحلہ پر ہم انصاف و دیانت کے نام پر مخالفین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ ان حضرات کو کس درجے کا انگریز پرست قرار دیں گے؟ اگر آپ انہیں انگریز کا ایجنٹ اور حمایتی قرار دینے کے لیے تیار نہیں، تو اہل دانش یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ خوف آخرت سے بے نیاز ہو کر امام احمد رضا بریلوی کے خلاف محض تعصب اور عناد کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور یہ پروپیگنڈا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

مخالفین بڑے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اسی فتوے کی بناء پر جہاد کے تمام تر اقدامات کئے تھے۔ حالانکہ حضرت شاہ صاحب نے انگریز کی عملداری کی وجہ سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا، اور مولوی اسمٰعیل دہلوی بانگِ دُہل اعلان کرتے رہے کہ ہمیں انگریزی حکومت سے کوئی پرخاش نہیں ہے، ہمارا مقابلہ صرف سکھوں سے ہے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

> "سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الٰہ آباد کی معرفت لیفٹنٹ گورنر ممالک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے؟ لیفٹنٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں، یہ تمام ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا انگریز سرکار سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی۔ (۱)

---

(۱) مرزا حیرت دہلوی: حیات طیبہ (مکتبہ اسلام، لاہور ۱۹۵۸ء) ص ۵۲۳

پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ ہندوستان پر انگریز اور پنجاب پر سکھوں کی حکومت تھی۔فتوائے دارالحرب کی بناء پر مولوی اسمٰعیل دہلوی ہندوستان یا پنجاب میں جہاد نہیں کرتے' جہاد صوبہ سرحد میں کیا جاتا ہےاور زیادہ تر مسلمانوں کو ہی نشانۂ ستم بنایا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے سو سال پہلے کی لکھی ہوئی کتاب ''تاریخ تنادلیاں'' مطبوعہ مکتبہ قادریہ' لاہور ملاحظہ ہو) بنابریں یہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس جہاد کی بنا فتوائے دارالحرب پر تھی؟

دارالاسلام اور دارالحرب

کسی مُلک کے بارے میں یہ جاننے کے لیے کہ دارالحرب ہے یا دارالاسلام' یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہاں اقتدار کس کا ہےاور احکام کس قسم کے نافذ ہیں۔اس اعتبار سے ممالک کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) وہ ملک جہاں غیر مسلم حکمران ہے،اور صرف اسی کے وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں اور شعائرِ اسلام پر پابندی نافذ ہے۔

(۲) وہ ملک جہاں مسلمان حاکم بااختیار ہے،اور وہاں قوانین شرعیہ کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔

(۳) وہ ملک جہاں مسلمان فرمانروا ہے،اور وہاں شریعت کے مطابق بھی فیصلے ہوتے ہیں اور مقامی قانون کے مطابق بھی فیصلے ہوتے ہیں۔

(۴) وہ ملک جہاں غیر مسلم صاحب اقتدار ہے،لیکن فیصلے ہر دو طرح ہوتے ہیں۔ قوانین شرع کے مطابق بھی اور مقامی قانون کے مطابق بھی۔اور وہاں شعائرِ اسلام پر پابندی بھی نہیں ہے۔

پہلی صورت میں وہ ملک دارالحرب ہے باقی تین صورتوں میں دارالاسلام ہے مسلمانوں کے وہ علاقے جو کفار کے قبضے میں ہیں۔(جیسے ہندوستان) ان کے

بارے میں فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

قال السید الامام و البلاد التی فی أیدی الکفرة لا شک أنها بلاد الاسلام لعدم اتصالها ببلاد الحرب و لم یظهروا بها أحکام الکفر بل القضاة مسلمون (إلی أن قال) و قد حکمنا بلا خلاف بأن هٰذه الدیار قبل استیلاء التتار کان من دیار الاسلام و بعد استیلائهم إعلان الأذان و الجمع و الجماعات و الحکم بمقتضی الشرع و الفتویٰ و التدریس شائع بلا نکیر من ملوکهم فالحکم بأنها من بلاد دار الحرب لا جهة لـه نظرًا إلی الدراسة و الدرایة (إلی أن قال) و ذکر الحلوانی أنه إنما تصیر دار الحرب بإجراء أحکام الکفر و أن لا یحکم فیها بحکم من أحکام الإسلام و أن تتصل بدار الحرب و أن لا یبقی فیها مسلم و لا ذمی آمنا بالأمان الأول فإذا و جدت الشرائط کلها صارت دار الحرب و عند تعارض الدلائل و الشرائط یبقیٰ ما کان و یترجح جانب الاسلام احتیاطاً (ملخصاً)

ترجمہ: ’’سید امام فرماتے ہیں کہ جو شہر کافروں کے ہاتھوں میں ہیں بلا شبہ دارالاسلام ہیں کیونکہ وہ دارالحرب کے شہروں کے ساتھ متصل نہیں ہیں۔ اور کافروں نے وہاں احکام کفر نافذ نہیں کئے بلکہ قاضی مسلمان ہیں...... ہم نے کسی اختلاف کے بغیر حکم لگایا ہے کہ یہ شہر تاتاریوں کے تسلط سے پہلے دارالاسلام تھے اور ان کے غلبے کے بعد اذان، جمعہ، جماعت، شریعت کے مطابق فیصلہ، فتویٰ اور تدریس ایسے امور حکّام کی طرف سے کسی انکار کے بغیر اعلانیہ طور پر جاری ہیں۔ لہٰذا ان شہروں کو دارالحرب قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے...... امام حلوانی نے فرمایا کہ کسی علاقہ کے دارالحرب

ہونے کی تین شرطیں ہیں:

(۱) وہاں احکام کفر جاری ہوں اور اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ ہو۔

(۲) وہ علاقہ دارالحرب سے متصل ہو۔

(۳) وہاں کوئی مسلمان اور ذمی' امان سابق سے امن والا نہ رہے' جب یہ تمام شرائط پائی جائیں تو وہ جگہ دارالحرب ہے اور جب دلائل اور شرائط متعارض ہوں تو وہ جگہ اپنی اصلی حالت پر رہے گی۔ (پہلے کی طرح دارالاسلام ہوگی) یا احتیاطاً جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی۔

اس عبارت کے مطالعہ سے ہندوستان کے بارے میں حقیقت حال بالکل بے غبار ہو جاتی ہے۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ انصاف پسند حضرات کو حقیقت واقعیہ کی روشنی میں پہنچا دے گا۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز**

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۳ر محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

۴ر جنوری ۱۹۷۷ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ:

کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم

از امام احمد رضا خاں بریلوی

ترجمہ: حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں

یہ بلند پایہ کتاب، یگانۂ روزگار عالم، شیخ الاسلام، حامیٔ سنت اور قاطعِ بدعت حضرت علامہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق قندھار (افغانستان) سے تھا۔ پھر آپ کے آباء واجداد ہندوستان کی طرف منتقل ہوکر بریلی میں مقیم ہوگئے۔

شیخ ابوالحسن علی الندوی کے والد علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

''شیخ علامہ مفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی افغانی، حنفی، بریلوی جو عبدالمصطفےٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں، بریلی کے مقام میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد سے حصولِ علم میں مشغول ہوئے، یہاں تک کہ علم میں کمال حاصل کیا اور بہت سے فنون بالخصوص فقہ اور اصولِ فقہ میں اپنے دور کے علماء پر برتری حاصل کی۔ ۱۲۸۶ھ میں آپ تحصیل علم سے فارغ ہوگئے۔[۱]

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام العارفین قدوۃ السالکین سید آل رسول حسینی مارہروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت وخلافت حاصل کیا اور تمام سلاسل تصوف اور حدیث نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت عامہ سے مشرف ہوئے۔ آپ نے صرف ایک ماہ (رمضان المبارک) میں مکمل قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔

---

(۱) عبدالحی لکھنوی، مورخ، نزہۃ الخواطر، ج ۸: ص ۴۲، حیدرآباد دکن

امام اہل سنت نے ۱۲۹۶ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حرمین طیبین کی زیارت کے ساتھ وہاں کے مقتدر علماء کرام مثلاً علامہ سید احمد زینی دحلان شافعی مکی، شیخ عبدالرحمن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ اور شیخ حسین بن صالح سے سند حدیث حاصل کی۔

دوبارہ ۱۳۲۳ھ میں آپ کو زیارت حرمین طیبین کا شرف حاصل ہوا۔ اس موقع پر علماء حجاز نے آپ کے اعزاز و اکرام کی خاطر دیدہ و دل فرشِ راہ کیے اور علوم و معارف میں آپ کو عظیم المرتبت پاتے ہوئے آپ سے حدیث و طریقت کی سندیں حاصل کیں۔

مدینہ منورہ کے علماء کی طرف سے آپ کو بڑی پذیرائی اور عزت حاصل ہوئی اس کا نقشہ شیخ محمد کریم مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوب سے مترشح ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"میں کئی سالوں سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہوں۔ یہاں ہندوستان سے ہزاروں علماء آتے ہیں جن میں نہایت متقی اور پرہیز گار لوگ بھی ہیں۔ میں انہیں شہر کی گلیوں میں پھرتا ہوا دیکھتا ہوں، لیکن کوئی بھی شہری ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، جبکہ میں جلیل القدر علماء کو آپ کی طرف لپکتے اور آپ کی عزت افزائی میں جلدی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔"

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ نے جو کتب فی البدیہہ تحریر فرمائیں ان میں سے ایک "الدولة المکیة بالمادة الغیبة" ہے۔ یہ عظیم الشان کتاب ہے جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وسیع علم کا پتہ چلتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔

یہ کتاب ہندوستان اور پاکستان میں بارہا چھپ چکی ہے اور اب مجاہد اسلام فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حسین حلمی حفظہ اللہ تعالیٰ کی کوشش سے ترکی میں بھی شائع ہوگئی ہے۔

آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف ایک ہزار کے لگ بھگ ہیں جن میں سے بارہ جلدوں پر مشتمل فتاوی رضویہ ایک نہایت ہی مفید اور اہم تصنیف ہے جسے حوالہ جات، اردو ترجمہ اور جدید ترتیب کے ساتھ "رضا فاؤنڈیشن لاہور" کے زیر اہتمام چھاپا جا رہا ہے۔

آپ نے علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کی "ردالمحتار" پر حاشیہ بھی رقم فرمایا جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ نیز آپ کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" اردو تراجم میں نہایت عمدہ اور صحیح ترجمہ ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ تک مسند تدریس پر فائز رہے اس کے بعد تحقیقات اور فتویٰ نویسی میں عمر بسر کی۔ آپ نے بعض سیاسی اور مذہبی لوگوں کو راہِ حق سے انحراف اور احکامِ اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے دیکھا تو اُن کا بھی تعاقب فرمایا۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں علم و دانش اور زہد و تقویٰ کا یہ عظیم پیکر فانی دنیا سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے واصل ہوا۔ آپ کا وصال بریلی شریف میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔

کفل الفقیہ الفاہم:

یہ مبارک رسالہ، جو ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں، اسے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے ۱۳۲۴ھ میں مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک دن اور کچھ گھنٹوں میں تحریر فرما کر تاریخی نام "**کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم**" سے موسوم فرمایا۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ حنفی امام شیخ عبد اللہ میر داد بن شیخ الخطباء شیخ احمد ابو الخیر رحمہما اللہ تعالیٰ نے کرنسی نوٹ سے متعلق بارہ سوالات آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ اُس وقت نوٹ ایک نئی چیز تھی اور فقہائے کرام اس سے متعلق احکام کے بارے میں

حیران و پریشان تھے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے ان سوالوں کے جوابات دے کر مسئلہ واضح فرمایا،
وہ سوالات مع جوابات (اجمالاً) درج ذیل ہیں:

سوال۱: کیا نوٹ مال ہے یا رسید؟

جواب :نوٹ، قیمتی مال ہے رسید نہیں۔ فتح القدیر میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک کاغذ ہزار (روپے مثلاً) کے بدلے بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔ یہ نوٹ کی ایجاد سے پہلے اس کے بارے میں ایک جزئیہ ہے۔

سوال ۲: اگر یہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب :ہاں! شرائط زکوٰۃ پائے جانے پر اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، کیونکہ یہ ذاتی طور پر مال متقوم ہے۔

سوال۳: کیا اسے مہر میں دینا صحیح ہے؟

جواب:ہاں! اسے مہر میں مقرر کرنا (اور دینا) صحیح ہے جبکہ عقد کے وقت اس کی قیمت سات مثقال چاندی ہو۔

سوال۴: اگر اسے محفوظ جگہ سے چوری کر لیا جائے تو چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا؟

جواب:ہاں! اگر ہاتھ کاٹنے کی ۹ شرائط پائی جائیں تو واجب ہوگا۔

سوال۵: کیا اسے ضائع کرنے کی صورت میں اس کے بدلے تاوان ہوگا؟

جواب: ہاں! اسے ہلاک کرنے کی صورت میں اس کی مثل کے ساتھ تاوان واجب ہوگا اور ہلاک کرنے والے کو درہموں کی صورت میں تاوان ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

سوال۶: کیا اسے درہموں، دیناروں اور پیسوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے؟

جواب: ہاں! جائز ہے جیسے عام شہروں میں لوگوں کے درمیان معمول ہے۔

سوال ۷: اگر اسے کپڑوں کے بدلے لیا جائے تو بیع مقایضہ ہوگی یا مطلق بیع؟

جواب: یہ اصطلاحی ثمن ہے، لہٰذا کپڑوں کے بدلے اسے لینا بیع مقایضہ نہیں بلکہ مطلق بیع ہوگی۔

سوال ۸: کیا اسے قرض میں دینا جائز ہے، اور اگر جائز ہے تو اس کے مثل کے ساتھ ادائیگی ہوگی یا دراہم کے ساتھ؟

جواب: ہاں! اسے بطور قرض دینا جائز ہے اور ادائیگی صرف اس کی مثل سے ہوگی۔

سوال ۹: کیا اسے بطور ادھار مقررہ مدت تک درہموں کے بدلے بیچنا جائز ہے؟

جواب: ہاں! جائز ہے بشرطیکہ مجلس میں نوٹ پر قبضہ کرے تاکہ دین کے بدلے دین نہ ہو۔

سوال ۱۰: کیا اس میں بیع سلم جائز ہے مثلاً ایسے نوٹ کے بدلے جس کی نوع اور صفت معلوم ہو ایک مہینہ پیشگی درہم دینا؟

جواب: ہاں! نوٹ میں بیع سلم جائز ہے۔

سوال ۱۱: کیا نوٹ میں لکھی ہوئی روپوں کی تعداد سے زائد کے بدلے میں اس کی بیع جائز ہے؟ مثلاً دس کا نوٹ بارہ یا بیس روپے یا اس سے کم کے ساتھ بیچنا کیسا ہے؟

جواب: ہاں! اس سے کم یا زیادہ کے ساتھ جس طرح دونوں فریق راضی ہوں سودا کرنا جائز ہے۔

سوال ۱۲: اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ بھی جائز ہے کہ جب زید عمرو سے دس روپے بطور قرض لینا چاہے تو عمرو کہے میرے پاس درہم نہیں البتہ میں دس کا نوٹ تم پر بارہ روپے میں بیچتا ہوں تم ہر مہینے ایک روپیہ ادا کرتے رہنا؟ کیا اسے سود کا ایک حیلہ سمجھتے ہوئے اس سے روکا نہیں جائے گا؟ اور اگر روکا نہ جائے تو اس میں اور سود

میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال ہے اور وہ حرام' حالانکہ دونوں کا نتیجہ ایک ہے یعنی زائد مال حاصل کرنا؟

جواب: ہاں! جائز ہے اگر واقعی سودے کی نیت کرے قرض کی نہیں۔ اگر قرض ہوگا تو حرام اور سود ہوگا کیونکہ یہ ایسا قرض ہے جس کے ذریعے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

اس رسالے میں بحث کے دوران آپ نے کچھ ایسی تحقیقات پیش کیں جن سے مکہ مکرمہ کے قارئین کرام بے حد مسرور ہوئے، حالانکہ آپ اس وقت حالت سفر میں تھے۔ آپ نے صاحب ہدایہ' امام ابن ہمام اور علامہ زاہدی صاحب قنیہ پر کچھ سوال وارد کئے، آپ نے اپنی تصنیفات میں اکثر یہ طریقہ اختیار کیا، لیکن آپ علمائے امت کے ادب واحترام کے پیش نظر اسے ''تطفّل'' سے تعبیر فرماتے ہیں۔

آپ نے جب بحث مکمل کرلی تو مکہ مکرمہ کے جلیل القدر علماء کرام مثلاً شیخ الائمہ و الخطباء علامہ احمد ابوالخیر میر داد حنفی، سابق مفتی وقاضی شیخ صالح کمال حنفی، حافظ کتب حرم الفاضل سید اسماعیل خلیل حنفی اور مفتی احناف عبداللہ صدیق رحمہم اللہ نے اسے سُنا اور اس کی تحسین فرماتے ہوئے اسے نقل کرلیا۔ بعد میں مفتی احناف عبداللہ صدیق رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عظیم الشان کتاب ''کفل الفقیہ الفاہم'' کو مکتبۂ حرم میں دیکھا تو مطالعہ کرنے کے بعد اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے بطور تعجب فرمایا ''شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر سے یہ بیان کہاں مخفی رہ گیا؟'' علامہ جمال بن عبداللہ مکہ مکرمہ میں مفتی احناف تھے اور فقہ وحدیث کی سند میں امام احمد رضا بریلوی کے دادا استاذ تھے۔ قبل ازیں جب اُن سے نوٹ کے احکام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دینے میں توقف کیا اور فرمایا: ''علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔'' شیخ عبداللہ صدیق نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا اور جب ان کو بتایا گیا کہ اس کتاب کے مصنف یہاں موجود ہیں تو انہوں نے ملاقات کی' گرم جوشی سے استقبال کیا اور دونوں شخصیتوں کے درمیان علمی مذاکرہ ہوا۔[1]

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: الذیل المنوط، ص ۶۷۔۱۶۶

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم عمومی شیخ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے بعض فقہی اور کلامی مسائل میں علماء حجاز سے گفتگو کی اور حرمین شریفین میں قیام کے دوران بعض رسائل لکھے اور علماء حرمین کی طرف سے پیش کیے جانے والے بعض مسائل کے جوابات دیے۔ چنانچہ وہ آپ کی وسعتِ علمی، فقہی متون اور اختلافی مسائل سے واقفیت، سرعت تحریر اور ذہانت سے بہت متعجب ہوئے۔[1]

وہ مزید لکھتے ہیں:

''فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر اطلاع کے حوالے سے آپ نادرِ روزگار تھے۔ آپ کا مجموعہ فتاویٰ اور کفل الفقیہ الفاہم جسے آپ نے مکہ مکرمہ میں مرتب کیا اس بات پر شاہد ہیں۔''[2]

اسلامی نظام کے نفاذ اور اقتصادی نظام، نیز بینکوں کو سود سے پاک کرنے کے لئے اس کتاب کی ضرورت اظہر من الشمس ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ کے تمام سوالوں کی بنیاد یہی سوال ہے جب اس کاغذ (نوٹ) کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو تمام احکام کسی اشتباہ کے بغیر واضح ہو جائیں گے۔ آپ نے ان لوگوں کا رد فرمایا جو اسے چیک کی طرح رسید قرار دیتے ہیں۔

جب آپ وطن لوٹے تو معلوم ہوا کہ مشائخ دیوبند میں سے مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ نوٹ، چیک ہیں۔ انہیں ان کی مثل کے ساتھ بھی نہیں بیچا جا سکتا چہ جائیکہ کم یا زیادہ رقم کے ساتھ سودا کیا جائے۔ آپ نے اپنی کتاب جس کا تاریخی نام ''الذیل المنوط لرسالۃ النوط'' ہے، میں اٹھارہ وجوہ سے اُن کا رد کیا۔

---

(۱) ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۴

(۲) ایضاً: ۴۴/۸

مشہور عالم دین علامہ عبدالحی لکھنوی جنہوں نے موطا امام محمد کی شرح ''التعلیق الممجّد'' کے نام سے لکھی ہے' نے فتویٰ دیا کہ نوٹ کو اس سے کم یا زیادہ رقم کے بدلے نہیں بیچا جا سکتا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے گیارھویں سوال کے جواب میں پندرہ وجوہ سے ان کا رد کیا، حالانکہ اس وقت آپ کے پاس کوئی فتاوٰی نہ تھا۔ واپسی پر آپ علامہ عبدالحی لکھنوی کے فتویٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور بیس وجوہ سے اس پر تنقید فرمائی۔ اگر کوئی کہے کہ آپ نے کس بنیاد پر نوٹ کی مالیت سے کم یا زیادہ رقم کے ساتھ اس کی بیع کو جائز قرار دیا ہے؟ حالانکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح جن لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے تو اس کی وجہ یہ تھی جیسا کہ فتح القدیر' ایضاح اور محیط کے حوالے سے گزر چکا کہ لوگ اس کے عادی ہو کر ممنوعات میں نہ پڑ جائیں۔ اور ہمارے زمانے میں معاملہ اُلٹ ہو گیا ہے۔ اہل ہند میں سود کھلم کھلا رواج پا گیا ہے۔ اور وہ اس میں کچھ بھی شرم نہیں کرتے گویا وہ اسے عیب اور باعثِ شرم نہیں سمجھتے۔ تو جو شخص ان کو اس عظیم مصیبت اور کبیرہ گناہ سے بعض جائز حیلوں مثلاً دس کے نوٹ کی بارہ روپے کے ساتھ بیع کو جائز قرار دے کہ وہ یہ رقم قسطوں میں ادا کرے یا اس طرح کی کوئی دوسری صورت جیسے امام فقیہ النفس قاضی خان کی طرف سے بیان ہو چکا ہے تو بلاشبہ وہ شخص مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور دین تو تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام ہے۔ وللہ الحمد۔

پس جب لوگ دیکھیں گے کہ حرام سے بچتے ہوئے بھی مقصد حاصل ہو سکتا ہے تو وہ توبہ کیوں نہیں کریں گے؟ وہ اسلام اور شریعت کے مخالف تو نہیں ہیں۔''[1]

---

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: کفل الفقیہ الفاہم (نوری کتب خانہ، لاہور) ص ۱۸۔۱۱۷

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے یہ کتاب عربی زبان میں مکہ معظمہ میں تصنیف کی' ان کے فرزندِ اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے عربی میں اس کا تعارف لکھا اور واپس آ کر اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔

یہ مبارک کتاب ابتداء' بریلی شریف سے چھپی' پھر نوری کتب خانہ لاہور سے چھپتی رہی۔ ۱۹۸۲ء میں منظمۃ الدعوۃ الاسلامیۃ' جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے عربی متن شائع کیا۔ ۱۹۸۹ء میں عربی متن' رضا فاؤنڈیشن' جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور کی طرف سے عربی ٹائپ پر شائع کیا گیا اور اب اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے رضا فاؤنڈیشن' لاہور کو اپنے مقاصد پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۸ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ محمد عبدالحکیم شرف قادری

۶ر جنوری ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمات آغاز:

فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد اوّل

تصنیف: امام احمد رضا خاں بریلوی

تقریباً ایک ہزار سال تک سرزمین پاک و ہند پر مسلمانوں کی حکومت رہی' اس عرصے میں غیر مسلموں کو مکمل شہری حقوق حاصل رہے' ہر شخص کو اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی تھی' بلکہ بعض مواقع تو ایسے بھی آئے کہ غیر مسلموں کو ترجیحی مراعات حاصل رہیں' انگریز تاجر بن کر آئے اور سازشوں کے بل بوتے پر حکمران بن بیٹھے' ان کی حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے تھا' ایک تو اس لیے کہ مسلمان عرصہ دراز تک یہاں حکومت کر چکے تھے' دوسرا اس لئے کہ ان کی ایمانی حرارت انہیں کسی بھی وقت آمادۂ جہاد کر سکتی تھی' یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کی قوت کو پامال کرنے اور ان کی وحدتِ ملّی کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقا اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے' اس لئے انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے پر صرف کر دیں' دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لئے سکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا' اتحادِ ملّت کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی' اسی دورِ بلاخیز میں اس قسم کے مباحث پھیلے:

- اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں

کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کر دیا۔

○ —— اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر محبوبانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان دراز کی گئی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اُمتِ مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

☆☆☆

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت...... تعلیم:

یہ ماحول تھا کہ ۱۰ ارشوال ۱۴ ارجون ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو بریلی شریف یو پی انڈیا میں امام احمد رضا قادری بریلوی پیدا ہوئے' آپ کے والد ماجد غزالی زماں مولانا نقی علی خاں اور جدِ امجد مولانا رضا علی خاں قدس سرہما اپنے دور کے اکابر علماء اور اولیاء میں سے تھے آپ کے آباء واجداد قندھار' افغانستان سے ہجرت کر کے پہلے لاہور پھر بریلی میں قیام پذیر ہو گئے۔

فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے تمام مروّجہ علوم وفنون اپنے والد ماجد سے پڑھ کر تقریباً چودہ ۱۴ سال کی عمر میں سند فضیلت حاصل کی اور مسندِ تدریس وافتاء کو زینت بخشی' والد ماجد کے علاوہ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی' علامہ سید احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ' علامہ عبدالرحمٰن مکی' علامہ حسین بن صالح مکی اور حضرت مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی استفادہ کیا' امام احمد رضا بریلوی نے کچھ علوم تو اپنے زمانے کے متبحر علماء سے پڑھے' باقی علوم خداداد قابلیت کی بنا پر مطالعہ کے ذریعے حل کئے اور نہ صرف پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں محیر العقول مہارت حاصل کی بلکہ ہر فن میں تصانیف بھی یادگار چھوڑیں۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۴ر رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے' اُسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا' اُسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔[1] اس دن سے آخر عمر تک مسلسل فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے اور فتاویٰ رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کا گراں قدر سرمایہ اُمت مسلمہ کو دے گئے۔ ''ردالمحتار'' از علامہ شامی پر پانچ جلدوں میں حاشیہ لکھا' قرآن پاک کا مقبول انام ترجمہ لکھا جو ''کنزالایمان'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے والوں پر بھرپور تنقید کی' ''سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح'' (اللہ تعالیٰ جھوٹ ایسے قبیح عیب سے پاک ہے) کے علاوہ امکان کذب کے رد پر پانچ رسالے لکھے' اللہ تعالیٰ کو جسم ماننے والوں کے رد میں رسالۂ مبارکہ ''قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار'' تحریر کیا' دین اسلام کے مخالف' قدیم فلاسفہ کے عقائد پر رد کرتے ہوئے مبسوط رسالہ ''الکلمۃ الملہمۃ'' رقم فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام' اہل بیتِ عظام' ائمۂ دین مجتہدین اور اولیاءِ کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کی بیخ کنی کی اور اس کے خلاف متعدد رسائل لکھے' مثلاً:

۱. جزاء اللّٰہ عدوّہ لابائہ ختم النبوۃ
۲. قهر الديان على مرتد بقاديان
۳. المبين معنى ختم النبيين
۴. السوء و العقاب على المسيح الكذاب
5. الجراز الديانى على المرتد القاديانى

---

(۱) محمد صابر نسیم بستوی، مولانا: اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ، لاہور) ص ۳۔۲۲

امام احمد رضا نے اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر اس کام میں صرف کر دی۔

ذوق شعر و سخن:

تحقیقاتِ علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلم ہے، شعر و ادب میں بھی وہ قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل ہیں۔ جامعہ ازہر مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی مُوشگافیاں کرنے والا محقق نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے، متنبی ادب عربی کا مسلّم اور نامور شاعر ہے، وہ کہتا ہے۔

اَزُوْرُ هُـمْ وَسَـوَادُ اللَّيْلِ يَشْفَعُ لِیْ   وَاَنْثَنِیْ وَ بَيَا ضُ الصُّبْحِ يُغْرِیْ بِیْ

(میں اس حال میں محبوباؤں کی زیارت کرتا ہوں کہ رات کی سیاہی میری سفارش کرتی ہے اور اس حال میں لوٹتا ہوں کہ صبح کی سفیدی میرے خلاف برانگیختہ کرتی ہے۔)

کہتے ہیں کہ یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے، کیونکہ اس کے پہلے مصرع میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرے میں ان کے مقابل پانچ چیزوں کا اسی ترتیب سے ذکر ہے۔

پہلا مصرع: ۱۔زیارت۔ ۲۔سیاہی ۳۔رات۔ ۴۔سفارش کرنا۔ لی (میرے حق میں)

دوسرا مصرع: ۱۔واپسی ۲۔سفیدی ۳۔صبح ۴۔برانگیختہ کرنا۔ ۵۔ بی (میرے خلاف)

امام احمد رضا بریلوی کا شعر ملاحظہ ہو، معنوی بلندی اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ شاعرانہ نقطۂ نظر سے کتنا زوردار ہے؟ پہلے مصرع میں بجائے پانچ کے چھ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے مقابل دوسرے مصرع میں بھی چھ چیزیں ہی مذکور ہیں، اور لطف یہ ہے کہ غزل نہیں بلکہ نعت ہے جہاں قدم قدم پر احتیاط لازم ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

مصرع ۱: ا۔حسن ۲۔انگشت ۳۔کٹیں (غیر اختیاری عمل تھا) ۴۔عورتیں ۵۔مصر ۶۔'کٹیں' سے ایک بار کا پتا چلتا ہے۔

مصرع ۲: ا۔نام ۲۔سر ۳۔کٹاتے (اختیاری عمل ہے) ۴ مرد ۵۔عرب ۶۔ ''کٹاتے ہیں'' سے استمرار معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اصناف شعر و سخن میں سے حمدِ باری تعالیٰ، نعت اور منقبت کو منتخب کیا، قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ نور اور مقبولیتِ عامہ حاصل کرنے والے سلام

ع مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کیے۔ جنہیں پڑھ سن کر ماہرین شعر و سخن عش عش کر اٹھتے ہیں۔

ان کی تمام تصانیف کی بنیاد اسلام اور داعی اسلام سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری وابستگی پر ہے، اسلامیانِ پاک و ہند کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

دو قومی نظریہ:

۲۰۔۱۹۱۹ء میں تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی، پہلی تحریک کا مقصد سلطنت عثمانیہ ترکی کی حفاظت اور امداد تھا جبکہ دوسری تحریک کا مقصد ہندوستان کی آزادی کے لیے بائیکاٹ کے ذریعے حکومتِ برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا، مسٹر گاندھی کمال عیاری سے دونوں تحریکوں کا قائد اور امام بن گیا، حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ قریب تھا کہ مسلمان اپنا ملّی تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جاتے، اس ماحول میں امام احمد رضا بریلوی نے ''المحجۃ المؤتمنۃ'' اور ''انفس الفکر'' ایسے رسائل لکھ کر دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ ہندو نہ تو مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے، ان کی دُور بیں نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان

انگریزوں کے چنگل سے رہا ہو کر ہندوؤں کے محکوم اور غلام بن کر رہ جائیں گے' اس لئے مسلمانوں کو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو دونوں سے گلوخلاصی کرائے۔ یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جس کی بنا پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا' امام احمد رضا بریلوی کے تلامذہ' خلفاء اور تمام ہم مسلک علماء و مشائخ نے نظریۂ پاکستان کی حمایت کی اور ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس' بنارس کے اجلاس میں متفقہ طور پر قیام پاکستان کے حق میں قراردادیں پاس کی گئیں اور اپیل کی گئی کہ اپنے اپنے علاقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب کرایا جائے' حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ حضرات حمایت نہ کرتے تو پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا۔

امام احمد رضا بریلوی کے سیاسی فکر کی بنیاد قرآن و حدیث پر تھی' ان کے نزدیک کسی بھی کافر سے محبت کی گنجائش نہیں ہے، خواہ وہ ہندو ہو یا انگریز۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

> ''قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی' مجوس ہوں خواہ یہود و نصاریٰ ہوں' خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدانِ عنود۔'' [1]

پٹنہ' عظیم آباد کی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں ارشاد فرمایا:

> ''سب کلمہ گو حق پر ہیں' خدا سب سے راضی ہے' سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے' گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے' اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے...... یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد بے جو مقال ہے ایسی باتوں سے مالا مال ہے' سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال موجب غضب ذی الجلال ہیں۔'' [2]

---

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (طبع مبارکپور) ج ۶، ص ۱۹۲

(۲) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۲۷

عبقری فقیہ:

امام احمد رضا بریلوی مروّجہ علوم دینیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، سیرت، معانی، بیان، بدیع، عروض، ریاضی، توقیت، منطق، فلسفہ وغیرہ کے یکتائے زمانہ فاضل تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ طب، علم جفر، تکسیر، زیجات، جبر و مقابلہ، لوگارثم، جیومیٹری، مثلث کروی وغیرہ علوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ یہ وہ علوم ہیں جن سے عام طور پر علماء تعلق ہی نہیں رکھتے۔ انھوں نے پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا اور ہر فن میں قیمتی تحقیقات کا اضافہ کیا۔ غرض یہ کہ ایک فقیہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب امام احمد رضا بریلوی کو حاصل تھے۔

علوم قرآن:

انھوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے، ان پر انھیں گہرا عبور حاصل تھا، شانِ نزول، ناسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ اور استنباطِ احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ "کنز الایمان" سب سے بہتر ترجمہ ہے، جس میں شانِ الوہیّت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمتِ نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیشِ نظر ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہونے کے باوجود عموماً مسائل پر مجتہدانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ پہلے قرآن کریم سے، پھر حدیث شریف سے، پھر سلف صالحین اور اس کے بعد فقہائے متاخرین کے ارشادات سے استدلال اور استناد کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے اچھوتا استدلال:

حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی نے ایک استفتاء بھجوایا جس میں

سوال یہ تھا کہ کیا مشرقی افق سے سیاہی نمودار ہوتے ہی مغرب کا وقت ہو جاتا ہے؟ یا سیاہی کے بلند ہونے پر مغرب کا وقت ہوگا؟

امام احمد رضا نے جواب دیا کہ سورج کی ٹکیہ کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہی سیاہی مشرقی افق سے کئی گز بلند ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں...... الحمد للہ! عجائب قرآن منتہی نہیں...... ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں چمک رہی ہیں۔

''رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی، اور دن کو سوادِ مذکور میں لاتا ہے، ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔''[۱]

تحریک پاکستان کے قافلہ سالار محدث اعظم ہند مولانا سیّد محمد محدّث کچھوچھوی فرماتے ہیں:

''علم الحدیث کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔''[۲]

(۱) امام احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (طبع مراد آباد) ج ۲، ص ۴-۲۶۳

(۲) عبد النبی کوکب، مولانا: مقالات یوم رضا، ج ۱، ص ۴۱

علوم حدیث:

امام احمد رضا بریلوی علم حدیث اور اس کے متعلقات پر وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے۔طُرقِ حدیث، مشکلات حدیث، ناسخ ومنسوخ، راجح ومرجوح، طُرقِ تطبیق، وجوہ استدلال اور اسماء رجال یہ سب امور انھیں مستحضر رہتے تھے۔محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں:

''علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی مأ خذ ہیں، ہر وقت پیشِ نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت از بر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔'' [1]

امام احمد رضا بریلوی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں، وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظر ڈالنے کی بجائے بحث وتحقیق کی انتہا کو پہنچتے ہیں، مسائل کی تنقیح اور تفصیل پر آتے ہیں تو دریا کی روانی اور سمندر کی وسعت کا نقشہ نظر آتا ہے، متقدمین فقہاء کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلاف تھا ہی نہیں۔

طُرقِ حدیث:

بنگال سے ایک سوال آیا کہ ہمارے علاقے میں ہیضہ، چیچک، قحط سالی وغیرہ آجائے تو لوگ بلا کے دفع کے لئے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کرکے پکاتے ہیں، علماء کو بلا کر

---

(۱) عبدالنبی کوکب، مولانا: مقالات یوم رضا، ج۱، ص۱۴۱

کھلاتے ہیں اور خود محلّے والے بھی کھاتے ہیں' کیا یہ طعام ان کے لیے کھانا جائز ہے؟

امام احمد رضا بریلوی نے جواب دیا کہ یہ طریقہ اور اہل دعوت کے لئے اس طعام کا کھانا جائز ہے' شریعت مطہرہ میں اس کی ہرگز ممانعت نہیں ہے۔ اس دعوے پر ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش کیں' یہ حدیث بھی پیش کی:

اَلدَّرَجَاتُ اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ الصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ بلند کرنے والے امور ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔''

پھر جو اس کی تخریج کی طرف توجہ ہوئی تو فرمایا کہ یہ حدیث مشہور و مستفیض کا ایک حصہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت اپنی شان کے مطابق آپ کے کندھوں کے درمیان رکھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَ عَرَفْتُ

''ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔''

اب اس حدیث کے حوالے ملاحظہ ہوں:۔

1. رواه امام الائمة ابو حنيفة و الامام احمد و عبد الرزاق فى مصنفه والترمذى و الطبرانى عن ابن عباس
2. واحمد و الطبرانى و ابن مردويه عن معاذ بن جبل.
3. و ابن خزيمة والدارمى و البغوى و ابن السكن و ابو نعيم و ابن بسطة عن عبدالرحمٰن بن عايش و الطبرانى عنه عن صحابى.
4. والبزار عن ابن عمر و عن ثوبان
5. والطبرانى عن ابى امامة

⑥ وابن قانع عن ابی عبیدة بن الجراح

⑦ والدار قطنی وابوبکر النیسا بوری فی الزیا دات عن انس.

⑧ وابو الفرج تعلیقا عن ابی هریرة.

⑨ وابن ابی شیبة مرسلا عن عبدالرحمٰن بن سابط

(رضی اللہ تعالیٰ عنھم)

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کے طرق کی تفصیلات اور کلمات کا اختلاف اپنی بابرکت کتاب "سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" میں بیان کیا ہے۔ بقلم برداشتہ کسی حدیث کے اتنے مآخذ کا بیان کر دینا معمولی بات نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے یہ فتویٰ "رادّ القحط و الوباء بدعوة الجیران و مواساة الفقراء" کے نام سے ماہ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ میں مکمل کیا۔[1]

امام احمد رضا بریلوی نے تخریجِ احادیث کے آداب پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے: "الروض البہیج فی آداب التخریج"۔ مولوی رحمٰن علی اس رسالۂ مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"[2]

فنِ اسماء الرجال:

ایک سوال پیش ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا ناجائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس موضوع پر غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی' معیار الحق میں کلام کر چکے تھے اس لئے امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی اور ۱۳۴ صفحات پر مشتمل رسالہ "حاجز البحرین" تصنیف فرمایا۔ رسالہ کیا ہے علم حدیث اور علم اسماء الرجال کا بحرِ مواج ہے' اس کا مطالعہ کرتے وقت غیر مقلدین کے شیخ الکل علم حدیث میں طفلِ مکتب

---

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: رادّ القحط والوباء (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۱

(۲) رحمٰن علی، مولوی: تذکرہ علمائے ہند، اردو (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی) ص ۱۰۰

نظر آتے ہیں' آج تک غیر مقلدین کو علم حدیث کے مدعی ہونے کے باوجود اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں ہوسکی۔

امام نسائی حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے' شفق غروب ہونے والی تھی کہ اتر کر نمازِ مغرب ادا کی، پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں کیں' بلکہ صورۃً اور عملاً جمع کیں۔ یہ بات میاں صاحب کے موقف کے خلاف تھی انھوں نے اس پر اعتراض کیا کہ امام نسائی کی روایت میں ایک راوی ولید بن قاسم ہیں اور ان سے روایت میں خطا ہوتی تھی تقریب میں ہے: صَدُوْقٌ یُخْطِیءُ۔

اس اعتراض پر امام احمد رضا بریلوی نے متعدد وجوہ سے گرفت فرمائی:

۱۔ یہ تحریف ہے' امام نسائی نے ولید کا فقط نام ذکر کیا تھا' میاں صاحب نے ازراہِ چالاکی اسی نام اور اسی طبقے کا ایک راوی متعین کر لیا، جو امام نسائی کے راویوں میں سے ہے اور جس پر کسی قدر تنقید بھی کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ راوی ولید بن قاسم نہیں بلکہ ولید بن مسلم ہیں، جو صحیح مسلم کے رجال اور ائمہ ثقات اور حفاظ اعلام میں سے ہیں، ہاں وہ تدلیس کرتے ہیں' لیکن اس کا کیا نقصان کہ اس جگہ وہ صاف حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ فرما رہے ہیں۔

۲۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ابن قاسم ہی ہیں تاہم وہ مستحق رد نہیں۔ امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے' اُن سے روایت کی' محدثین کو اُن سے حدیث لکھنے کا حکم دیا۔ ابن عدی نے کہا جب وہ کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۔ صحیح بخاری و مسلم میں کتنے راوی وہ ہیں جن کے بارے میں تقریب میں فرمایا صَدُوْقٌ یُخْطِئُ ' کیا آپ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ صحیحین کی روایات کو بھی رد کر دو گے؟

۴۔ حسان بن حسان بصری، صحیح بخاری کے راوی ہیں ان کے بارے میں تقریب میں ہے صدوق یخطی ء ان کے بعد حسان بن حسان واسطی کے بارے میں لکھا ابن مندہ نے انھیں وہم کی بنا پر حسان بصری سمجھ لیا حالانکہ حسان واسطی ضعیف ہیں، دیکھئے پہلے حسان بصری کو صدوق یخطی کہنے کے باوجود واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

مطالب حدیث:

مرزائیوں نے حدیث شریف لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اس طرح استدلال کیا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنایا، اس سے ظاہر ہوا کہ نبیِ یہود حضرت موسیٰ اور نبیِ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام کی قبریں تھیں جن کی عبادت کی جاتی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی حدیثِ مذکور سے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ اَنْبِيَائِهِمْ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں ہے حتی کہ اس کا یہ معنی ہو کہ حضرت موسیٰ سے یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو تمام یہود و نصاریٰ نے مسجد بنالیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے، اور جب استغراق مراد نہیں تو بعض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کر لینا باطل اور مردود ہے۔ یہود و نصاریٰ کا بعض انبیاء کی قبور کریمہ کو مسجد بنالینا صدق حدیث کے لیے کافی ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ سوال اٹھایا کہ نصاریٰ کے انبیاء کہاں ہیں؟ اُن کے نبی تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے، ان کی قبر نہیں ہے۔ اس سوال کا ایک جواب یہ دیا:

''انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانا عام ہے کہ ابتداء ہو یا کسی کی پیروی میں' یہودیوں نے ابتداء کی اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی اور اس میں شک نہیں کہ نصاریٰ بہت سے اُن انبیاء کی قبور کی تعظیم کرتے ہیں جن کی یہودی تعظیم کرتے ہیں۔'' (ترجمہ)

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس حدیث میں اختصار واقع ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں کو۔ صحیح بخاری' حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قبورِ انبیاء کے بارے میں صرف یہودیوں کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے انبیاء کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک فرمائے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔''

صحیح بخاری' حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں صرف نصاریٰ کا ذکر تھا ان کے ساتھ صرف صالحین کا ذکر ہے' انبیاء کرام کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اُولٰئِکَ قَوْمٌ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْکَ الصُّوَرَ.

''نصاریٰ وہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں وہ تصویریں بنا لیتے۔''

اور صحیح مسلم حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہود و نصاریٰ دونوں کا ذکر تھا اس میں انبیاء اور صالحین دونوں کا ذکر فرمایا' چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَا وَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ

وَصَالِحِیۡهِمۡ مَسَاجِدَ٥

خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیتے تھے۔

کسی حدیث کا مطلب اُسی وقت واضح ہوتا ہے جب اس کے متعدد طرق کو جمع کر لیا جائے۔ [1]

<u>دین کے اصول وقواعد:</u>

ایک متبحر فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کے اصول وقواعد کا وسیع علم رکھتا ہو تاکہ کسی نئے مسئلے کا حکم پورے وثوق کے ساتھ بیان کر سکے' امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا کہ [2] روسر کی شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والے اس بات کی احتیاط نہیں کرتے کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک' حلال جانور کی ہیں یا حرام کی' اس شکر کا کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے جواب سے پہلے دس مقدمات بیان کئے جن میں شرعی اصول وضوابط پیش کئے' ان ہی مقدمات میں ایک ضابطۂ کلیہ واجبۃ الحفظ بیان فرمایا:

"فعل فرائض وترکِ محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور اُن امور میں کسی کی مطلقاً پروا نہ کرے اور اتیانِ مستحب وترکِ غیرِ اَولٰی پر مُداراتِ خلق ومُراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت وایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔

اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت وشناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفُّع وتنزُّہ کے لئے خلاف وجدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ائتلاف ومُوانست کے معارض اور مرادِ محبوبِ شارع کے مناقض ہیں۔

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: مجموعہ رسائل ردِ مرزائیت (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۹۰ ۔ ۸۷

(۲) روسر انگریزی تاجروں کی ایک جماعت کا نام ہے جس نے شاہجہانپور میں شکر کا کارخانہ لگایا تھا اور وہ حیوانوں کی ہڈیاں جلا کر اس کے کوئلوں سے شکر صاف کرتی تھی۔ (تذکرہ علمائے ہند، اردو از رحمٰن علی، ص ۱۰۰)

ہاں وہاں! ہوشیار و گوش دار! کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوچہ سلامت و جادۂ کرامت ہے، جس سے بہت زاہدان خشک و اہل تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت و مقصودِ شریعت سے دور پڑتے ہیں، خبردار و محکم گیر، یہ چند سطروں میں علم غزیر و باللہ التوفیق والیہ المصیر۔"[1]

عربی لغات:

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ "طَفَّ" بہ پڑنے کے معنی میں استعمال کیا اور فرمایا: حَتی طَفَّ مِنْ جَوَانِبِھَا۔ اس پر امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

"مجھے یہ فعل اور اس کا مصدر (۱) صحاح (۲) صراح (۳) مختار (۴) قاموس (۵) تاج العروس (۶) مفردات (۷) نہایہ (۸) درنثیر (۹) مجمع البحار اور (۱۰) مصباح میں نہیں ملا۔ ہاں قاموس میں صرف اتنا ہے کہ طف المکوک والاناء وطففہ وطِفافہ وہ چیز جو اس برتن کے کناروں کو بھر دے۔"[2]

امام احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ ایک نامانوس لفظ دیکھتے ہی اسے غریب سمجھا اور اس کی غرابت پر لغت کی دس مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا ان مآخذ میں عربی لغات بھی ہیں اور لغات حدیث بھی۔

کثیر الافادات مجتہد فی المسائل

امام احمد رضا بریلوی اپنی اکثر و بیشتر تصنیفات کے خطبوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور درود شریف کے ساتھ ساتھ وہ مسئلہ بھی بیان فرما دیتے ہیں جسے بعد ازاں تفصیلی

---

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاوی رضویہ (مکتبہ نعیمیہ، مراد آباد) ج ۲، ص ۱۲۷

(۲) احمد رضا خاں بریلوی، امام: جد الممتار (مطبعہ عزیزیہ، حیدر آباد دکن) ج ۱، ص ۱۲۹

دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ صرف یہ نہیں بلکہ اکثر رسائل وتصنیفات کا ایسا حسین نام تجویز فرماتے ہیں جس سے نہ صرف واضح طور پر موضوع کی نشان دہی ہوتی ہے بلکہ حروفِ ابجد کے حساب سے سالِ تصنیف بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن کمال باشا نے فقہاء کے سات طبقے بیان کئے جن میں سے تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے' یہ وہ فقہاء ہیں جو اصول وفروع میں اپنے امام کے پابند ہیں اور امام کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں' امام احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ اور تحقیقات جلیلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مجتہدین کے اسی طبقے میں شامل ہیں۔ چنانچہ آپ نے نوٹ کے احکام پر مبسوط رسالہ **کفل الفقیہ الفاھم** میں لکھ کر عرب وعجم کے علماء کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کردیا۔ اسی طرح انگریزوں کی ایک کمپنی روسر جانوروں کی ہڈیاں جلا کر ان کی راکھ سے شکر صاف کرتی تھی' یہ ایک نیا مسئلہ تھا جسے آپ نے اصولِ دینیہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اسی طرح جنس ارض کی تہتر ۷۳ قسمیں علماء متقدمین نے بیان کی تھیں جن میں آپ نے ایک سو سات ۱۰۷ چیزوں کا اضافہ کیا' اور جن چیزوں سے تیمم نہیں ہوسکتا فقہاء متقدمین نے سینتالیس چیزیں گنوائی تھیں جبکہ آپ نے ان میں تہتر چیزوں کا اضافہ کیا۔ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

> ''بظاہر اس (پہلی جلد) میں ۱۱۴ فتوے اور ۲۸ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہزار ہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صد ہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔''[1]

حکیم محمد سعید دہلوی' چیئرمین ہمدرد ٹرسٹ' پاکستان رقمطراز ہیں:

> ''میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں۔ بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان

---

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (طبع بمبئی) ج ۱ ص ۸۵۰

میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں' میرا مطلب ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح وتعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہاء جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے۔ [1]

امام احمد رضا بریلوی وہ بالغ نظر مفتی ہیں جو احکامِ شرعیہ معلوم کرنے کے لیے تمام امکانی مآخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں' ایک ماہر طبیب جب فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرتا ہے تو بیش بہا طبی معلومات دیکھ کر اسے حیرت ہوتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کسی مفتی کی تصنیف پڑھ رہا ہے یا ماہر طبیب کی۔ چنانچہ جناب حکیم محمد سعید دہلوی لکھتے ہیں:۔

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں۔ مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی دقتِ نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے' وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں' ان کے تحقیقی اسلوب و معیار سے دین وطب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔" [2]

---

(۱) محمد سعید دہلوی، حکیم: معارف رضا کراچی، شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۹۹

(۲) ایضاً: ص ۱۰۰

مرجع العلماء:

یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں' فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد اُن حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے' مصنف تھے' جج تھے یا وکیل تھے۔ مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے:۔

''امام احمد رضا بریلوی.........بحیثیت مرجع العلماء''

اس مقالہ میں انھوں نے فتاویٰ رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں گیارھویں جلد) کا مطالعہ پیش کیا ہے' ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے (۴۰۹۵) استفتاء ہیں' جن میں سے تین ہزار چونتیس (۳۰۳۴) عوام الناس کے استفتاء ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ (۱۰۶۱) استفتاء علماء اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً امام احمد رضا بریلوی جواب دیتے وقت ہاں یا نہیں میں بات نہیں کرتے بلکہ دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ مولانا خادم حسین کا یہ مقالہ فتاویٰ رضویہ کی پیشِ نظر پہلی جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انھیں جو عالم بھی ملا عقیدت و احترام سے ملا اور ہمیشہ کے لئے ان کا مدّاح بن گیا' حضرت علامہ مولانا وصی احمد محدث سورتی' عظیم محدّث اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی سے اس قدر والہانہ تعلق رکھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ حضرت علامہ مولانا سراج احمد خانپوری اپنے دور کے جلیل القدر فاضل تھے اور علم میراث میں تو انھیں تخصص حاصل تھا۔ الزبدۃ السراجیہ لکھتے وقت ذوی الارحام کی صنف رابع کے بارے میں مفتیٰ بہ قول

دریافت کرنے کے لیے دیوبند، سہارنپور اور دیگر علمی مراکز کی طرف رجوع کیا، کہیں سے تسلی بخش جواب نہ آیا، پھر انھوں نے وہی سوال بریلی بھجوا دیا، ایک ہفتے میں انھیں جواب موصول ہو گیا جسے دیکھ کر ان کا دماغ روشن ہو گیا اور وہ تازیست امام احمد رضا بریلوی کے فضل و کمال اور تبحر علمی کے گن گاتے رہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی فقاہت اور تبحر علمی کے قائل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امام احمد رضا بریلوی نے ندوۃ العلماء کی صلح کلیت کا سخت تعاقب اور رد کیا تھا، اس کے باوجود ندوہ کے ناظم اعلیٰ علامہ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلہ ہو، اس حقیقت پر ان کا فتاویٰ اور ان کی کتاب "کفل الفقیہ" شاہد ہے جو انھوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی۔"[1]

گزشتہ سال مولانا کوثر نیازی ہندوستان گئے تو ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی گئے، واپسی پر انھوں نے اپنے تاثرات میں ندوہ کے بارے میں لکھا کہ اس کے ہال میں ہندوستان کے ممتاز علماء کا امتیازی مقام واضح کرنے کے لیے چارٹس آویزاں کیے گئے تھے۔ چنانچہ علم فقہ میں ممتاز شخصیت کی حیثیت سے حضرت مولانا احمد رضا خاں کا نام لکھا ہوا تھا[2] تذکرہ و تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کیے بغیر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ اس دور میں بڑے بڑے فقہاء ہو گزرے ہیں ان سب میں ممتاز فقیہ کے طور پر امام احمد رضا بریلوی کا نام منتخب کرنا اور وہ بھی ان کے مخالفین کی طرف سے، ان کے فضل و کمال کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ع

---

(۱) ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۴۱

(۲) کوثر نیازی، مولانا: مشاہدات و تاثرات، روزنامہ جنگ، لاہور ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء

اَلفَضلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

''فضیلت وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیں''

امام احمد رضا بریلوی میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اوران کے بیان واستدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے' اس کے باوجود وہ تکبّر اور عُجب کی زد میں نہیں آتے' وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ میں مجتہد ہوں اور براہِ راست کتاب و سنت سے استدلال کرتا ہوں' بلکہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں اور مذہب حنفی کی تائید وحمایت میں ہی دلائل فراہم کرتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں وہ اپنے فتاویٰ کی حیثیت کا تعین کس انداز میں کرتے ہیں' فرماتے ہیں:

> ''فتوے کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) عرفیہ' فتوائے حقیقیہ تو یہ ہے کہ تفصیلی دلیل کی معرفت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے' ایسے حضرات کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے' چنانچہ کہا جاتا ہے فقیہ ابوجعفر اور فقیہ ابواللیث اوران جیسے دیگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ فتویٰ دیا' فتوائے عرفیہ یہ ہے کہ ایک عالم امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کے اقوال بیان کرے اور اسے تفصیلی دلیل کا علم نہ ہو' جیسے کہ کہا جاتا ہے ابن نجیم' غزی' طوری کے فتاویٰ اور فتاویٰ خیر یہ اسی طرح زمانے اور مرتبے میں مؤخر فتاویٰ رضویہ تک گنتے چلے جایئے' اللہ تعالیٰ اس فتاویٰ کو باعث خوشنودی اور پسندیدہ بنائے۔ آمین۔[1] (ترجمہ)

انہوں نے کثیر مقامات میں اکابر فقہاء متقدمین سے اختلاف کیا ہے لیکن کیا مجال ہے کہ ان کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ کہہ دیں یا ایسا کلمہ کہہ دیں جو ان کے شایان شان نہ ہو' وہ اپنی تنقید اور گرفت کو معروضہ یا تطفّل (بچپنے) سے تعبیر کرتے ہیں' آج

---

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (رضا اکیڈمی، بمبئی) ج ۱، ص ۳۸۵

بعض علماء کو اللہ تعالیٰ نے وسعت علمی عطا فرمائی ہے تو وہ بزرگوں کے بارے میں ایسا لب ولہجہ اختیار کرتے ہیں جیسے کسی طفلِ مکتب سے ہم کلام ہوں' یہ رویہ کسی طرح بھی قابلِ تحسین نہیں ہے۔

اسرار شریعت وطریقت کا اُجالا پھیلا کر ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء بروز جمعہ عین اس وقت عبقری اسلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی جب مؤذن اذانِ جمعہ میں کہہ رہا تھا۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔

رضا فاؤنڈیشن...... عظیم اشاعتی منصوبہ

یوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی نظرِ عنایت سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ پاکستان کا ایک اہم مرکزی ادارہ ہے جہاں تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام ہے' ملک بھر کے سُنی مدارس کی تنظیم' تنظیم المدارس (اہل سنت) کا مرکزی دفتر بھی یہیں قائم ہے' طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر شیخوپورہ میں چالیس کنال پر مشتمل وسیع خطۂ اراضی حاصل کیا گیا ہے جہاں جامعہ نظامیہ رضویہ کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔(۱)

۱۹۷۴ء سے جامعہ میں مکتبہ قادریہ قائم ہے جس کی طرف سے اسلامی' تاریخی اور اعتقادی موضوعات اور درسِ نظامی سے متعلق مطبوعات کا قابلِ قدر ذخیرہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے، جسے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک پسندیدگی اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ یہ سب کام استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ کی نگرانی اور سرپرستی میں انجام دئے جا رہے ہیں' جامعہ میں شعبۂ تحقیق و

(۱) الحمدللہ! اس وقت ۲۰۰۵ء میں جامعہ کی عظیم الشان عمارت اور جامع مسجد تعمیر ہو چکی ہے، جہاں ایک ہزار طلباء اور تین سو طالبات معروف تعلیم ہیں۔ ۱۲ اشرف قادری

تصنیف بھی قائم ہے جس کے ناظم مولانا محمد منشا تابش قصوری ہیں۔ ہماری خوش قسمتی یہ کہ ہمیں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کی سرپرستی حاصل ہے۔ آج پوری دنیا کے علمی حلقوں میں امام احمد رضا بریلوی کا جو تعارف ہے اس میں پروفیسر صاحب کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور وہ اس موضوع پر سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں طلباء کو مقالہ نویسی کی ترغیب اور تربیت دی جاتی ہے خصوصاً تنظیم المدارس کے امتحانات درجۂ عالمیہ کا مقالہ لکھنے کے لیے اساتذہ طلباء کی راہنمائی کرتے ہیں اور طلباء جامعہ کی وسیع لائبریری کے علاوہ دیگر لائبریریوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں' اس طرح ایک عمدہ تصنیف تیار ہو جاتی ہے۔ کوئی ادارہ یا خود تنظیم درجہ عالمیہ کے طلباء کے منتخب مقالات' اصحابِ علم و تحقیق کی نظر ثانی کے بعد شائع کرنے کا اہتمام کرے تو مختلف موضوعات پر اچھی کتابوں کا بڑا ذخیرہ مارکیٹ میں آجائے گا۔ اس میں تنظیم اور مسلک کی نیک نامی بھی ہوگی اور لکھنے والے علماء کے لیے مزید لکھنے کی تحریک بھی۔

یہ غالباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ بے سروسامانی کے باوجود جامعہ میں فتاویٰ رضویہ کی تخریج کا کام شروع ہوا' مولانا اظہار اللہ ہزاروی' مولانا مظفر خاں نیازی' مولانا محمد نذیر سعیدی' مولانا محمد عمر ہزاروی اور مولانا محمد یٰسین اس شعبے میں کام کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تمام مدارس کو اس اہم ترین شعبے کی طرف توجہ دینی چاہئے، جہاں متعدد مدرسین کام کر رہے ہوں وہاں ایک مصنف اور محقق کے لیے بھی جگہ نکالی جاسکتی ہے، اور اس کے مشاہرے کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے' یہ امر واقع ہے کہ ایک مصنف کے کام کی افادیت کئی مدرسین سے زیادہ ہے' مدرس تو صرف ان طلبہ کو فائدہ پہنچائے گا جو کلاس میں حاضر ہوں، جبکہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو تصنیف کا فائدہ ملک کے گوشے گوشے بلکہ دوسرے ممالک تک پہنچ سکتا ہے' اس سے وہ تشنگی بھی دور ہو سکتی ہے جو کئی موضوعات کے بارے میں شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

مارچ ۱۹۸۸ء میں جناب مولانا احمد نثار بیگ (مانچسٹر' انگلینڈ) جامعہ میں تشریف لائے انھوں نے فتاویٰ رضویہ کی تخریج کا کام دیکھا تو پُر زور سفارش کی کہ امام احمد رضا بریلوی کی تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کے لیے ایک ادارہ ''رضا فاؤنڈیشن'' قائم کیا جائے اور انگلینڈ کے احباب سے بھی رابطہ قائم کیا جائے۔ وہ بڑی سعید ساعت تھی کہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ' کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوگیا اور انگلینڈ کے علماء سے رابطہ بھی قائم کیا گیا اور انھوں نے بھرپور دلچسپی لی اور مالی تعاون بھی کیا' فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء(۱)

حوالوں کی تخریج کے بعد عربی عبارات کے ترجمے کا کام مولانا علامہ مفتی سیّد شجاعت علی قادری (رُکن اسلامی نظریاتی کونسل وسابق جسٹس وفاقی شرعی عدالت) کے سپرد کیا گیا، جسے انھوں نے بڑی عمدگی اور دلجمعی سے انجام دیا' پہلے دو رسالوں کی عربی عبارات کا ترجمہ راقم نے کیا' کتاب کے لیے راسخ العقیدہ اور وسیع مذہبی معلومات رکھنے والے خوش نویس جناب محمد شریف گل کا انتخاب کیا گیا' طباعت کی نگرانی کے لیے مولانا محمد اوّل شاہ قادری (ابن مولانا اجمل شاہ سنبھلی رحمہ اللہ تعالیٰ) کی خدمات حاصل کی گئیں' پیش نظر کتاب کے مطابق فہرست مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی نے تیار کی۔ اس طرح جلد اوّل تیار ہوکر قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔

---

(۱) مولانا احمد نثار بیگ مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے تقاضا کر رہے تھے کہ آپ انگلینڈ تشریف لائیں تا کہ احباب کو کہہ کر رضا فاؤنڈیشن کے ساتھ تعاون کروایا جائے، مفتی صاحب کہتے تھے کہ جب آپ وہاں موجود ہیں تو میرے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ راقم نے مشورہ دیا کہ آپ کو جانا چاہیے چنانچہ مفتی صاحب نے وعدہ کرلیا، پھر انگلینڈ گئے تو احباب کو پابند کیا کہ میرے سامنے چندے کی اپیل نہ کی جائے، تاہم احباب اہل سنت نے تعاون کیا اور فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کام شروع ہوگیا، 26 جلدیں چھپی تھیں کہ مفتی صاحب دار فانی سے رحلت فرما گئے، دو جلدیں مزید چھپ چکی ہیں۔ ۲۰۰۵ء —— شرف قادری

فتاویٰ رضویہ جلد اوّل

فتاویٰ رضویہ کی پہلی، دوسری اور پانچویں جلد بریلی شریف سے طبع ہوئی تھی۔ تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد حضرت مولانا علامہ عبدالرؤف رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸؍شوال ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) نے سُنّی دارالاشاعت مبارکپور سے شائع کیں۔ چھٹی اور ساتویں جلد بحر العلوم حضرت مولانا علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ العالی کی محنت اور کوشش سے منظر عام پر آئی ہیں اور آٹھویں جلد کتابت کے مراحل سے گزر رہی ہے، دسویں جلد مکتبہ رضا پبلشرز نے شائع کی اور گیارھویں جلد ادارۂ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا بریلی نے شائع کی۔ سچی بات یہ ہے کہ ان حضرات نے جتنی محنت ان غیر مطبوعہ جلدوں کو شائع کرنے پر صرف کی ہے اتنی محنت سے وہ نئی کتابیں لکھ سکتے تھے، لیکن آفرین ہے ان کی ہمت مردانہ پر کہ انھوں نے اپنی توانائیاں اور علمی صلاحیتیں دورِ حاضر کے اس عظیم فتاویٰ کی اشاعت پر صرف کر دیں، یقیناً وہ تمام علمی دنیا کے شکریے کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں اجر جزیل عطا فرمائے۔

شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور نے جلد اوّل دوبارہ شائع کی، سُنّی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد کے مالک مولانا حافظ محمد اسلم قادری نے نابینا ہونے کے باوجود پانچ جلدیں شائع کیں۔ (افسوس کہ حافظ صاحب ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۲ء میں رحلت فرما گئے رحمہ اللہ تعالیٰ)، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، مکتبہ رضویہ کراچی، ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کراچی، مکتبہ نعیمیہ اور مکتبہ فاروقیہ دیپا سرائے، سنبھل (انڈیا) نے بھی بعض جلدیں دوبارہ شائع کیں، اس تفصیل سے فتاویٰ رضویہ کی مقبولیت کا کسی قدر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور کی طرف سے پہلی جلد ہدیۂ قارئین ہے، اس ایڈیشن کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ عربی اور فارسی عبارات ایک کالم میں اور ان کا ترجمہ دوسرے کالم میں شامل کیا گیا ہے۔

۲۔ حاشیہ میں حوالوں کی تخریج کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ عبارت کس جلد کے کس صفحہ پر ہے اور ایڈیشن کون سا ہے؟ اور جہاں مصنف کی اپنی عبارت ہے وہاں (م) اور ترجمہ کی جگہ (ت) لکھا گیا ہے۔

۳۔ نئی اور دلکش کتابت کروائی گئی ہے۔

۴۔ پیرابندی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔ سائز درمیانہ تجویز کیا گیا ہے' اور یہ بھی کوشش ہوگی کہ جلد زیادہ ضخیم نہ ہوتا کہ قاری کو دقت نہ ہو۔

اس انداز میں ایڈٹ کرنے کا نتیجہ ہوگا کہ جلدوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا' چنانچہ پہلی جلد' تین جلدوں میں پیش کی جائے گی۔ 'کتاب الطہارۃ' کا کچھ حصہ جو دوسری جلد میں شامل کر دیا گیا تھا اسے بھی ان ہی جلدوں میں شامل کر دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پیش نظر جلد اوّل' سابقہ جلد اوّل کے صفحہ ۲۴۳ 'باب المیاہ' تک ہے۔ ترتیب میں ایک تبدیلی یہ بھی کی گئی ہے کہ اصولِ افتاء سے متعلق رسالہ مبارکہ "اجلی الاعلام" ابتداء میں لگا دیا گیا ہے' اسی طرح رسالہ 'باب العقائد والکلام' کو عقائد سے متعلق جلد میں پیش کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ!

پیش نظر جلد میں ۲۲ سوالات کے جوابات ہیں' اس حصے میں ۲۹۲ مقامات پر امام احمد رضا نے اقول کہہ کر فوائد بیان کیے ہیں یا فقہائے متقدمین کی خدمت میں معروضات و تطفلات پیش کیے ہیں۔ گیارہ مستقل رسائل ہیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ اَجلَی الْاِعْلَامِ اَنَّ الْفَتوٰی مُطْلَقًا عَلٰی قَوْلِ الْاِمَامِ

فتویٰ مطلقاً امام اعظم کے قول پر ہوتا ہے۔

۲۔ اَلْجُوْدُ الْحُلُوُّ فِی اَرْکَانِ الْوُضُوْءِ

وضو کے اعتقادی اور عملی فرائض و واجبات کا بیان (جو اس رسالے کے علاوہ کہیں نہ ملے گا۔)

۳۔ تَنْوِیْرُ الْقِنْدِیْلِ فِی اَوْصَافِ الْمِنْدِیْلِ

طہارت کے بعد بدن کے پونچھنے کا بیان۔

۴۔ لُمَعُ الْاَحْکَامِ اَنْ لَّا وُضُوْءِ مِنَ الزُّکَامِ

زکام ناقص وضو نہیں

۵۔ اَلطِّرَازُ الْمُعلمُ فِیمَا ھُوَ حَدَثٌ مِّنْ اَحْوَالِ الدَّمِ

جسم سے خون نکلنے کے مسائل اور دلائل کی بے مثال تنقیح

۶۔ نَبْهُ الْقَوْمِ اَنَّ الْوُضُوْءَ مِنْ اَیِّ نَوْمٍ

سونے سے وضو ٹوٹنے کے مسائل

۷۔ خُلَاصَةُ تِبْیَانِ الْوُضُوْءِ

وضوء اور غسل کی احتیاطوں کا بیان

۸۔ اَلْاَحْکَامُ وَالْعِلَلُ فِی اَشْکَالِ الْاِحْتِلَامِ وَالْبَلَلِ

احتلام کے متعلق تمام مسائل کی منفرد تحقیق

۹۔ بَارِقُ النُّورِ فِی مَقَادِیْرِ مَاءِ الطُّهُوْرِ

وضو اور غسل میں پانی کی مقدار پر بحث

۱۰۔ بَرَکَاتُ السَّمَاءِ فِی حُکْمِ اِسْرَافِ الْمَاءِ

پانی کے غیر ضروری خرچ کرنے کا حکم

۱۱۔ اِرْتِفَاعُ الْحُجُبِ عَنْ وُجُوْهِ قِرَاءَةِ الْجُنُبِ

جنبی کی قراءت سے متعلق وہ تحقیقات جو دوسری جگہ نہیں ملیں گی۔

اللہ تعالیٰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور کو بہتر سے بہتر انداز میں مکمل فتاویٰ رضویہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارے کا یہ پروگرام بھی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے جو رسائل عربی میں ہیں، یا ان میں کہیں کہیں اردو عبارات ہیں، انھیں عربی زبان میں جدید انداز میں ٹائپ پر کمپوز کروا کر شائع کیا جائے تا کہ علمی دُنیا میں ان سے استفادہ کیا جا سکے۔

الحمد للہ تعالیٰ! اس وقت تک چار کتابیں دیدہ زیب انداز میں شائع کر کے ہدیۂ قارئین کی جا چکی ہیں:

۱۔ کفل الفقیہ الفاہم (عربی) مصری ٹائپ میں

۲۔ کفل الفقیہ الفاہم (اردو) نئی کتابت اور تخریج کے ساتھ

۳۔ مجموعہ رسائل نور و سایہ ....

۴۔ مجموعہ رسائل ردِّ مرزائیت ....

برادرانِ اہل سنت اور قدر شناسانِ اعلیٰ حضرت کا کام ہے کہ آگے بڑھیں، رضا فاؤنڈیشن کے خود ممبر بنیں اور اپنے دوستوں کو ممبر بنائیں تا کہ یہ پروگرام تیزی کے ساتھ تکمیل کی طرف گامزن ہو سکے۔

۱۶؍ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ محمد عبد الحکیم شرف قادری

۱۴؍ مارچ ۱۹۹۰ء

☆☆☆

مقدمہ:

فتاوٰی رضویہ (جلد نمبر 14)

از: امام احمد رضا خاں بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم وفضل، تبحر، وسعت نظری، فکر ونظر کی گہرائی، پچاس (۵۰) سے زیادہ علوم میں مہارت، یہ وہ امور ہیں جو کسی بھی باخبر شخصیت سے مخفی نہیں ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی طرف سے ترتیب جدید کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کی تیرہ[1] جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں، ان میں پرانی پانچ جلدیں پیش کی جا سکی ہیں، امید ہے کہ پچیس تیس جلدوں میں پورا فتاویٰ مکمل ہو سکے گا، اس کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی صاحبِ علم امام احمد رضا کے تبحر علمی کا انکار نہیں کر سکتا۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم وقلم نے نہ صرف مسلمانوں کے ایمان اور عقائد کی حفاظت کی، انہیں زندگی میں پیش آنے والے عبادات ومعاملات کے احکام سے آگاہ کیا بلکہ انہیں باوقار زندہ رہنے کا اسلامی طریقہ بھی سکھایا، وہ سیاسی لیڈر نہ تھے لیکن وقت آنے پر انہوں نے قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کی جس کے نتیجے میں ملت اسلامیہ کا سفینہ ساحلِ مراد پر جا لگا اور دنیا کے نقشے پر پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔

پاکستان کے قابلِ صد فخر سپوت اور نامور مسلمان سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے ایٹمی دھماکوں سے چند دن قبل ۲۴ مئی ۱۹۹۸ء کو درج ذیل بیان جاری کیا:

---

(۱) الحمد للہ! ۲۰۰۴ء تک ستائیس جلدیں چھپ چکی ہیں۔ ۱۲

''آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا۔ استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔

اس پُر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا جس کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب برپا کر دیا۔

امام صاحب کی شخصیت جذبۂ عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے لبریز تھی، آپ کی ساری زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم سے وفاشعاری کا نشان مجسم تھی۔[1]

بیسویں صدی عیسوی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں کئی ایسی تحریکیں چلیں جن میں واضح طور پر محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان اپنا تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جائیں گے، انگریز تاجر بن کر ہندوستان آیا اور اپنی سازشوں سے یہاں کا حکمران بن بیٹھا، ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی، حکومتِ برطانیہ نے بے شمار ہندوستانیوں کو اس وعدے پر فوج میں بھرتی کر کے جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا کہ فتح کے بعد ہندوستان آزاد کر دیا جائے گا، مسٹر گاندھی اور مولانا محمد علی جوہر نے فوجی بھرتی کی بھرپور حمایت کی، دو لاکھ کے قریب مسلمان اور ہندو فوج میں بھرتی ہوئے، عظیم اسلامی ملک ترکی کو شکست ہوئی، فتح مکہ کے بعد انگریز اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا، مسٹر گاندھی نے انہیں سزا دینے کے لئے ''مسئلۂ خلافت'' کھڑا کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ترکی کا سلطان اسلامی خلیفہ ہے، اس کی خلافت ختم کرنا اسلام پر حملہ کرنے کے مترادف ہے، کتنی عجیب بات تھی کہ وہ گاندھی جو ہندوستان میں مسلمانوں

(۱) ہنڈ بل شائع کردہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، ص ۳۔۴

کو ایک انچ زمین دینے پر تیار نہ تھا وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی خلافت بحال کرنے کا نعرہ لگا رہا تھا۔

پھر اس تحریک کو تحریک ''ترکِ موالات'' بنا دیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر انگریز کا ہر قسم کا بائیکاٹ کریں، ان کی ملازمت چھوڑیں، ان کی دی ہوئی جاگیریں واپس کر دیں، مسلمانوں کے کالجوں کو ملنے والی گرانٹ واپس کر دیں، غرض یہ کہ ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں، افسوس ناک صورت یہ تھی کہ گاندھی لیڈر تھا اور مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر دست بستہ اس کے پیچھے چل رہے تھے، ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتوے دیئے جا رہے تھے، مسجدوں کے ممبروں پر گاندھی ایسے مشرک کو بٹھا کر اس کی تقریریں کرائی جا رہی تھیں، مختصر یہ کہ ہندو مسلم اتحاد کے لیے پوری راہ ہموار کی جا چکی تھی۔

دوسری طرف لیڈروں کی نگاہ سے یہ حقیقت یکسر پوشیدہ تھی کہ انگریز کے اس ملک سے چلے جانے کے بعد اقتدار لازمی طور پر ہندوؤں کو ملے گا جو ہندوستان کی غالب اکثریت میں تھے، مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچتا؟ انہیں یہی فرق پڑتا کہ پہلے انگریز حکمران تھے جو اہل کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے تھے بعد میں ہندوؤں کی حکومت ہوتی جو مشرک تھے اور کسی آسمانی کتاب کو نہ مانتے تھے، ہندوؤں نے حکومت نہ ہونے کے باوجود شُدھی اور سنگھٹن تحریکوں کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے ہر حربہ استعمال کر ڈالا تھا، جب انہیں حکومت مل جاتی تو وہ کیا کچھ نہ کرتے؟ اس دور میں اس حقیقت کا ادراک سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی نے کیا اور بستر علالت سے ''المحجة المؤتمنة'' کتاب لکھ کر ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں پر کاری ضرب لگائی اور قوم مسلم میں نئی روح پھونک دی، یہ کتاب تحریک پاکستان کی خشتِ اول کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب فتاویٰ رضویہ کی چودھویں جلد میں شامل کر دی گئی ہے،

ارباب حکومت، ماہرین تعلیم اور تاریخ پاکستان کے محققین کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہمرنگ زمین کو خوب دیکھ رہے تھے، انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال اور قائداعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے، دیکھا جائے تو دوقومی نظریہ کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی۔ پاکستان کی تحریک کو بھی فروغ نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔''(1)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا موقف یہ تھا کہ موالات دوستی کو کہتے ہیں، مسلمان کے دل میں کسی بھی کافر کی دوستی نہیں ہونی چاہیے خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو، تحریک ترک موالات کے حامی انگریز کی دوستی ہی نہیں۔اس کے ساتھ معاملات کرنے سے بھی منع کرتے تھے، دوسری طرف ہندو کی دوستی میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ اتحاد کی کوشش کررہے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالفت کی، اور اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان تحریکوں میں گاندھی ایسا مشرک لیڈر تھا اور مسلمان لیڈر اس کے مقتدی تھے، اس میل جول اور اتحاد کا اثر ہندوؤں پر تو کچھ نہ ہوتا البتہ مسلمان اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے، اس موقع پر امام احمد رضا بریلوی نے ڈنکے کی چوٹ پر اس اتحاد کی مخالفت کی، اور اتحاد کرنے والے علماء اور لیڈروں کو فرقہ گاندھویہ کا لقب دے کر ان کی شدید مخالفت کی، چونکہ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے

(1) کوثر نیازی، مولانا: امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، معارف نعمانیہ لاہور، ص ۱۵-۱۴

ہم مسلک علماءِ اہلسنت کا حلقۂ اثر بہت وسیع تھا اس لئے ان کے مخالفین ابوالکلام آزاد وغیرہ کی بڑی کوشش تھی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تحریکوں میں شریک ہو جائیں۔

ایک شوشہ یہ بھی چھوڑا گیا کہ ترکی کی حکومت چونکہ خلافت شرعیہ ہے اس لئے جو اس کی حمایت نہیں کرتا وہ کافر ہے، امام احمد رضا بریلوی سے اس سلسلے میں جب استفتاء کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں تک خیر خواہی کا تعلق ہے وہ تو دل سے ہر سلمان کے لئے فرض ہے، اس میں قریشی ہونا شرط نہیں ہے البتہ خلافت شرعیہ کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط قریشی ہونا ہے، اس مسئلے پر آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے:

''دوام العیش فی الائمۃ من قریش۔''

یہ رسالہ آپ کی وفات کے بعد چھپا، اس کی اشاعت سے انگریز کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا تو آپ کی ظاہری زندگی میں شائع کیا جاتا۔

انگریز نوازی کا الزام

یہ وہ حالات تھے جن کی بناء پر مخالفین نے امام احمد رضا پر انگریز نوازی کا الزام لگایا، جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

نوائے وقت کے مشہور کالم نویس میاں عبدالرشید رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''ان دنوں چونکہ سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لئے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی، لیکن تاریخ نے ان ہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا، اب باطل پراپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آ رہا ہے۔''[1]

---

(۱) میاں عبدالرشید: پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر (ادارۂ تحقیقات پاکستان، لاہور) ص ۱۲۰

مشہور سکالر مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

''ایک ایسا مردِ مومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچہری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو، جو مقدمہ قائم ہو جانے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو، جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی اُلٹی طرف پتہ لکھتا ہو تاکہ انگریز بادشاہ اور ملکہ کا سر نیچا نظر آئے، جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس دالان سے ڈاک میں آئے ہوئے وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور روپے پیسے جن پر یہ تصویریں ہیں سب باہر پھینک دیے جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو۔

جس نے نعت گوئی میں بھی کسی کو نمونہ مانا اور اسے سلطانِ نعت گویاں قرار دیا تو حضرت مولانا کفایت علی کافی تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، اس سلسلے میں باقاعدہ جدّ وجہد کی اور ۱۸۵۸ء میں مراد آباد کے چوک میں انہیں برسرِ عام پھانسی دے دی (مقصد یہ کہ امام احمد رضا (علیہ الرحمہ) انگریز نواز ہوتے تو انگریز کے اتنے بڑے دشمن کو اپنا آئیڈیل نہ بناتے۔۱۲ قادری)

اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے سورج ظلمت، پھول بدبو، چاند گرمی، سمندر خشکی، بہار جھڑ، صبا صرصر، پانی حدت، ہوا حبس اور حکمت جہالت کا دوسرا نام ہے۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی[1]

(۱) کوثر نیازی، مولانا: امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت، ص ۱۶

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ وہ شفاف آئینہ ہے، جس پر انگریز نوازی کا کوئی داغ نہیں۔ انہوں نے، اُن کے صاحبزادوں اور تلامذہ وخلفاء نے کبھی انگریز سے تعلق نہ رکھا، ان میں سے کسی کو انگریز نے شمس العلماء وغیرہ کا خطاب نہ دیا، نہ ان میں سے کسی نے انگریز سے جائیداد حاصل کی، آج انڈیا آفس لائبریری کا ریکارڈ اوپن ہو چکا ہے جس کا تعلق پاک وہند کی تحریک آزادی سے ہے، کہیں سے تو انگریز دوستی کا ثبوت ملے۔

اس کے برعکس یہ حقیقت کوئی راز سربستہ نہیں رہی کہ تحریک ریشمی رومال کا راز کس نے طشت از بام کیا تھا؟ اور کس کی اطلاع پر جنود ربانیہ کے زعماء مولوی محمود حسن وغیرہ کو گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں قید کیا گیا؟ مولوی تاج محمود امروٹی کے صاحبزادے اور سندھ کے سیاسی لیڈر مولوی محمد شاہ امروٹی نے بستر مرگ پر پڑے ہوئے بیان دیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے ان تمام منصوبوں کی اطلاع اپنے بھائی مظہر علی کو پہنچائی جو سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ تھے، انہوں نے انگریز حکومت کو اطلاع پہنچا دی[1] اور مولوی شبیر احمد عثمانی نے صاف اعتراف کیا کہ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ تھانوی صاحب کو انگریز حکومت کی طرف سے چھ سو روپے ماہانہ ملا کرتے تھے۔[2]

کیا یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا کے بھی انگریز حکومت کے ساتھ اس قسم کے تعلقات تھے یا انہوں نے حکومتِ وقت سے مفاد حاصل کیا ہو؟ وہ تو انگریز دورِ حکومت میں مسلم اُمّہ کو جگاتے ہوئے فرما رہے ہیں: ؏

سونے والو! جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے

---

(۱) انجم اشاری (ماہنامہ شوٹائم، کراچی) شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء، ص ۱۳۱

(۲) مکالمۃ الصدرین (مطبوعہ دیوبند) ص ۱۰۔۹

تشدد کا الزام

امام احمد رضا بریلوی اخلاص اور للّٰہیت کا پیکر تھے، انہوں نے قرآن وحدیث اور ائمۂ اسلام کے ارشادات کی روشنی میں بغیر کسی رورعایت کے فتوے صادر کئے، روافض اور قادیانیوں کے خلاف آپ کے فتوؤں کو دیوبندی مکتب فکر کے لوگ بھی اپنی تائید وحمایت کے ساتھ شائع کرتے ہیں اور انہیں تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے دیوبند کے خلاف ان کے فتوؤں کو قابلِ التفات نہ گردانا جائے؟

دراصل بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم ضروریاتِ دین میں سے ہے اور آپ کی گستاخی اور توہین کفر ہے، اس پر بریلوی دیوبندی دونوں متفق ہیں۔

مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

> ''حضرت مولانا گنگوہی ــــــ فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر سرورِ کائنات علیہ السلام ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیتِ حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہوجاتا ہے۔''[1]

اختلاف اس وقت پیدا ہوا جب امام احمد رضا بریلوی نے علماءِ دیوبند کی بعض عبارات پر گرفت کی اور انہیں حرمین شریفین کے علماء کے سامنے پیش کر کے ان سے دریافت کیا کہ یہ عبارات رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہیں اور ان کا قائل کافر ہے یا نہیں؟ پینتیس (۳۵) علمائے حرمین شریفین نے فتویٰ دیا کہ یہ عبارات کفریہ ہیں اور ان کے قائل کافر ہیں، اب چاہیے تو یہ تھا کہ ان چند سطری عبارات کو حذف کردیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی جاتی، لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا، اور وہ کتابیں ان عبارات سمیت آج تک چھپ رہی ہیں، متحدہ پاک وہند کے اڑھائی سو

---

(۱) حسین احمد مدنی، مولوی: الشہاب الثاقب، ص ۵۷

سے زیادہ علماء اور مشائخ نے اس فتوے کی تصدیق کی، دیکھئے الصوارم الہندیہ از مولانا حشمت علی خاں رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ فتویٰ علمائے دیوبند سے ذاتی مخاصمت کی بناپر نہیں بلکہ ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حفاظت کی خاطر دیا تھا، مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظم تعلیمات تبلیغ، دارالعلوم دیوبند اس فتویٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگر (مولانا احمد رضا) خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔"[1]

مولانا کوثر نیازی اس اختلاف اور اس کے پس منظر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ اُن (علماءِ دیوبند) کے بعض اکابر کی خلافِ احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابلِ اعتراض گردانا اور چونکہ معاملہ عظمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا، توہینِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنیاد پر انہیں فتوؤں کا نشانہ بنایا، دیکھا جائے تو یہی فتوے امام بریلوی اور ان کے مکتبِ فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہیں، جس تشدد کی دُہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے۔"[2]

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے یہ فتوے کسی ذاتی یا گروہی مخاصمت کی بناء پر نہیں بلکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت اور تقدس کے

(۱) مرتضیٰ حسن دربھنگی، مولوی: اشد العذاب، ص ۱۴

(۲) کوثر نیازی، مولانا: امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت، ص ۷

تحفظ کے لئے دئے ہوئے جو ہر مسلمان کا فرض ہے، ان کے ایک مکتوب کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے جس کا ایک ایک لفظ ان کے دردِ دل کا آئینہ ہے، ڈیرہ غازی خاں کے مولانا غلام یسین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''مولانا! زمانہ غربتِ اسلام ہے بدأ السلام غریبا وسیعود کمابدأ فطوبیٰ للغرباء غربت کے لئے کسمپرسی لازم ہے، سُنیوں میں عوام کی توجہ لہو ولعب ہزل کی طرف اور بد مذہب رافضی ہوں یا وہابی یا قادیانی یا آریہ یا نصاریٰ، سب اپنے اپنے مذہب کی نصرت وحمایت واشاعت میں کمر بستہ ہیں، مال سے اعمال سے اقوال سے سُنیوں کو کون پوچھتا ہے؟ وقت ہی شیوع ضلالت کا ہے، ان کو اگر کوئی آدھی بات کہے جامہ سے باہر ہوں، ماں باپ کو گالی دے اُس کے خون کے پیاسے ہوں، اُس وقت تہذیب بالائے طاق رہتی ہے، ساری تہذیب اللہ عزوجل اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل برتی جاتی ہے کہ ان کو منہ بھر کر گالیاں دینے والے، لکھ لکھ کر چھاپنے والے، جو چاہیں بکیں، ان بکنے والوں کا نام ذرا بے تعظیمی سے لیا اور نا مہذب درشت گو کا خلعت عطا ہوا، یہ حالتِ ایمان ہے، اناللّٰہ و انا الیہِ راجعُون۔

ایسوں کے نزدیک تو معاذ اللہ قرآنِ عظیم بھی نامہذب ہے فَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ، هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ م بِنَمِيْمٍ، مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ، عتل بعد ذٰلک زنیم، یاایھاالنبی جاهدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ، وَقَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً، ودو الوتدهن فیدهنون، ولاتاخذکم بهمارأفة فی دین الله، تقربوا الی الله ببغض اهل المعاصی والقوهم بوجوه مقفهرة۔

بات یہ ہے کہ اللہ ورسول کی عزت قلوب میں بہت کم ہوگئی ہے، ماں باپ کو بُرا کہنے سے دل کو درد پہنچتا ہے، تہذیب بالائے طاق رہتی ہے نہ اُس وقت اخوت و

اتحاد کا سبق یاد ہے، اللہ ورسول پر جو گالیاں برستی ہیں اُن سے دل پر میل بھی نہیں آتا، وہاں نیچری تہذیب آڑے آتی ہے، اللہ اسلام دے اور مسلمانوں کو توفیقِ خیر عطا فرمائے۔''

تفصیل کے لئے سعادتِ لوح و قلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف ''گناہِ بیگناہی'' اور مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری کی پاک و ہند میں مقبول کتاب ''دعوتِ فکر'' کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ   محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۰ر ستمبر ۱۹۹۸ء

پیش لفظ:

ذبیحہ حلال ہے

از امام احمد رضا خان بریلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الكريم

و علی آله و اصحابه اجمعين

عامۃ المسلمین میں سے بعض لوگ بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے جانور پالتے ہیں تاکہ ختم شریف کے موقع پر اُسے ذبح کیا جائے' پوچھنے پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کے نام کا جانور ہے' غیر مقلدین اور دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہو گیا اور حرام بھی ایسا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا' علماء اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرتا ہے، اور اسی کے لئے جانور کا خون بہاتا ہے، اور اسی کی رضا کے لئے گوشت پکا کر بندگانِ خدا کو کھلاتا ہے، اور اس سارے عمل کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے حرام قرار دیا جائے۔

اس مسئلے پر اس وقت چند رسائل راقم کے پیش نظر ہیں' جن میں اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

(۱) سُبُلُ الْاَصْفِيَاءِ فِىْ حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِيَاءِ (۱۳۱۲ھ)

تصنیف امام احمد رضا بریلوی

مطبوعہ نورانی بکڈپو' جمشید پور' انڈیا (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)

(۲) قلمی فتویٰ: از علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری

اس کا مختصر تعارف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت یہ دونوں فتوے ہدیۂ

قارئین کئے جارہے ہیں۔

(۳) اِعْلاءُ کَلِمَۃِ اللّٰہِ فِیْ بَیَانِ مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔

از حضرت مہرولایت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی۔

شائع کردہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

(۴) تَصْرِیْحُ الْمَقَالِ فِیْ حِلِّ الْاِھْلَالِ:

از غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی

اجمیری کتب خانہ، ملتان (۱۹۵۷ء)

مخالفین اپنی تائید میں تفسیر عزیزی کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی تفسیر میں وہی کچھ کہا ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند امور قابلِ توجہ ہیں:

(۱) تمام مستند مفسرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (البقرہ ۲ : آیت ۱۷۳)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طرح کیا ہے۔

''وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا (فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن)

اور وہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا جائے۔''

اسی طرح سورۂ مائدہ آیت ۳ اور سورۂ نحل آیت ۱۱۵ کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا ہے جب آیت کریمہ کا یہ ترجمہ ہے تو یہ فتویٰ کسی طرح درست نہیں ہوسکتا کہ جس جانور کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کردی گئی ہو تو وہ حرام ہے، اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ

ہی کا نام لیا جائے۔

(۲) شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی، صاحب ''تفسیر مجددی معروف بہ تفسیر رؤفی''
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے تھے[1] اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد۔ انہوں نے ''تفسیر عزیزی'' کی اس عبارت ہی کو الحاقی قرار دیا ہے، اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مخالفین، حق وصداقت کے چھپانے اور اپنے باطل عقائد کو فروغ دینے کے لئے ایسی کاروائیاں کرتے رہے ہیں۔

حکیم سیّد محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں:۔

''شاہ (ولی اللہ) صاحب کے ساتھ تو ابتدا ہی سے یہ معاملہ روا رکھا گیا ہے، ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف والحاق کیا گیا، اس کے علاوہ ان کی طرف بر سبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب کردی گئیں:

(۱) قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسنین (۲) جنۃ العالیہ فی مناقب المعاویہ
(۳) البلاغ المبین (۴) تحفۃ الموحدین
(۵) اشارہ مستترہ (۶) قول سدید۔

شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبدالعزیز کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کئے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے، شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے براءت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔[2]

القول الجلی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند اور مصدقہ سوانح حیات ہے

---

(۱) انہوں نے اپنا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے: رؤف احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین بن محمد یحییٰ بن مجدد الف ثانی (تفسیر رؤفی، ج ۱، ص ۴)

(۲) محمود احمد برکاتی، حکیم سید: القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ء

عرصۂ دراز تک اسے پردۂ خفا میں رکھا گیا اور اسے شائع کرنے سے گریز کیا گیا' کیونکہ پروپیگنڈے اور خود ساختہ تاریخ کی بنیاد پر شاہ صاحب کو جس مسلک کا نمایندہ بنا کر پیش کیا گیا تھا یہ کتاب اس کی نفی کرتی تھی' لیکن حق بھی کبھی چھپانے سے چھپا ہے۔ وہ تو کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

''اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو ''القول الجلی'' کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔[1]

اب اصل مطلب کی طرف آیئے۔ شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی فرماتے ہیں:

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ''اور جو جانور ذبح کیا جاوے بنام غیر خدا۔'' معلوم ہووے کہ اکثر لوگوں کو اس آیت کی معنی میں مفسدوں کے بہکانے سے شک پڑتا ہے' سو ہم یہاں اس کی تفصیل'' احقاق الحق'' (کتاب کا نام ۱۲ ق ن) میں سے کئی تفسیروں کی عبارت کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے جلالین' تفسیر حسینی' تفسیر بیضاوی' کشاف' مدارک' تفسیر جامع البیان تفسیر دُرِ منثور' معالم التنزیل اور تفسیر احمدی کی عبارتیں ترجمہ سمیت نقل کی ہیں۔ ان تمام تفسیروں میں آیت مبارکہ کا وہی مطلب بیان کیا گیا جو شاہ رؤف احمد نے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے جو کچھ لکھا ہے توجہ اور چشم حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''جاننا چاہئے کہ ''تفسیر فتح العزیز'' میں کسی عدوّ نے الحاق کر دیا ہے

---

(۱) محمود احمد برکاتی، حکیم سید: القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ء) ص ۳۴

اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی، اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہوگئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے کے واسطے بالکل نہیں ہوتا' سو یہ بات کسی نے ملا دی ہے۔

خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب بھی ایسا، سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے' اور ان کے مرشد اور استاد اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ''فوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں مَـا اُھِلَّ کا معنی مَاذُبِحَ لکھا ہے' یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بُت کا نام لیوے سو حرام ہے اور مُردار کے جیسا ہے' اور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کیا سو کیونکر حرام ہوتا ہے۔

بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز، حضرت پیرانِ پیر کی نیاز، اور ہر ایک شہداء اولیاء کی نیاز، فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے۔ واہ واہ! کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔'' [1]

اب تو وہ بنیاد ہی ختم ہوگئی جس پر وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(۲) غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے ''تفسیر عزیزی'' اور ''فتاویٰ عزیزی'' کی داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک وہی جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو' محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے

---

(۱) رؤف احمد نقشبندی مجددی، شاہ: تفسیر رؤفی (مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء، ج ۱، ص ۱۳۵

نوٹ:۔ تفسیر رؤفی دو جلدوں میں اور اس کا قدیم نسخہ بیت القرآن، عقب عجائب گھر، لاہور میں موجود ہے۔ قارئین کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ تفسیر رؤفی کے دوسرے ایڈیشن سے یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے وہ نسخہ بھی بیت القرآن میں موجود ہے۔ ۱۲ اشرف

سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ ذیل میں علامہ کاظمی کے رسالۂ مبارکہ "تصریح المقال فی حل امر الاھلال" سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

"حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں انواع شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں سے چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس کے متعلق محدث دہلوی نے فرمایا: چوتھا گروہ پیر پرست ہے۔ جب کوئی بزرگ کمالِ ریاضت اور مجاہدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت والا ہو کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہو جاتی ہے، جو شخص اس کے تصور کو واسطۂ فیض بنالے یا اس کے اُٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلل تام کرے (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

یا در مکانِ نشست و برخاست اُو یا بر گورِ او بجود و تذلیل تام نماید

تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب (خود بخود) اس پر مطلع ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں شفاعت کرتی ہے۔[1]

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا،

علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

اَلْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْخُضُوْعِ وَالتَّذَلُّلِ[2]

خضوع اور تذلل (تام) کو عبادت کہتے ہیں۔

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدتمند اہل سنت و جماعت کو پیر پرست قرار دے کر مشرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت اور انتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا روئے سخن اُس گروہ مشرکین کی طرف ہے، ان کا طریقہ یہ تھا

---

(۱) عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ (لال کنواں، دہلی) ص ۱۲۷

(۲) ابن عابدین شامی، علامہ: ردالمحتار (مصطفیٰ البابی، مصر) جلد ۲، ص ۲۵۷

کہ جانور کی جان دینے کی نذر شیخ سدّو وغیرہ کے لئے مانتے اور اس کی تشہیر کرتے تھے۔ پھر اسی نیت کے تحت شیخ سدّو وغیرہ کے لئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے' ظاہر ہے کہ یہ ذبیحہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا' کم فہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بنا پر ان جانوروں کو حرام قرار دیا ہے' حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان صریح ہے۔

شاہ صاحب نے ''تفسیر عزیزی'' میں اپنے موقف کی وضاحت کے لئے تین دلیلیں پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل: یہ حدیث ہے۔ مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ' ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

دوسری دلیل عقلی ہے' اس میں یہ تصریح ہے۔ ''وجانِ ایں جانور از اں غیر قرار دادہ کشتہ اند'' اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے اِس عبارت میں دو باتیں ہیں (۱) جانور کی جان غیر کے لئے مملوک قرار دی (۲) اس کو ذبح کیا' صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے خبث پیدا ہوا کہ اسے غیر کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل: تفسیر نیشا پوری کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس کے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت میں بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے' ثابت ہوا کہ شاہ صاحب محض کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کی نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے، بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے اور یہی تمام امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے اُھِلَّ کا ترجمہ اگرچہ اصل لُغت کے اعتبار سے یہ کیا ہے

کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو۔ لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح واقع ہو' چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ میں وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ، لفظ ''بِہٖ'' لِغَیْرِ اللّٰہِ سے پہلے ہے جب کہ سورۂ مائدہ' انعام اور نحل میں لِغَیْرِ اللّٰہِ پہلے ہے اور بِہٖ مؤخر ہے' اس کی وجہ یہ کہ اس جگہ باء فعل کو متعدی کرنے کے لئے ہے اور اصل یہ ہے کہ باء فعل کے ساتھ متصل ہو اور دوسرے متعلقات سے پہلے ہو' اس جگہ تو باء اپنے اصل کے مطابق لائی گئی ہے' دوسری جگہوں میں اس چیز کو پہلے لایا گیا ہے جو جائے انکار ہے۔

پس ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ [1]

لہٰذا غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے آیا ہے۔

اب اگر اُھِلَّ سے مراد ذبح نہیں ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ سورۂ بقرہ کے علاوہ باقی سورتوں میں غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے ہے؟ حالانکہ باقی سورتوں میں بھی ذبح کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اُھِلَّ ہی کا ذکر ہے۔ ثابت ہوا کہ خود شاہ صاحب کے نزدیک اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا مرادی معنی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہی ہے۔

مزید تائید کے لئے شاہ صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو' سوال یہ ہے کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے حلال ہے یا حرام؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

> ''ذبیحہ کی حلت اور حرمت کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے اگر تقرب الی اللہ کی نیت سے یا اپنے کھانے کے لئے یا تجارت اور دوسرے جائز کاموں کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام۔'' [2]

غور فرمائیں کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے کو انہوں نے حرام

---

(۱) عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی، البقرہ، ص ۶۱۱

(۲) عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی، دہلی ۱۳۲۲ھ) ج ۱، ص ۲۱

نہیں کہا، اگر محض تشہیر اور نذر لغیر اللہ موجب حرمت ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ حرام ہے، یوں نہ کہتے کہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قصد پر دارومدار ہے۔''

یہ خلاصہ ہے حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی تحقیق کا' یاد رہے کہ یہ گفتگو اس وقت ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ عبارات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہیں' اور اگر ان عبارات کو الحاقی قرار دیا جائے جیسے کہ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی نے فرمایا ہے تو پھر اس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ذیل میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ سے ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو اس مسئلے کے سمجھنے میں مدد دے گا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''حاجت برآری کے لئے جو اولیاء کرام کی نذر معمول اور مروّج ہے' اکثر فقہاء اس کی حقیقت تک نہیں پہنچے' اسے اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کر کے شقوں کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اگر نذر مستقل طور پر اس ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے لئے ہے تو صحیح ہے۔

لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس نذر میں کھانا کھلانے' خرچ کرنے اور مال صرف کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا اپنے ذمہ لازم کیا جاتا ہے' اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے کہ حضرت اُمّ سعد وغیرہ کا حال صحیحین میں وارد ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچانا مقصود ہے' اور ولی کا ذکر عمل منذور کی تعیین کے لئے ہے (یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے ۱۲ ق ن) نہ کہ مصرف بیان کرنے کے لئے' نذر ماننے والوں کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے متوسلین ہوتے ہیں، مثلاً رشتے دار' خدام اور پیر

بھائی وغیرہ' بلاشبہہ نذر ماننے والوں کا مقصد یہی ہوتا ہے' اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے' اسے پورا کرنا واجب ہے' کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔

ہاں اگر اس ولی کو مستقل طور پر مشکلات کا حل کرنے والا یا شفیع غالب اعتقاد کریں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد تک پہنچا دے گا' لیکن یہ عقیدہ الگ چیز ہے اور نذر دوسری چیز۔''(۱)

چشم انصاف سے دیکھئے! عامۃ المسلمین جب یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا سیدنا غوث اعظم کے نام کا ہے تو ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُسی کا نام لے کر ذبح کیا جائے گا، اس کا گوشت بندگانِ خدا کو کھلا کر ثواب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پُرفتوح کو پہنچایا جائے گا' اس عمل سے بکرا کیوں حرام ہو جائے گا؟ اور وہ شخص کیوں مشرک ہو جائے گا؟ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر ایسی نذر مانی گئی تو وہ نذر صحیح ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے۔

حضرت عالمگیر کے استاذ اور مشہور درسی کتاب نور الانوار کے مصنف حضرت ملا جیون آیت مبارکہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے تحت فرماتے ہیں:

وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ ۔(۲)

یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جس کی نذر اولیائے کرام کے لئے مانی جائے، جیسے کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال اور طیب ہے۔

(۴) اس جگہ ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کو مشرکین اپنے معبودوں کے لئے مختص کر دیتے تھے اور اس کی تشہیر بھی کرتے

---

(۱) عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی دہلی) ج ا ص ۲۲-۱۲۱

(۲) ملا جیون علامہ: تفسیرات احمدیہ (مکتبہ رحیمیہ، دیوبند) ص ۴۲

تھے کہ ان جانوروں کا احترام کیا جائے، قطعی بات ہے کہ وہ مشرکانہ عقیدے کی بنا پر ایسا کرتے تھے' ہمارے اور مخالفین کے نزدیک وہ جانور لازمی طور پر مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہوں گے، اس کے باوجود ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو ان کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے' صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے والوں کو زجر فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (۶/۱۱۹)

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان جانوروں سے نہیں کھاتے جن پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے؟''

علامہ ابو السعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار فرمایا ہے کہ اُن کے لئے کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کے کھانے سے اجتناب کا سبب ہو۔''(۱)

اللہ اکبر! کافروں نے جن جانوروں کو مشرکانہ طور پر اپنے معبودان باطلہ کے لئے مختص کر دیا ہو، انہیں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو اُن کا کھانا حلال' اور عامۃ المسلمین اولیاء اللہ کے ایصال ثواب' فاتحہ اور نذر عرفی کے لئے مخصوص کردہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ان کا کھانا حرام' اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کا فتویٰ:

۱۳ جون ۱۹۹۰ء کو برادر محترم مولانا محمد الغفار ظفر صابری مدظلہ بذریعہ بحری جہاز حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو راقم انہیں رخصت کرنے کے لئے کراچی گیا' ان کی واپسی پر استقبال کے لئے دوبارہ ۱۹ راگست کو کراچی جانے کا اتفاق ہوا' دونوں

(۱) ابو السعود، امام: تفسیر ابو سعود (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۳ ص ۱۷۹

دفعہ آمد و رفت کے موقع پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا انتظام جناب سیٹھ عرفان عمر صاحب (لاہور) نے کیا اور قیام کے لئے تاج محل ہوٹل کا کمرہ ریز رو کرا دیا' شمس العلوم جامعہ رضویہ' کراچی اور دار العلوم نعیمیہ' کراچی کے علماء نے پر تپاک استقبال کیا' مولانا قاری محمد اسماعیل سیالوی اور ان کے شاگرد رشید جناب عمر فاروق سیالوی' کیپٹن نیوی نے روانگی اور واپسی پر اتنا پُر خلوص تعاون کیا کہ اسے بُھلایا نہیں جا سکتا' دونوں دفعہ کیپٹن صاحب راقم کو بحری جہاز کے اندر لے گئے اور مسلسل ساتھ رہے' اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی سفر میں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے بھتیجے جلیل القدر فاضل حکیم نصیر الدین مدظلہ العالی نظامی دواخانہ' شاہراہ قائدین' کراچی سے ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو علامۃ الہند کے غیر مطبوعہ فتوے کا ذکر آ گیا' حکیم صاحب نے بتایا کہ دار العلوم دیوبند سے ایک فتویٰ بغرض تصدیق علامۃ الہند کے پاس آیا۔ فتوے کا مضمون یہ تھا کہ اولیاء کرام کے لئے نامزد کیا جانے والا جانور حرام ہے۔ علامۃ الہند نے فرمایا: ''مجھے اس فتوے سے اتفاق نہیں ہے' اس لئے تصدیق نہیں کر سکتا۔'' حضرت کے شاگرد مولانا منتخب الحق (سابق صدر شعبۂ معارف اسلامیہ' کراچی یونیورسٹی) نے درخواست کی کہ اگر آپ کو اس فتوے سے اختلاف ہے تو آپ اپنا موقف تحریر فرما دیں۔ اس طرح یہ فتویٰ تحریری طور پر معرضِ وجود میں آیا۔

عبد الشاہد خاں شروانی اس فتوے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ما اھل بہ لغیر اللہ'' میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے حرمت کے دائرہ میں ان جانوروں کو بھی داخل کر لیا جو کسی بزرگ کے فاتحہ وغیرہ کے نام سے موسوم و متعین ہو جائیں۔ علامہ (معین الدین اجمیری) کا مسلک شاہ صاحب کے مخالف تھا' اس پر ایک مبسوط محققانہ مضمون لکھا تھا

جو ضائع ہو گیا' اور روز افزوں صحت کی خرابی نے دوبارہ لکھنے کا موقعہ نہ دیا۔[1]

لازمی بات ہے اس متاع گم گشتہ کی بازیابی کی اطلاع سے راقم کو خوشی ہوئی، حکیم صاحب نے بتایا کہ اس فتوے کی اصل کاپی عامر عثمانی' ایڈیٹر ماہنامہ "تجلی' دیوبند" بغرض اشاعت لے گئے تھے' لیکن انہوں نے یہ فتویٰ شائع نہیں کیا' البتہ اس کی فوٹو کاپی حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) کے پاس موجود ہے' راقم کی درخواست پر برکاتی صاحب نے ایک فوٹو کاپی مجھے فراہم کر دی۔

یہ فتویٰ باریک قلم سے لکھا ہوا ہے' فوٹو کاپی بھی صاف نہیں اس لئے اس کا پڑھنا بڑا دشوار تھا' جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور کے فاضل مدرس مولانا غلام نصیر الدین چشتی نے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا' مولانا حافظ محمد رمضان خوشنویس نے کتابت کی' اس طرح یہ غیر مطبوعہ فتویٰ چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

اسی موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے "سُبُلُ الْاَصْفِیَاءِ فِی حُکْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِیَاء" موضوع کی مناسبت کے پیش نظر دونوں فتوے رضا اکیڈمی' لاہور کی طرف سے اکٹھے شائع کئے جا رہے ہیں' رضا اکیڈمی' لاہور کے اراکین اور معاونین اس علمی پیشکش پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں' مقام صد شکر ہے کہ رضا اکیڈمی' لاہور نے مختصر عرصے میں علمی اور اشاعتی میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن پر علمی حلقوں نے نہایت حوصلہ افزا تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۲ر نومبر ۱۹۹۱ء

☆☆☆

(۱) عبدالشاہد خاں شروانی: باغی ہندوستان (مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۷۸ء) ص ۱۰۔۲۱۹

باب نمبر ۳

اعتقادیات

۳۔اعتقادیات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱۔	غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق	امام احمد رضا بریلوی		
۲۔	عقائد ونظریات	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	لاہور	۱۹۹۸ء
۳۔	حیات الموات	امام احمد رضا بریلوی	لاہور	۲۰۰۵ء
۴۔	برکات الامداد لاھل الاستمداد انوار الانتباہ فی حِل نداء یارسول اللہ	امام احمد رضا بریلوی	لاہور	۲۰۰۵ء

تقدیم:

غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق

از امام احمد رضا خاں بریلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلیفۂ اوّل

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اصدق الصادقین' سیّد المتقین
چشم و گوشِ و زارت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا

آپ کا نام نامی عبداللہ' کنیت ابوبکر اور لقب صدیق' عتیق' یارِ غار اور ''خلیفہ رسول اللہ'' ہے۔ عام فیل سے دو سال اور کچھ دن کم چار ماہ بعد ۵۷۳ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب یوں ہے: ابوبکر بن عثمان (ابوقحافہ م ۱۴ھ) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ' حضرت مرہ پر جا کر آپ کا نسب نبی اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' تجارت کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ معاشرہ میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا۔ حتیٰ کہ روسائے قریش میں شمار ہوتے تھے' خوں بہا کا فیصلہ آپ کے سپرد تھا۔ اس معاملہ میں تمام قریش آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے تھے۔ جود و سخا' صلہ رحمی' مہمان نوازی' بردباری و حلم اور صداقت و دیانت آپ کے وہ نمایاں اوصاف تھے۔ جن کا انکار آپ کے بدترین دشمن کفار قریش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ قسامِ ازل نے آپ کو ابتداء ہی سے فطرت سلیمہ' قلب و نظر کی پاکیزگی' حق کو قبول کرنے والا

دل اور بے پناہ ذکاوت وفطانت عطا فرمائی تھی۔امام زہری فرماتے ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے بارے میں ساری زندگی میں کبھی شک واقع نہیں ہوا(۱)،آپ نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے بھی کبھی شراب نہیں پی(۲)،آپ کو ابتداء ہی سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل تھا۔فیضِ صحبت نے آپ کے دل انور کو ایسا روشن آئینہ بنا دیا تھا جو باطل کے عکس کو کسی صورت میں قبول نہ کرتا تھا۔اور حق وصداقت کے نور کو بغیر کسی تردد کے قبول کر لیتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ جب نبی آخر الزمان ﷺ نے آپ کے سامنے پیغام اسلام پیش کیا۔تو آپ نے فوراً قبول کر لیا اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین اسلام اور سید عالم ﷺ کی ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔آپ کی دعوت پر ''عشرہ مبشرہ'' میں سے پانچ صحابہ کرام حضرت عثمان غنیؓ زبیر بن عوام' عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے ایسے سات حضرات کو خرید کر آزاد کیا جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیف دی جا رہی تھی،ان ہی حضرات میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔آپ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی چار پُشتیں شرفِ صحابیت سے مشرف ہوئیں۔یہ فضیلت اور کسی خاندان کو حاصل نہیں ہوئی۔وہ چار پُشتیں یہ ہیں:

عبداللہ بن اسما بنت ابو بکر بن ابو قحافہ

اسی طرح یہ سلسلہ ہے۔

ابو عتیق بن عبدالرحمٰن بن ابو بکر بن ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔آپ نے واقعہ معراج کی تصدیق اس اعتماد وایقان سے فرمائی کہ کفار کی

(۱)امام ابن حجر مکی: الصواعق المحرقہ،ص۸۵۔ (۲)ایضاً: ص۷۵

آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔اور مسلمانوں کو نیا جوش وجذبہ حاصل ہوا۔اسی قوتِ ایمانی کی بناء پر آپ کو ’’صدیق‘‘ کا لقب دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے شبِ ہجرت صحابہ کرام میں سے آپ ہی کو رفیق سفر منتخب فرمایا۔اس سفر کے دوران آپ نے خلوص وایثار اور دوستی کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ ’یار غار‘‘ کا لقب ایک مثال بن گیا۔آپ ہر جہاد میں سید عالم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ جب آپ مشرف با سلام ہوئے تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے جو آپ نے سب راہ خداوندی میں صرف کردئے ۹ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ’امیر حج‘‘ مقرر فرمایا۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت خاتم النبین، سیّد المرسلین ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔اور دنیائے اسلام کی مایۂ ناز اور مقدس ترین ہستیوں نے آپ کی خلافت کو تسلیم کیا اور بیعت کی، خود حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا:۔ نبی اکرم ﷺ نے انھیں ہمارے دین کے لئے اختیار فرمایا۔(یعنی نماز کی امامت کے لئے)اس لئے ہم نے انہیں اپنے دین کے لیے منتخب کیا(یعنی امامت وخلافت کے لئے)اور یہ امر واقعی ہے کہ آپ میں وہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔جو کسی خلیفہ راشد میں ہونے چاہیں۔

(۱) تقویٰ و پرہیز گاری (۲) نبی کریم ﷺ کی سچی محبت

(۳) محبوبیت (۴) اتباع سنت کا کامل جذبہ

(۵) کتاب وسنت کا علم (۶) سیاست

(۷) شجاعت (۸) صداقت، اور (۹) سخاوت

غرض جس وصف میں بھی آپ کو دیکھا جائے۔اس میں آپ کی حیثیت نمایاں اور نقطۂ عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ذیل میں مختصر طور پر ان اُمور کی وضاحت کی جاتی ہے۔

تقویٰ و پرہیز گاری:

ارشاد ربانی ہے:

وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (والليل ۹۲ پ ۳۰/ ۲۱)

''سب سے زیادہ متقی آگ سے بچایا جائیگا جواپنا مال پاکیزگی کے لئے دیتا ہے اس پر کسی کا احسان نہیں جس کی جزادی جائے۔لیکن اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔''

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ ''اتقیٰ'' (سب سے زیادہ متقی) سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات پ ۲۶ رکوع ۱۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو''

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ متقی ہیں۔اور جو سب سے زیادہ متقی ہو۔وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب سے زیادہ عزت و فضیلت والا ہے۔نتیجہ یہ نکلے گا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ اسی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خاص اُس سابقِ سیرِ قربِ خدا — اوحد کاملیّت پہ لاکھوں سلام

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفا — عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل	ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقیں، سید المتقیں	چشم وگوش وزارت پہ لاکھوں سلام

محبت و محبوبیت:

نبی کریم ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا۔ کہ تمام عمر اسلام لانے سے پہلے اور بعد آپ کے ساتھ رہے اور وصال کے بعد پہلوئے رسول مقبول ﷺ میں جگہ ملی۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ، فرماتے ہیں:

زیست میں، موت میں اور قبر میں ثانی ہی رہے
ثانی اثنین کے اس طرح ہیں مظہر صدیق

امام ترمذی نے حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کیا، مجھے دارِ ہجرت (مدینہ منورہ) کی طرف سوار کیا۔ بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا اور اسلام میں ابوبکر کے مال کی مثل مجھے کسی مال نے نفع نہ دیا۔[1]

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی پرورش فرمائی۔ اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ان سے کیا۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنی صاحبزادی اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سیّد عالم ﷺ سے کیا۔ اور جانی و مالی خدمات میں کوئی دقیقہ فرو گزاشتہ کیا۔ حتیٰ کہ خود سرور عالم ﷺ نے اعتراف خدمت کے طور پر فرمایا:

لَیْسَ فِی النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ فِیْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ مِنْ اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ

(۱) امام حجر مکی: الصواعق المحرقہ، ص ۷۱

(۲) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۶ بروایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے ابوبکر ابن قحافہ سے بڑھ کر ہماری خدمت کی ہو۔''

اقبال نے اسی حدیث کا مضمون اپنے اشعار میں پیش کیا ہے:

آں امنّ النّاس بر مولائے ما
آں کلیمِ اوّلِ سینائے ما
ہمتِ و کشتِ ملت را چو ابر
ثانیِ اسلام و غار و بدر و قبر

ہجرت کے موقع پر جب غارِ ثور کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''حضور! پہلے غار میں میں جاتا ہوں۔'' فَاِنْ کَانَ فِیْہِ شَیْءٌ اَصَابَنِیْ دُوْنَکَ '' ''اگر غار میں کوئی موذی ہوا تو وہ آپ کو تکلیف نہ دے، مجھے دے۔'' چنانچہ غار کے تمام سوراخوں کو بند کر دیا اور ایک سوراخ جو باقی بچ گیا تھا۔ اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ مشتاق زیارت سانپ نے تمام راستے بند پا کر آپ کے پائے اقدس پر ڈنک مارا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن لگا دینے سے تکلیف دُور ہو گئی۔ لیکن وہ زہر ہر سال عود کرتا رہا۔ آخر اسی سے شہادت پائی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں۔

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اُن پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جانِ فروضِ غُرَر کی ہے

آپ کی شان محبوبیت اس حدیث سے ظاہر ہے۔ جسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''ذات السلاسل'' (ایک جگہ کا نام) کی جنگ سے واپس آئے تو دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا:۔

اَیُّ النَّاسِ اَحبُّ اِلَیْکَ قَالَ عَائِشَۃُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْھَا [1]

''آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟'' فرمایا: ''عائشہ'' عرض کیا: ''مردوں سے؟'' فرمایا: ''اس کا باپ (ابو بکر صدیق)''۔

امام طبرانی حضرت سیّدنا علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: ''تم نے ابو بکر کے بارے میں کچھ کہا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''ہاں'' آپ نے فرمایا: ''کہو میں سنتا ہوں۔'' اُنہوں نے درج ذیل اشعار عرض کئے:

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیفِ

وَ قَدْ طَافَ الْعَدُوّبِہٖ اِذْ صَعِدَ الْجَبَلاَ

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْعَلِمُوا

مِنَ الْبَرِیَۃِ لَمیعدلُ بِہٖ رَجُلاً

ابو بکر صدیق' مقدس غار میں دو میں سے دوسرے تھے۔ جب دشمن پہاڑ پر چڑھ کر غار کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ لوگ جانتے تھے کہ حضور کسی کو آپ کے برابر قرار نہیں دیتے تھے۔

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوب مسکرائے اور فرمایا صَدَقْتَ یَا حَسَانُ ھُوَ کَمَا قُلْتَ ''اے حسان تو نے سچ کہا وہ اسی طرح ہیں جیسے تم نے کہا۔'' [2]

اتباع سُنّت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر شام کی سرحد کی طرف روانہ کیا۔ ابھی وہ مقامِ خشب میں پہنچے تھے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ بہت سے صحابۂ کرام کا خیال تھا۔ کہ عرب کے متعدد قبائل کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے حالات نہایت سنگین ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس لشکر کو روانہ نہ کیا جائے اور اگر

ا۔ مشکوۃ شریف، ص ۵۵۵ ۔ ۲۔ ابن حجر: الصواعق المحرقہ، ص ۵۸

اس لشکر کو بھیجنا ہی ہے تو حضرت اسامہ (جن کی عمر بیس سال سے بھی کم ہے) کی جگہ کسی عمر رسیدہ اور تجربہ کار شخص کو امیر لشکر بنایا جائے، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ "اگر مجھے یہ خطرہ بھی ہو کہ درندے مجھے چیر پھاڑ ڈالیں گے۔ تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کروں گا۔" جب یہ لشکر کامیاب ہو کر واپس ہوا تو بہت سے لوگوں کو ثابت قدمی نصیب ہوئی، اس سے آپ کی قوتِ ایمانی اور اتباعِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبۂ کامل کا پوری طرح اندازہ ہو سکتا ہے۔

کتاب وسنّت کا علم:

امام احمد، ابوداؤد وغیرہما نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کیا کہ بنو عمرو بن عوف میں آپس میں جنگ ہو گئی، یہ اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ ان میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اگر نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ پہنچوں تو ابو بکر سے کہنا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔" چنانچہ نماز کا وقت ہوا تو حضرت صدیق اکبر نے نماز پڑھائی۔ (۱)

امام بخاری و مسلم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں۔ کہ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک ناساز ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا:۔

مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاس ۲

"ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"

اس حدیث کو متعدد صحابہ نے روایت کیا اور ایک حدیث میں ہے:

یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَءُ هُمْ لِکِتٰبِ اللّٰهِ

"قوم کا امام وہ بنے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری اور زیادہ عالم ہو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے کتاب اللہ کے زیادہ عالم تھے۔ اسی لئے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی میں انہیں

۱۔ ابن حجر مکی: الصواعق المحرقہ، ص ۲۳ ۲۔ ایضاً: ص ۲۳

امام بنایا۔ یہ بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے، کیونکہ نماز ارکانِ اسلام میں سے اہم ترین رکن ہے، اسی لئے حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا:

فَاخْتَرْنَا لِدُنْيَانَامَنِ اخْتَارَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِدِيْنِنَا فَاَدَّيْتُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ حَقَّهٗ وَعَرَفْتُ لَهٗ طَاعَتَهٗ۔(۱)

"جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین (نماز کی امامت) کیلئے منتخب فرمایا اُسے ہم نے اپنی دنیا (خلافت) کیلئے منتخب کیا۔ لہٰذا میں نے ابو بکر کو ان کا حق دے دیا اور میں نے انکی اطاعت کو پہچان لیا۔"

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابۂ کرام میں اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کس جگہ دفن کیا جائے؟ تو حضرت صدیق اکبر نے بیان کیا کہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ہر نبی کو ان کے وصال کی جگہ دفن کیا گیا۔[۲] چنانچہ تمام صحابۂ کرام نے اس پر اتفاق کیا۔ اس سے آپ کی کتاب وسنّت پر وسیع نظر کا پتہ چلتا ہے۔

سیاست:

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جگہ جگہ سے ارتداد کی خبریں آنے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: "بخدا میں اس شخص سے جہاد کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق پیدا کرے گا۔ (یعنی کسی کا انکار کرے گا) اور اگر کسی شخص نے ایک رسی بھی روک لی جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں دیا کرتا تھا، تو میں اس سے بھی جہاد کروں گا۔" چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے فتنۂ ارتداد پر پوری طرح قابو پالیا گیا۔ ۱۱ھ کے آخر میں نبوت کا جھوٹا دعویدار مسیلمہ کذاب بڑی قوت حاصل کر گیا۔ اور اس نے یمامہ کے مقام پر چالیس ہزار افراد کی فوج جمع کر لی۔ اس کے استیصال کے لئے آپ نے حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا۔ جس

۱۔ ابن حجر مکی: الصواعق المحرقہ، ص ۴۸ ۲۔ ایضاً، ص ۳۶

نے اس فتنے کو موت کی نیند سلا دیا۔ اس موقع پر چونکہ کثیر صحابہ کرام جام شہادت نوش فرما گئے تھے۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے حضرت زید بن ثابت کو جمع قرآن پر مامور فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کو جمع کرنے کا سہرا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر ہے۔

امتِ مسلمہ پر آپ کا یہ عظیم الشان احسان ہے ورنہ نہ معلوم آج کتنے لوگ فرائض کا انکار کر چکے ہوتے اور کتنے نبوت کے جھوٹے دعویدار بن چکے ہوتے۔ آپ کے مختصر دورِ خلافت (دو سال چار ماہ) میں مسلمانوں کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور کثیر التعداد شہر فتح ہوئے۔

شجاعت:

امام بزار اپنی مسند میں فاتح خیبر اسد اللہ الغالب حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے لوگوں سے پوچھا: ''سب سے بہادر کون ہے؟'' حاضرین نے کہا: ''سب سے زیادہ بہادر آپ ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟'' حاضرین نے کہا: ''ہمیں علم نہیں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''سب سے بہادر ابو بکر صدیق ہیں۔ کیونکہ جنگ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک چھپر تیار کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا تا کہ کوئی مشرک ادھر نہ آ سکے تو بخدا صرف ابو بکر صدیق تھے جو برہنہ تلوار لے کر پہرہ دیتے رہے، جو مشرک اس طرف کا قصد کرتا، اُسے روکتے رہے۔ لہٰذا آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔''(۱)

صداقت:

ہجرت کے موقع پر راستے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک کافر

۱۔ الصواعق المحرقہ: ص ۳۰

نے پوچھا۔آپ کے ساتھ کون ہے؟ یہ لمحہ بڑا نازک تھا، اگر آپ صاف بات کہہ دیتے تو خدشہ تھا کہیں کافر حضور ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائیں اور اگر صحیح بات نہ کہتے تو آپ کی صداقت پر حرف آتا۔آپ نے بڑا لطیف و بلیغ جواب دیا۔فرمایا: رَجُلٌ یَهْدِیْنِی السَّبِیْلَ. (یہ میرے راہبر ہیں) آپ کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ حق وصداقت کے راہنما ہیں اور کافر یہ سمجھا کہ شاید یہ کہیں راہبر کے ساتھ سفر پر جارہے ہیں، اس طرح یہ مرحلہ بہ حسن وخوبی طے ہو گیا۔

امام حاکم، حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ہم نے امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ہمیں حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں کچھ بتائیے۔آپ نے فرمایا: ''ابوبکر وہ ہستی ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زبان مبارک پر صدیق رکھا۔'' (۱)

سخاوت:

حضرت امیر المومنین غیظ المنافقین، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں:۔
ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقے کا حکم دیا۔اتفاقاً اس دن میرے پاس بہت سامال تھا۔میں نے سوچا آج ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا۔چنانچہ میں نے نصف مال لاکر پیش کر دیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھر والوں کیلئے کیا رکھا؟'' میں نے عرض کیا ''اس کی مثل، اتنے میں ابوبکر اپنا تمام مال لے آئے۔حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لئے کیا رکھا؟'' انہوں نے عرض کیا: ''اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے سوچا میں ان سے کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔'' [۲] اقبال نے حضرت ابوبکر صدیق کے اس قول کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

---

(۱) الصواعق المحرقہ: ص۷۰ (۲) ایضاً: ص۷۵

آخر میں حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک فرمان ملاحظہ ہو۔ جسے دار قطنی نے روایت کیا کہ سالم بن ابی حفصہ (شیعی) کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان دونوں حضرات سے شیخین کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''اے سالم شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھ، اور ان کے دشمن سے دُور ہو کیونکہ وہ دونوں ہدایت کے امام تھے۔''(۱)

یہ خلیفہ رسول اللہ، افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب کی ایک جھلک ہے۔ جس سے اُن کی عظمتِ شان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ۲۲ رجمادی الآخرۃ مطابق ۲۳ راگست (۱۳ھ/۶۳۴ء) کی شب مغرب وعشاء کے درمیان ۶۳ برس کی عمر میں زہر کے اثر سے آپ کا وصال ہوا، آپ کو شہادت باطنی کا مقام حاصل ہوا۔ اور نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں گنبدِ خضراء کے اندر محوِ استراحتِ ابدی ہوئے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

☆☆☆

---

(۱) الصواعق المحرقہ: ص ۵۳

مقدمہ:

عقائد و نظریات

از: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی خلق الانسان و علمه البیان' والصلوۃ والسلام علی سید الانس والجان و علی آله واصحابه ما استدار القمران و تعاقب الملوان

آج جب کہ روس شکست و ریخت سے دوچار ہو چکا ہے' سرمایہ داری اور کمیونزم کے تصادم کا خاتمہ ہو چکا ہے' لادینی قوتیں اپنے لئے صرف اسلام کو خطرہ محسوس کر رہی ہیں' کیونکہ اسلام ہی وہ زندہ' و پائندہ دین ہے جو ہر قسم کے حالات میں نہ صرف زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے' بلکہ زمانے کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی قوت بھی رکھتا ہے' اسلام ہی وہ دین ہے جو بیک وقت دل و دماغ دونوں کو اپیل کرتا ہے' یہی وجہ ہے کہ اسلام دنیا بھر میں تیزی سے پھیل رہا ہے' اسلام کے اس پھیلاؤ سے خوف زدہ ہو کر یہود' ہنود اور عیسائی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنا چکے ہیں' ان حالات میں وقت کی اہم ترین ضرورت عالم اسلام کا اتحاد ہے' دنیا بھر کے مسلمان اگر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہو جائیں تو دنیائے کفر کی یلغار ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

عالمی سطح پر اسلامی اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ انفرادی سوچ پر اجتماعی فکر کو ترجیح دی جائے' باہمی اختلافات کے سلسلے میں وسعت نظری سے کام لیا جائے' اپنا موقف کسی پر ٹھونسنے اور فریق مخالف کی کردار کشی کی بجائے معقولیت اور دلائل سے گفتگو کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوریاں کم نہ ہوں' غنیمت ہے کہ عالمی سطح پر یہ احساس بیدار ہو رہا ہے۔

یکم ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء کو جدہ میں عالم اسلام کے وزرائے اطلاعات کی

ایک اہم کانفرنس مؤتمر اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی' جس میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے خطاب کرتے ہوئے یہ وضاحت کی:

''یہ بات اگرچہ آپ کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں رکھتی' تاہم اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں وزارت اطلاعات سے متعلق اپنے بھائیوں اور قلم کاروں کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس جگہ (سعودی عرب) وہابی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

جب کوئی شخص سعودی عرب اور یہاں کے باشندوں کی توہین کرنا چاہتا ہے تو انہیں وہابی کہہ کر یاد کرتا ہے' اگر ہم اس نام کو قبول کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا مذہب' اسلامی عقیدے سے الگ ہے۔''

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاء عظام کی ذوات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور محفل میلاد کا منعقد کرنا دنیا بھر کے مسلمانوں کا معمول ہے' بعض متشدد قسم کے علماء اسے شرک اور کفر قرار دیتے ہیں' چند سال قبل سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کے حوالے سے یہ فتویٰ شائع ہوا کہ محفل میلاد منعقد کرنا کفر ہے' اس کی انہوں نے باقاعدہ تردید کی' جدہ سے شائع ہونے والے روزنامہ المدینہ میں یہ بیان اس طرح شائع ہوا:

بن باز ینفی تکفیر الاحتفال بالمولد النبوی و قال سماحته أن مقاله الذی نشر و أذیع من قبل أجهزة الإعلام السعودیه قبل أیام لم یتضمن هذا الحکم

''بن باز نے محفل میلاد منعقد کرنے کو کفر نہیں قرار دیا' شیخ نے کہا کہ وزارت اطلاعات کی طرف سے چند دن پہلے نشر کئے جانے والے میرے بیان میں یہ بات (کہ محفل میلاد منانا کفر ہے) نہیں تھی۔''

شیخ عبداللہ بن باز نے اپنے ایک بیان میں کہا:۔

التوسل بحياة فلان أو ببركة فلان أو بحق فلان فهذا بدعة و ليس بشرک

''فلاں کی زندگی، فلاں کی برکت یا بحق فلاں سے توسل بدعت ہے لیکن شرک نہیں ہے۔''

ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تشدد کی بجائے اعتدال کی راہ کی طرف سفر جاری ہے، جو خوش آئند بھی ہے اور وقت کا تقاضا بھی ہے۔

بعض لوگوں کا مشغلہ ہی اختلافات کی آگ کو تیز تر کرنا ہے، وہ ملت اسلامیہ کی بھلائی اسی میں تصور کرتے ہیں کہ افتراق کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے، اس کی نمایاں ترین مثال لاہور کے احسان الٰہی ظہیر کی تالیف ''البریلویہ'' ہے جو غیر ملکی سرمائے کے بل بوتے پر عربی، اردو اور انگریزی میں شائع کر کے وسیع پیمانے پر دنیا بھر میں تقسیم کی گئی اور غلط بیانی کی بنیاد پر فرقہ واریت کو فروغ دیا گیا۔

احسان الٰہی ظہیر نے نہ صرف امام اہل سنت و جماعت مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی، بلکہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ وہ ایک نئے فرقے کے بانی تھے، حالانکہ ان کی تصانیف کی کثیر تعداد مطبوعہ حالت میں موجود ہے، جن کے مطالعہ سے کوئی بھی انصاف پسند صاحب علم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ انہوں نے تمام زندگی قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ دین کی روشنی مین مسلک اہل سنت اور مذہب حنفی کی تائید و تبلیغ میں صرف کی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم و فضل اور وسعت نظر کا اعتراف عرب و عجم کے علماء اور دانشوروں نے کیا، احسان الٰہی ظہیر اس امر کے اعتراف اور اظہار کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، آئندہ سطور میں اہل علم و دانش اور مشاہیر کی چند آراء پیش کی جاتی ہیں:

● —— علامہ اقبال نے امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی:

''وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان

کا مقام بہت بلند تھا' ان کے فتاوی کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار تھے' ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔"

● ــــــ مولانا ابوالاعلی مودودی نے ۲۸ مئی ۱۹۶۸ء کو ایک پیغام میں کہا:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے' فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے تھے۔"

● ــــــ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صدر شعبۂ عربی' پنجاب یونیورسٹی ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی دیگر مفتیان برعظیم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاوی اپنی عظیم افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں، جو تنوع، ایجاز' جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال حسن' وسعت نظر' عمیق بصیرت' ظرافت طبع' اور جزئیات میں کلیات اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب و روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے' یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو برعظیم پاک و ہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے' مگر "فتاوی رضویہ" کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار وافر کے ساتھ میسر ہے۔

فتاوی رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں' بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ورسٹائل جینیس ہے' اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی

ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے' بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم وفن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے۔"

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مخالفین نے انصاف و دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کیا' کبھی کہا گیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نور مانتے ہیں بشر نہیں مانتے' حالانکہ یہ بات دین کا معمولی فہم رکھنے والا شخص بھی نہیں کہہ سکتا' شاہ احمد رضا بریلوی تو علوم دینیہ کے یکتائے روزگار فاضل تھے' انہوں نے تصریح کی ہے کہ:

"جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے" قال تعالیٰ:

"قل سبحن ربی هل کنت الا بشرا رسولا"

کبھی یہ کہا گیا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنا جائز قرار دیتے تھے' حالانکہ انہوں نے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا' جس کا نام ہے۔ "**الزبدة الزکیة فی حرمة سجود التحیة**" جس میں قرآن پاک کی آیت کریمہ' چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو تصریحات فقہاء سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے اور مخالفین کے شبہات کی دھجیاں بکھیر دیں۔

کسی قبر کو سجدہ کرنا' اس کے گرد طواف کرنا تو ایک طرف' وہ تو حضور سید عالم ﷺ کے مزار اقدس کو ہاتھ لگانے سے بھی منع کرتے ہیں' ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

"خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے' بلکہ چار ہاتھ کے فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ' یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اور اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی؟"

احسان الٰہی ظہیر نے اہل سنت و جماعت (بریلویہ) کے چند عقائد بڑے مضحکہ خیز انداز میں اپنی کتاب "البریلویہ" میں پیش کئے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ

معاذ اللہ! ان عقائد کا قرآن وحدیث اور عقل ونقل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بریلویوں کے خود ساختہ عقائد ہیں، الحمد اللہ! راقم نے یہ مسائل قرآن وحدیث اور ائمۂ دین کے ارشادات، بلکہ ان کی اور علماء دیوبند کی مسلم شخصیات کے حوالے سے پیش کئے ہیں، ان عقائد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں انہیں تسلیم نہیں کرتا، لیکن کوئی بھی صاحب علم اور صاحب انصاف و دیانت ان کے ماننے والے کو کافر اور مشرک قرار نہیں دے سکتا، بشرطیکہ غیر جانبدارانہ سوچ کے ساتھ ان مقالات کا مطالعہ کرے، پیش نظر کتاب کی ابتدا میں دنیائے عرب کے عظیم محقق عالم اور بین الاقوامی دینی و مذہبی سکالر علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ کا مقالہ شامل کیا جارہا ہے۔ جس کا عنوان ہے:

العلامة الكبير السيد احمد رضا خاں فی المیزان

اس کے بعد حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری جسٹس سپریم کورٹ کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے، نیز محقق رضویات حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ کے ایک مقالہ ''امام احمد رضا اور رد بدعات'' کا عربی ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

عقائد اہل سنت کے سلسلے میں راقم کے درج ذیل مقالات بصورت ابواب شامل کتاب ہیں:

۱۔ **الحیاۃ الخالدۃ:** انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی بعد از وصال زندگی۔

۲۔ **المعجزۃ و کرامات الاولیاء:** انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور تصرفات کی تفصیل۔

۳۔ **حول مبحث التوسل:** مسئلہ توسل کی تحقیق اور مدینہ منورہ میں رہنے والے شیخ ابوبکر جابر الجزائری کے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث توسل پر اعتراضات کے جوابات۔

۴۔ **التوسل والاستعانة:** اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے توسل اور استعانت کی تحقیق۔

۵۔ مدینۃ العلم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نبی اکرم ﷺ کے خداداد علوم غیبیہ اور اولیائے کرام کے علوم کی بحث۔

۶۔ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور الحق و اول الخلق:
نبی اکرم ﷺ کی نورانیت اور بشریت اور اوّل مخلوق ہونے کا بیان' نیز سرکار دوعالم ﷺ کے جسد اقدس کے بے سایہ ہونے کی تحقیق۔

۷۔ الحبیب فی رحاب الحبیب حاضر و شاھد علی اعمال الامّۃ:
روح اعظم ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کے مخالفین کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے اور اختلاف و انتشار کو دور کرنے کا ذریعہ بنائے آمین۔

یاد رہے کہ پاک و ہند اور بنگلہ دیش ہی نہیں' دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ ہے' ائمہ اربعہ کے مقلدین کی اسلامی دنیا میں غالب اکثریت ہے' انہیں نظر انداز کر کے اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر' اتحاد عالم اسلامی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا' اور کون نہیں جانتا کہ آج ہم اپنی صفوں کے افتراق اور انتشار کو دور کر کے ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دنیائے کفر کی یلغار کو روک سکتے ہیں' اس لئے ضروری ہے کہ احسان الٰہی ظہیر ایسے مخالف پر اعتماد کر کے بریلویوں کو کافر و مشرک قرار دینے کی بجائے براہ راست ان کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور دیانت دارانہ رائے قائم کی جائے۔

احسان الٰہی ظہیر نے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں "البریلویہ" نامی کتاب لکھی اور اس کے مقدمہ میں لکھا کہ میں بریلویوں کے بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ فرقہ جہالت کی پیداوار ہے' جوں جوں علم پھیلے گا اور جہالت کا خاتمہ ہوگا، اس فرقے کی کوششیں دم توڑ جائیں گی' لیکن میں نے دیکھا کہ ان کی مستعدی اور کوششوں میں تیزی

آ رہی ہے اور تین سال قبل انہوں نے ایک بڑی کانفرنس منعقد کی، جس میں دنیا کے اکثر ممالک سے بدعت کے حامیوں نے شرکت کی۔

یہ کانفرنس جمعیت العلماء پاکستان نے ویمبلے ہال، لندن میں منعقد کی تھی، احسان الٰہی ظہیر نے بڑی چابکدستی سے اس سے فائدہ اٹھایا اور سعودی عرب کے آل شیخ سے تعلق رکھنے والے شیوخ کو یہ تاثر دیا کہ یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں، اس طرح مفادات کے حصول کی راہ ہموار کی، علماء اہل سنت و جماعت کی ذمہ داری ہے کہ عربی میں لٹریچر شائع کریں اور انہیں بتائیں کہ تم تو اپنے آپ کو حنبلی کہلواتے ہو اور یہ لوگ تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں، تمہارے اور ان کے درمیان کیا قدر مشترک ہے؟

۱۹۹۸ء محمد عبدالحکیم شرف قادری

☆☆☆

تعارف:

حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات

از: امام احمد رضا بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء وأشرف المرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین أما بعد:

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے مشہور عالم شہر بریلی کے محلہ جسولی میں ایک ایسے علمی اور دینی خاندان میں پیدا ہوئے جو تقویٰ وطہارت میں معروف تھا، آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان قادری اور جد امجد مولانا علامہ رضا علی نقشبندی رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے دور کے اکابر علماء اور اجلّہ اولیاء میں سے تھے، امام احمد رضا خان نے اکثر و بیشتر تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور خداداد ذہانت کی بدولت پونے چودہ سال کی عمر میں اس وقت کے مروّج علوم وفنون سے فراغت حاصل کر لی، اسی موقع پر والد ماجد نے انہیں فتویٰ نویسی کی سند پر بٹھا دیا، جہاں بیٹھ کر انہوں نے دنیا بھر سے آنے والے سوالات کے جوابات اس ژرف نگاہی اور بالغ نظری سے دئے کہ اپنے پرائے سب ہی عش عش کر اُٹھے۔

بہت سے علوم میں انہوں نے ذاتی مطالعہ سے دسترس حاصل کی، جن علوم میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی ان کی مجموعی تعداد پچاس سے زیادہ ہے، اور ان علوم میں انہوں نے تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں بائیس سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مارہرہ شریف حاضر ہو کر سند الواصلین حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور والد ماجد سمیت حدیث شریف، تمام علوم اسلامیہ اور جملہ سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

۱۲۹۵ھ/۱۸۷۷ء میں والدین کریمین کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضرت بقیہ السلف سید احمد زینی دحلان مفتی شافعیہ مکہ معظمہ، حضرت شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ مکہ معظمہ اور شیخ حسین بن صالح جمل اللیل سے حدیث شریف اور دیگر علوم اسلامیہ کی اجازت حاصل کی۔

دوسری دفعہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں حرمین شریفین کی حاضری کے لئے گئے تو جلیل القدر علماء نے آپ سے حدیث شریف اور علوم اسلامیہ کی سند اور اجازت حاصل کی جن میں سرفہرست علامہ محمد عبدالحی حسنی کتانی تھے جو سند حدیث کے سلسلے میں مرجعِ عالم ہیں اور جن کی تصنیف فہرس الفہارس، تین جلدوں میں چھپی ہوئی اور شہرہ آفاق ہے۔

انہوں نے ایک ہزار کے قریب تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا، جن میں سر فہرست فتاویٰ رضویہ ہے، قرآن پاک کا ترجمہ ''کنزالایمان'' ہے جو عظمت الوہیت اور مقام رسالت کی پاسداری کے ساتھ قرآن پاک کا بہترین ترجمہ ہے، پانچ جلدوں میں شامی کا حاشیہ ''جد الممتار'' ہے جن میں سے دو جلدیں المجمع الاسلامی، مبارکپور سے چھپ چکی ہیں، اس کے علاوہ ان کے عربی، فارسی اور اردو میں تین دیوان ہیں جن میں سے دو جلدوں پر مشتمل اردو نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' سب

سے زیادہ مشہور و مقبول ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اپنے دور میں عرب و عجم کے علمی حلقوں میں متعارف تھے، ان کی رحلت کے بعد چونکہ اہل سنت و جماعت نے عربی لٹریچر کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں کی، اس لئے تقریباً اسّی سال تک ان کا تعارف دنیائے عرب میں آگے نہ بڑھ سکا، لیکن اس وقت کیفیت بدل چکی ہے اور عرب دنیا میں امام احمد رضا کا نام اور کام تیزی سے متعارف ہو رہا ہے، جامعہ ازہر کے ایک استاذ سید حازم نے ان کا عربی دیوان ''بساتین الغفران'' کے نام سے مرتب کیا، جو ۱۹۹۶ء میں لاہور سے شائع ہوا، مصر کے نامور عالم، ادیب و شاعر ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے حدائق بخشش کا منظوم عربی ترجمہ کیا، جو ۱۹۹۹ء میں قاہرہ سے شائع ہوا۔

علامہ مشتاق احمد شاہ الازہری نے ''امام احمد رضا خان و أثره فی الفقه الحنفی'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ۱۹۹۸ء میں جامعہ ازہر کے ''کلیه الشریعه و القانون'' سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی، ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری نے ''الشیخ احمد رضا خان شاعراعربیّا'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر جامعہ ازہر شریف کے ''کلیة الدراسات الاسلامية والعربية'' سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی یہ دونوں مقالے لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔

اسلامک یونیورسٹی بغداد کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر محمد مجید السعید نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر ایک کتاب ''شاعر من الهند'' کے نام سے لکھی ہے جو بغداد اور لاہور سے چھپ چکی ہے، بغداد شریف سے آپ کے دو قصیدوں کا

مجموعہ ''قصید تان رائعتان '' کے نام سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا ہے۔جس پر اسلامک یونیورسٹی بغداد کے استاد ڈاکٹر رشید عبدالرحمٰن العبیدی نے حواشی لکھے اور سابق وائس چانسلر نے مقدمہ لکھا۔

۲۰۰۵ء میں دارالکتب العلمیہ بیروت سے اسلامی بینکاری کے موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا عربی رسالہ ''کفل الفقیه الفاهم '' شائع ہوا۔ ۲۰۰۰ء میں امام احمد رضا بریلوی کے ردّ قادیانیت میں لکھے ہوئے تین رسائل کا مجموعہ ''القادیانیة'' کے نام سے شائع ہوا، جس پر جامعہ ازہر کے استاذ ڈاکٹر محمد سید احمد مسیّر نے مقدمہ لکھا، ایک رسالہ ''محمد صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین '' کے نام سے شائع ہوا جس پر جمہوریہ مصر کے مفتی ڈاکٹر علی جمعہ، ڈاکٹر طه مصطفی ابو کریشه اور ڈاکٹر مصطفیٰ محمد محمود نے مقدمہ لکھا، ایک رسالہ ''الفلسفة و الاسلام '' کے نام سے شائع ہوا، جس پر جامعہ ازہر کے سابق استاذ ڈاکٹر محی الدین صافی نے مقدمہ لکھا، ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر سید حازم نے ایک یادگاری کتاب ''مولانا الامام احمد رضا خان،، کے نام سے شائع کی جو مصر کے اکابر فضلاء کے مقالات پر مشتمل ہے۔

متحدہ عرب امارات کی وزارت امور اسلامیہ کی طرف سے شائع ہونے والے مجلّہ ''منار الاسلام '' کے شمارہ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ مطابق مئی ۲۰۰۳ء میں استاذ صالح موسی صالح شرف کا حدائق بخشش کے عربی منظوم ترجمہ پر بھر پور تبصرہ شائع ہوا ہے۔جس کا عنوان ہے ''صفوة المدیح فی مدح النبی صلی الله علیه وسلم و آل البیت و الصحابة و الاولیاء'' تالیف: الشیخ/محمد احمد رضا القادری،،

۹اور۱۰/اپریل کوکراچی میں منعقد ہونے والے ''امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوبلی سیمینار ۲۰۰۵ء میں دمشق کے مفتی اعظم عبد الفتاح البزم اور شیخ محمد عدنان درویش نے امام احمد رضا کے بارے میں دو مقالے پیش کئے، جب کہ دمشق ہی کے دو فضلا کے مقالے موصول ہوئے، یہ تمام مقالے اس سال کے معارف رضا (عربی) میں شائع ہوئے ہیں۔

قاہرہ سے شائع ہونے والے جامعہ ازہر کے ترجمان ہفت روزہ صوت الازھر کے شمارہ ۷/ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ میں راقم کا ایک مقالہ ''الامام احمد رضا خان '' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔

المجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا) کی طرف سے شامی پر امام احمد رضا بریلوی کے حاشیہ ''جدالممتار'' کی دو جلدیں بڑے اہتمام کیساتھ عربی ٹائپ پر چھپ چکی ہیں، دمشق (شام) سے چھپنے والے حاشیۂ شامی کی چودھویں جلد امام احمد رضا کے حاشیہ کے ساتھ آرہی ہے، انہیں یہ حاشیہ کچھ عرصہ پہلے ہی موصول ہوا ہے۔

رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، کی طرف سے چودھویں صدی کے عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا'' فتاویٰ رضویہ'' کی اٹھائیس جلدیں تخریج، عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ اور نئی کتابت کے ساتھ چھپ چکی ہیں، اس کے علاوہ امام احمد رضا بریلوی کی متعدد عربی تصانیف (۱) إنباء الحی (۲) الدولة المكيّة (۳) الاجازات المتينة اور (۴) صيقل الرين وغیرہ بین الاقوامی معیار پر شائع کی جا چکی ہیں۔

دنیائے عرب میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کے تعارف اور مقبولیت کا

مختصر سا خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے، آفاقی سطح پر آپ کے علمی، فکری اور ادبی کارناموں کے تعارف کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاک و ہند کی سترہ یونیورسٹیوں میں آپ کی مختلف جہات پر پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے لکھے جا چکے ہیں، کولمبیا یونیورسٹی، نیو یارک، امریکہ سے ایک خاتون ڈاکٹر اوشا سانیال Devotional Islam and politics in British India (Ahmad Raza Khan Barellvi and his Movement (1870-1920 سرفروش اسلام اور برطانوی ہندوستان میں سیاست (احمد رضا خان بریلوی اور ان کی تحریک ۱۸۷۰ء-۱۹۲۰ء) کے عنوان پر ڈاکٹریٹ کر چکی ہیں، دو یونیورسٹیوں میں مقالے جمع کروائے جا چکے ہیں، اور گیارہ یونیورسٹیوں میں مقالات زیر تکمیل ہیں، یہ صرف ڈاکٹریٹ کے مقالات کی تفصیل ہے، ایم فل ایم ایڈ اور ڈی لٹ کے مقالات اس کے علاوہ ہیں، تفصیل کے لئے دیکھئے: معارف رضا، کراچی شمارہ ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء ص ۵۶۳-۳۶۰

اور حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علم و فضل اور تحقیق کی جن بلندیوں پر پہنچے ہیں ان تک ان فضلاء کی ابھی تک رسائی نہیں ہوئی، نہ جانے وہاں تک پہنچنے کیلئے علوم جدیدہ و قدیمہ کے کیسے کیسے فضلاء کو کوہ پیمائی کرنا پڑے گی۔

امام احمد رضا بریلوی علم و فضل کا وہ بحر ذخار ہیں کہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، پیش نظر کتاب "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات" موت کے بعد زندگی اور اہل قبور کے سننے اور جاننے کے موضوع پر یکتا اور لا جواب

کتاب ہے۔

ماہ رجب ۱۳۰۵ھ میں ایک سوال اور اس کی ساتھ ہی ایک مفتی کا جواب امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر کیا گیا، سوال کا خلاصہ یہ تھا کہ: ''کیا کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے یہ درخواست کرنا جائز ہے کہ آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول ہیں، اس لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری فلاں حاجت پوری فرمادے؟

اس دور کے ایک مفتی نے فتویٰ دیا کہ ایصال ثواب تو مستحب اور مسنون ہے، لیکن صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا جائز نہیں، زائر اور صاحب قبر کے درمیان متعدد پردے حائل ہیں، صاحب قبر سے سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سائل اسے علی الاطلاق سمیع وبصیر سمجھتا ہے اور یہ عقیدہ کم از کم شائبہ شرک سے خالی نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے اس سوال کا مبسوط جواب لکھا اور مفتی مذکور کا نام صیغۂ راز میں رکھ کر ان کے جواب کی دھجیاں بکھیر دیں۔ وہ امت مسلمہ میں رائج جائز اور مستحسن معمولات کی قرآن وحدیث اور ارشادات علماء کی روشنی میں حمایت کرتے ہیں اور جو امور اسلام کی تعلیمات کے خلاف پیدا ہو چکے ہوں ان کی سختی سے ممانعت کرتے ہیں۔

انہوں نے جواب کو تین مقاصد پر تقسیم کیا:

مقصد اول میں مفتی مذکور کے فتوے پر بصورت سوالات (۳۵) اعتراضات کئے۔

مقصد دوم میں اہل قبور کے سننے اور جاننے پر ساٹھ احادیث پیش کیں۔

مقصد سوم کو دو نوع پر تقسیم کیا:

پہلی نوع میں صحابۂ کرام، تابعین عظام اور ائمۂ اسلاف کے دو سو اقوال پیش کئے۔

دوسری نوع میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کے ایک سو پانچ اقوال پیش کئے۔

اس طرح مجموعی طور پر چار سو کا عدد مکمل ہو گیا۔

اس کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اور قیامت کے قائم ہونے سے پہلے دور کو عالم برزخ کہا جاتا ہے، اس عالم میں انسان محض بے جان پتھر نہیں ہوتا، بلکہ روح زندہ رہتی ہے اور اس کا اپنے جسم کے ساتھ خصوصی تعلق ہوتا ہے، اس کے افعال مثلاً دیکھنا، سننا، بولنا، سمجھنا، آنا، جانا، چلنا، پھرنا سب بدستور برقرار رہتے ہیں، بلکہ موت کے بعد اس کی قوتیں مزید صاف اور تیز ہو جاتی ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک تمام اموات کی حیات برزخی ثابت ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر، اولیاء کرام، شہداء عظام اور صدیقین کی حیات ان سے بلند و بالا ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات تو کہیں ارفع و اعلیٰ ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ کے محبوب و مقبول اصحاب کے مزارات سے یہ درخواست کرے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ میری حاجت پوری فرمادے تو اس میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

یہ جواب مکمل ہونے کے بعد ماہ رجب ۱۳۰۵ھ میں ہی مفتی مذکور کو بھجوا دیا گیا، لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا، یہاں تک کہ وہ ماہ شوال ۱۳۱۲ھ میں

وفات پا گئے۔

۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا بریلوی دار فانی سے رحلت فرما گئے، لیکن ان کی تعلیمات جو اسلام ہی کی ترجمان ہیں زندہ و فروزاں ہیں اور ان کی محبت ان گنت مسلمانوں کے دلوں میں جگمگا رہی ہے، پاک و ہند اور دیگر ممالک میں سینکڑوں ادارے ان کے نام سے وابستہ ہیں، سال بہ سال صفر کے مہینے میں یوم رضا (عرس) مناتے ہیں اور اسلام کی تعلیمات پھیلا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی جوت لاتعداد دلوں میں جگا رہے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وقدس سرہ۔

۹ رربیع الاول ۱۴۲۶ھ — محمد عبد الحکیم شرف قادری

۱۹ راپریل ۲۰۰۵ء — لاہور

تقدیم:

❶ برکات الامداد لاھل الاستمداد

❷ اَنْوَارُ الْاِنْتِبَاہ فِیْ حِلِّ نِدَاء یارسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیك وَسَلَّمَ

امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ

یہ دونوں رسائل حال ہی میں رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے شائع کئے ہیں، ان کی ابتداء میں بطور تقدیم راقم کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے، جس کا عنوان ہے ''استعانت'' اس کے آخر میں یہ چار صفحے بھی شامل ہیں، چونکہ مقالہ مذکورہ ''استعانت'' راقم کی کتاب ''عقائد و نظریات'' میں چھپ چکا ہے، اس لئے اسے اس جگہ مقدمات رضویہ میں شامل نہیں کیا گیا، البتہ اس کے بعد جو اضافہ تھا وہ اس جگہ شامل کیا جا رہا ہے۔

آئندہ صفحات میں امام احمد رضا خاں بریلوی کے دو رسالے پیش کئے جا رہے ہیں جن کا تعلق مسئلۂ استعانت اور ندائے یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ان دونوں رسالوں کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) برکات الامداد لاھل الاستمداد (۱۳۱۱ھ)

آج بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء و اولیاء کرام سے مدد طلب کرنے کی بات چھیڑ کر فوراً آیت کریمہ پیش کر دی جاتی ہے ''وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور یہ ضرورت ہی نہیں سمجھتے کہ ہم علماء اور مفسرین سے اس کا مطلب ہی پوچھ لیں۔ ۱۳۱۱ھ میں سہسوان سے ایک صاحب نے یہی سوال امام

احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیج دیا، انہوں نے جواب میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ تحریر فرما دیا۔

انہوں نے فرمایا کہ مخلوق کے کسی فرد سے مدد مانگنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱)——یہ عقیدہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امداد کے بغیر خود امداد کر سکتا ہے۔

اس معنیٰ کے اعتبار سے استعانت اور استمداد بے شک شرک ہے، لیکن کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی نبی یا ولی اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر بھی امداد کر سکتا ہے۔

(۲)——امداد تو اللہ تعالیٰ کی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقبول بندہ فیض الٰہی پہنچنے کا واسطہ ہے۔

یہ یقینی طور پر حق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔

اس تمہید کے بعد آیتِ کریمہ ''وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ حقیقی استعانت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، مخلوق کے کسی فرد سے جائز نہیں، جب کہ دوسری قسم کی استعانت مخلوق سے جائز ہے، یہی معنی علامہ اسمٰعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر روح البیان میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں اور مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے تفسیر عثمانی میں بیان کیا ہے۔

یہی مطلب حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مصرع کا ہے کہ:

ندار یم غیر از تو فریاد رس

اور یہی مطلب حضرت نظامی گنجوی کے اس شعر کا ہے

بزرگا بزرگی دہا بے کسم —— توئی یاوری بخش و یاری رسم

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ایک نکتہ یہ بیان کیا کہ مخالفین کا یہ فرق کرنا کہ قریب سے مدد مانگنا جائز ہے، دور سے مدد مانگنا شرک ہے، یا زندہ سے مدد مانگنا جائز ہے اور وفات یافتہ شخصیت سے مدد مانگنا شرک ہے، محض سینہ زوری ہے. ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بے نیاز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، مطلقاً بے نیاز مان کر کسی سے مدد مانگنا شرک ہے خواہ وہ قریب ہو یا بعید، زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو۔ ہم اس کے قائل نہیں کہ استمداد فلاں سے جائز اور فلاں سے شرک ہے، بلکہ جس معنی کے اعتبار سے شرک ہے اس معنی کے اعتبار سے کائنات کے کسی فرد سے استمداد جائز نہیں یہ وہ نکتہ ہے جو مخالفین کی سمجھ میں نہیں آتا۔

پھر آپ نے قرآن پاک کی دو آیتیں اور ۱۳۳ احادیث پیش کیں جن میں مخلوق سے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے، آخر میں علماء ملت اسلامیہ کے اقوال پیش کر کے مسئلے کو نصف النہار سے زیادہ واضح کر دیا ہے۔

(۲) اَنوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)

اس رسالے میں امام احمد رضا بریلوی نے احادیث مبارکہ اور سلف صالحین علمائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ''اَلصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یَارَسُولَ اللّٰہ'' یا ''اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' کہنا جائز ہے۔

ان دو رسائل کے علاوہ اسی موضوع پر امام احمد رضا کے درج ذیل رسائل بہت اہم ہیں:

(۱)— حَیَاتُ الْمَوَاتِ فِیْ بَیَانِ سَمَاعِ الْاَمْوَاتِ

(۲)— اَلْاِہْلَالُ بِفَیْضِ الْاَوْلِیَاءِ بَعْدَ الْوِصَالِ

(۳)ـــ اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاء

(۴)ـــ سَلْطَنَۃُ الْمُصْطَفٰی فِیْ مَلَکُوْتِ کُلِّ الْوَرٰی

(۵)ـــ اَنْھَارُ الْاَنْوَارِ مِنْ یَمِّ صَلَاۃِ الْاَسْرَارِ

(۶)ـــ اَزْھَارُ الْاَنْوَارِ مِنْ صَبَا صَلَاۃِ الْاَسْرَار

اسی موضوع پر حال ہی میں ایک کتاب ''مِصْبَاحُ الظَّلَامْ'' عربی میں چھپی ہے جو آج سے ساڑھے سات سو سال پہلے ''الترغیب والترھیب'' کے مصنف علامہ امام عبدالعظیم منذری کے شاگرد محدث جلیل امام محمد بن موسیٰ مزالی مراکشی نے لکھی تھی، راقم نے اس کا اردو ترجمہ ''پکارو یارسول اللہ'' (صلی اللہ علیک وسلم) کے نام سے کیا ہے، پلے باندھنے والا نکتہ یہ ہے کہ توحید یہ نہیں کہ ''اللہ کو مانو اور کسی کو نہ مانو'' بلکہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں اور خصوصاً سید الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کے توسل سے یہ ایمان رکھو کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، مستقل بالذات ہے، ہر کسی سے بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں کائنات کا ایک ایک ذرہ اپنے وجود میں بھی اس کا محتاج ہے اور اپنی بقاء میں بھی اس کا محتاج۔

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۳۱ مئی ۲۰۰۵ء — مدیر المکتبۃ القادریۃ، لاہور

باب نمبر ۴

ادبیات

۴۔ادبیات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱۔	سلام رضا	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۸۴ء
۲۔	شرح سلام رضا	مفتی محمد خاں قادری	لاہور	۱۹۹۳ء
۳۔	شرح حدائق بخشش	علامہ فیض احمد اویسی	لاہور	۱۹۹۶ء
۴۔	بساتین الغفران	سید حازم محمد احمد المحفوظ	لاہور	۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ:

سلامِ رضا

از: امام احمد رضا خاں بریلوی

علومِ دینیہ میں تبحر اور سخنوری میں کمال کا اجتماع بہت کم حضرات کو میسر ہوا ہے۔ حضرت رومیؔ، جامیؔ، سعدیؔ، بوصیریؔ اور امیر خسروؔ کے قافلہ عشق و محبت کے حدی خوان حضرت رضا بریلوی بیک وقت عبقری فقیہ، بے مثال محدث، اسرارِ قرآن کے عارف، رموزِ دین کے شناسا، امتِ مسلمہ کے بہی خواہ مفکر اور بارگاہِ رسالت کے سحر بیان نعت گو شاعر تھے۔

ان کے ہاں آمد ہے، سوز و گداز ہے، شوکتِ الفاظ اور شکوہِ بیان ہے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصنافِ سخن میں سے محبوبِ کبریا، علیہ التحیۃ والثناء کی نعت اور اولیاء کرام کی منقبت کو اپنایا اور اس میدان کی نزاکتوں اور آداب کو اس طرح نبھایا کہ باید و شاید اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عامہ عطا فرمائی کہ پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت و عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا مطالعہ کر کے بے ساختہ داد و تحسین پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں چند تاثرات پیش کئے جاتے ہیں:

● —— سب سے پہلے ایک ہندو صحافی مدیر ہفت روزہ بھجن (پٹنہ) کا تاثر ملاحظہ ہو:

”مجھے رام چندر کی قسم! گزشتہ دنوں مدرسہ دیوبند میں، میں نے دیوبندی حضرات کے فریق مخالف کے رہنما مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی

نعتیہ شاعری پر حدائق بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران و ششدر رہ کر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات مولانا احمد رضا خاں کو کافر کہتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں مگر اس کے برعکس مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں کا ایک ایک شعر علم و ادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینہ حق ہے کہ جسے اہل ادب اگر اپنا اثاثہ حیات سمجھیں تو بجا ہے۔(۱)

● —— جناب رئیس امروہوی لکھتے ہیں:۔

''ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے۔ جس سے عجب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے' وہ اک صوفی باصفا اور عالم جلیل تھے' ایسی کم یاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں' عہد آفریں بھی۔''(۲)

● —— حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

''ان کی گفتگو کا محور' ان کے کلام کا رنگ' ان کی سوچ کا انداز' ان کے فکر کا مرکز عشق رسول اور صرف عشق رسول تھا' میں تو سمجھتا ہوں کہ ان کے پیکر پر عشق مصطفےٰ کی قبا راس آئی۔''

● —— ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان سابق صدر شعبہ اردو' سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بیشمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دئے ہیں' وہ عشق رسول (ﷺ) ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے۔''(۳)

---

(۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: افتتاحیہ خیابان رضا، مطبوعہ عظیم پبلی کیشنز، لاہور ۹، ص ۲۳

(۲) محمد مرید احمد چشتی: خیابان رضا، ص ۶۵

(۳) ایضاً: ص ۷۷

● — حضرت نظیر لدھیانوی ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں.

''مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہل زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے۔ اس دور میں داغ' امیر' حالی' اکبر اور داغ و امیر کے تلامذہ کی زبان' سلاست' سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم تھی، مولانا کی زبان، شگفتگی اور روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں۔''(۱)

● — پروفیسر علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے فارسی اور اردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں' جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل گرمائی نہیں جا سکتی' ان کا ایک ایک لفظ عشق رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سامعین کے دل' عشق رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسن بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔''۲

● — جناب سید شان الحق حقی لکھتے ہیں۔

''بہترین ادبی تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرّا ہے، اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں' اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دال ہے''۔

حسن تاثیر کو صورت سے نہ معنیٰ سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی ۳

---

(۱) محمد مرید احمد چشتی: جہانِ رضا، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور ص ۲۲

(۲) ایضاً: ص ۱۰۹

(۳) ایضاً: ص ۱۹۳

خصوصاً بارگاہِ رسالت میں لکھے گئے سلام رضا کو تو وہ آفاقی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ کسی سلام کو حاصل نہ ہو سکی، شاید ہی کیف محبت سے آشنا کوئی شخص ایسا ہوگا جسے اس سلام کے دو چار اشعار یاد نہ ہوں۔"

● —— جناب عابد نظامی لکھتے ہیں:

"مولانا کا مشہور و مقبول سلام، مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ہر شخص نے کئی کئی بار سنا ہوگا اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہند و پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہوگا۔ جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں۔ بلاشبہ یہ سلام سلاست، روانی، تسلسل، شاعرانہ حسن کاری اور والہانہ پن کی وجہ سے اردو کا سب سے اچھا سلام ہے۔"(۱)

ماضی قریب میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک کلام یک دم آسمان شہرت پر پہنچ گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت ماند پڑنے لگی، جبکہ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کی مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے، اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سلام و کلام خدا اور رسول کی بارگاہ میں مقبول ہو چکا ہے، جل وعلیٰ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سلام رضا میں، پیکرِ حسن و جمال، محبوب ربِ ذوالجلال ﷺ کے اوصاف جمیلہ، شمائل حمیدہ، جود و عطا اور عظمت و جلالت کو اس حسین پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہر مصرع ایمان کو تازگی بخشتا اور رُوح کو معطر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہل بیت کرام اور صحابۂ عظام کی بارگاہ میں عقیدت و محبت میں ڈوب کر سلام عرض کیا گیا ہے۔ پھر ائمۂ مجتہدین اور اولیائے کاملین، خصوصاً سیدنا غوثِ اعظم کے دربار میں سلام نیاز کی ڈالیاں پیش کی ہیں اور آخر میں بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی ہے کہ بار الٰہا! جس طرح ہم دنیا میں تیرے حبیب اکرم ﷺ کی شوکت کے ڈنکے بجاتے ہیں، اسی طرح روز قیامت بھی ہمیں نعت اور سلام کے نغمے پیش کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین!

---

(۱) عبدالنبی کوکب، مولانا: مقالاتِ یوم رضا (دائرۃ المصنفین، لاہور) ج ۱ ص ۱۲۲

آداب سلام:

محبوب رب العالمین ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے وقت چند امور پیش نظر رہنے چاہئیں:

۱۔ انتہائی خلوص ومحبت اور ادب واحترام سے باوضو سلام عرض کیا جائے' عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہونا چاہیے۔

۲۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو' حبیب خدا ﷺ خداداد قوت سے خود بھی اہل محبت کا درود وسلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں کا ہدیہ صلوٰۃ وسلام بارگاہِ ناز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے شعوری طور پر کوشش کی جائے کہ آواز چلّانے کی حد تک بلند نہ ہو۔ بعض لوگ سرے سے بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے اور بہ طور دلیل آیت مبارکہ لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ "تم اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔" ظاہر ہے کہ یہ حکم ان حضرات کے لیے ہے جو سرکار دوعالم ﷺ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہے ہوں' یہ نعمت عظیمہ ہم خفتہ بختوں کو کہاں میسر ہے؟

۳۔ تلفظ صحیح ہونا چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ نعت خواں حضرات کسی صاحب علم کو سُنا کر اطمینان کر لیا کریں۔

۴۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ پہلے بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا جائے، پھر اہل بیت' صحابہ اور اولیاء کی بارگاہ میں سلام عرض کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اوّل' آخر اور درمیان' جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

۵۔ یہ بھی احتیاط کریں کہ امام احمد رضا بریلوی ہی کا کلام پڑھیں ایسا نہ ہو کہ درمیان میں غیر ذمہ دار شعرا کا کلام پڑھنا شروع کر دیں۔

۶۔ معراج شریف' میلاد پاک' اہل بیت اور صحابہ کے ایام ہوں یا گیارہویں شریف کی محفل' دیگر اشعار کے علاوہ موقع کے مناسب اشعار بھی پڑھے جائیں۔

۷۔ عربی میں لفظ صلوٰۃ' درود شریف کے معنے میں آتا ہے۔ سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائین جن میں درود کا ذکر ہے۔ تاکہ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا کی تعمیل میں درود اور سلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔

مثلاً: عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود

فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

۸۔ حدیث شریف میں امام کے لیے ہدایت ہے کہ بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدارِ مسنون سے زیادہ طویل قراءت نہ کی جائے۔ بہتر ہے کہ یہی ہدایت سلام میں بھی ملحوظ رہے اور زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں' تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل محبت ذوق وشوق سے شرکت کر سکیں۔

مسجد رضا لاہور کے اجلاس ایک گھنٹے سے زیادہ طویل نہیں ہوتے' تلاوت کے بعد ایک نعت اور اس کے بعد ایک تقریر' ہمارے جلسوں میں اس بات کا بھی اہتمام ہونا چاہیے تاکہ سامعین اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔

جناب محمد الیاس قادری' مانچسٹر' انگلینڈ نے ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے فوٹو آفسیٹ کتابت اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ سلام رضا کی اشاعت کی تھی' اسی کتابت سے مجلس رضا نے سلام شائع کیا ہے، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اراکینِ مجلس' موصوف کی کرم فرمائی کے شکر گزار ہیں۔

۳ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۷ دسمبر ۱۹۸۴ء

☆☆☆☆

پیش لفظ:

شرح سلام رضا

از: مفتی محمد خاں قادری

ایک دفعہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے تجویز پیش کی تھی کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے مشہور زمانہ سلام کی شرح لکھی جائے' اس طرح ایک تو عوام و خواص کو سلام رضا کے سمجھنے میں مدد ملے گی' دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ امام اہل سنت کے بیان کردہ حقائق پر مبنی سیرت طیبہ کی مستند کتاب تیار ہو جائے گی۔

وفاقی وزیر نشریات واطلاعات مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

''میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان' جو سوز و گداز' جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز' انداز اسلوب میں جو قدرت وندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی' ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔''[1]

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کے مشورے کے مطابق چند نوجوان فضلاء نے تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے درجہ عالمیہ کے امتحان کے لئے ''سلام رضا'' کی شرح لکھ کر مقالہ پیش کیا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی' تاہم ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی وسیع المطالعہ اور منجھا ہوا قلم کار اس موضوع پر قلم اٹھائے اور شرح کا حق ادا

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۱۱

کرے۔ حضرت علامہ مولانا شمس الحسن شمس بریلوی مدظلہ (کراچی) نے راقم کو حکم دیا کہ تم یہ کام کرو‘ قرعہ فال تمہارے نام نکلا ہے‘ راقم نے انہیں عرض کیا کہ ایک تو یہ فقیر کئی ضروری کاموں میں مصروف ہے‘ معذرت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے جواں سال اور عالی ہمت دوست مولانا مفتی محمد خاں قادری سلام رضا کی شرح لکھنے میں مصروف ہیں‘ ان کے بعد اس عنوان پر مزید کام کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی‘ الحمدللہ العظیم! کہ مفتی صاحب نے برق رفتاری کے ساتھ یہ کام مکمل کرلیا ہے اور سلام رضا کی شرح قارئین کرام کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے۔

مفتی محمد خاں قادری‘ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا و خوشنودی کے بلند ترین مقام تک پہنچائے‘ اور رب کائنات کے حبیب اکرم‘ سرور دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں انہیں شرفِ قبولیت نصیب ہو‘ جامعہ نظامیہ رضویہ‘ لاہور کے فارغ التحصیل‘ جامع مسجد رحمانیہ‘ شادمان‘ لاہور کے خطیب اور جامعہ اسلامیہ‘ سمن آباد‘ لاہور کے شیخ الجامعہ اور حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے سینئر وائس چیئرمین ہیں۔

مفتی محمد خاں قادری پڑھنے لکھنے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں‘ ان کی متعدد تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آچکی ہیں اور ارباب علم سے خراج عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔

ان کی تصانیف و تالیفات کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ شاہکار ربوبیت:

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ کے اعضاء شریفہ کا حسن و جمال اور لطف و کمال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں۔

۲۔ در رسول کی حاضری:

مکہ مکرمہ کے نامور محدث اور فاضل ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی کی تصنیف شِفَاءُ الفُوادِ بزیارۃِ خیر الْعِبَاد کا اردو ترجمہ۔

۳۔ ذخائر محمدیہ:

نبی اکرم ﷺ کے فضائل و کمالات کے موضوع پر علامہ سید محمد علوی مالکی کی معرکۃ الآراء تصنیف الذخائر المحمدیہ کا اردو ترجمہ

۴۔ امتیازات مصطفےٰ (ﷺ)

حضور سید عالم ﷺ کے اوصاف مخصہ کا تذکرہ، علامہ خلیل ابراہیم ملا خاطر کی تصنیف ''عظیم قدرہ ورفعه مکانته عندربه'' کا ترجمہ

۵۔ ایمان والدین مصطفےٰ (ﷺ)

۶۔ محفل میلاد علماء امت کی نظر میں

۷۔ محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی جائزہ

۸۔ حضور (ﷺ) بحیثیت تحریکی قائد

۹۔ معارف الاحکام (اصول فقہ)

۱۰۔ منہاج النحو

۱۱۔ منہاج المنطق

۱۲۔ سلام اعلیٰ حضرت کی تشریح

۱۹۸۷ء میں ماہنامہ ''منہاج القرآن'' کا اجراء کیا گیا تو طے پایا کہ حضور سید کائنات ﷺ کی صورت کریمہ اور سیرت طیبہ سے متعلق ''اسوہ حسنہ'' کے عنوان سے مستقل کالم شروع کیا جائے اور اس کالم کی ذمہ داری مفتی محمد خاں قادری زید مجدہٗ کے سپرد کی گئی۔

مفتی محمد خان قادری کی خوش قسمتی یہ ہے کہ سرکار دو عالم، رحمت مجسم ﷺ کی محبت

وعقیدت سے سرشار ہیں' کئی دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں اور ہر دفعہ ان کے اس جذب وجنوں میں اضافہ ہی ہوا ہے' ان کی حالت کسی بزرگ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے:

ہمہ شہر پُر ز خوباں' منم و جمال ماہے
چہ کنم؟ کہ چشم خوش بیں نکند بکس نگاہے

خود انہوں نے اپنی اس کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''صورت وسیرت نبوی پڑھنا' اس موضوع سے متعلقہ کتب ومسودات کا حصول میری زندگی کا سب سے اہم مشغلہ بن گیا' ہر رات دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سونے سے پہلے اس موضوع پر کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ ضرور کرتا اور اہم حوالہ جات فائل میں محفوظ بھی کر لیتا۔

اسی ذوق وشوق نے انہیں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے سلام کی طرف متوجہ کر دیا' پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے مختصر عرصہ میں ''سلام رضا کی شرح ساڑھے پانچ سو سے زیادہ صفحات میں لکھ دی' اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے شرح لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے' بلاشبہہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کے تمام غلاموں اور عقیدت کیشوں کی طرف سے شکریے اور مبارکباد کے مستحق ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے دلوں کو حبِّ کبریا جل جلالہ اور حبِّ مصطفےٰ ﷺ کی روشنی سے جگمگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو حضور سید عالم ﷺ کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے' کیونکہ دعوائے محبت اسی وقت مقبول اور بارآور ہے جب اتباع اور پیروی کی سعادت بھی حاصل ہو۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

پیش لفظ:

شرح حدائق بخشش

از علامہ محمد فیض احمد اویسی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا کوثر و تسنیم سے دھلا ہوا کلام سرکار دو عالم ﷺ کی عقیدت و محبت میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا' تاہم آپ کے بہت سے اشعار ایسے ہیں کہ ان کے مطالب و معانی تک عوام تو کیا بہت سے علماء بھی نہیں پہنچتے۔

اس لئے شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ''حدائق بخشش'' کی شرح لکھی جائے' کراچی کے حضرت علامہ غلام یٰسین مدظلہ العالی نے ''وثائق بخشش'' کے نام شرح لکھنے کا آغاز کیا' اس کے صرف دو حصے چھپ سکے ہیں' حضرت مولانا محمد اوّل شاہ مدظلہ بھی اس کی شرح لکھ رہے ہیں جو ماہنامہ ''القول السدید'' میں قسط وار چھپ رہی ہے' لیکن یہ دونوں شرحیں مختصر ہیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالیٰ نے ''الحقائق فی الحدائق'' کے نام سے ''حدائق بخشش'' کی مبسوط شرح بیس جلدوں میں لکھی ہے، جس کی چھ جلدیں چھپ چکی ہیں' اور دیر آید درست آید کے مطابق خوب شرح لکھی ہے' ابتداء حل لغات' پھر شرح اس تفصیل سے لکھی ہے کہ پڑھنے والے کا دل و دماغ روشن ہو جائے۔

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالیٰ علوم وفنون کا بحر ذخار اور اہل سنت و جماعت کے علماء کی صف اول کے ممتاز عالم ہیں' وہ بیک وقت شیخ القرآن والحدیث بھی ہیں' کامیاب مدرس' خطیب اور مناظر بھی ہیں۔ اس کے علاوہ کثیر التصانیف مصنف اور

مترجم بھی ہیں، حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہرۂ آفاق تفسیر ''روح البیان'' کا ترجمہ کر کے شائع کر چکے ہیں، مثنوی شریف کی شرح کی دو جلدیں بھی چھپ چکی ہیں ان کے علاوہ ان کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔

حدائق بخشش میں امام احمد رضا بریلوی نے جن آیات و احادیث کی ترجمانی کی ہے یا جن کے اقتباسات دئے ہیں حضرت علامہ نے اپنی شرح میں ان کی واضح نشاندہی کی ہے، بلکہ ایک شعر کی شرح میں متعدد آیات اور احادیث پیش کر دیتے ہیں، کہیں بزرگان دین کے واقعات بھی تحریر کر جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ ان کی تحریر سے صرف علماء نہیں بلکہ عوام بھی بآسانی مستفید ہو سکتے ہیں۔

البتہ انہوں نے امام احمد رضا کے کلام کے فنی اور ادبی محاسن بیان کرنے کی طرف توجہ نہیں دی، یہ کام انہوں نے ماہرین فن، شعراء اور ادباء کے لئے چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی سخن شناس ادیب کو توفیق دے تو وہ اس ضخیم اور بھاری بھرکم شرح کا خلاصہ تحریر کر دے جو آج کے دور کا تقاضا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۴ر جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ

۱۸ر اکتوبر ۱۹۹۶ء

☆☆☆

مقدمہ:

بساتین الغفران

عربی دیوان امام احمد رضا بریلوی

ترتیب: شیخ سید حازم محمد احمد المحفوظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بساتین الغفران کے مرتب اور محقق کا تعارف

فاضل محقق سید حازم بن محمد بن احمد بن عبدالرحیم کا تعلق مصر کے جنوب میں آباد خانوادۂ سادات محفوظ سے ہے، جن کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ کے نواسے سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔

شیخ سید حازم ۲۷ اگست ۱۹۶۴ء کو مصر کے جنوبی حصے میں واقع منیا کے مضافاتی شہر بنی مزار میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم والد ماجد' کلیۃ اللغۃ العربیۃ' جامعہ ازہر شریف کے فاضل اور اس وقت (علامہ جلال الدین سیوطی کے شہر) اسیوط کے مضافات میں واقع شہر صدفا کے ہیڈ ماسٹر سے حاصل کی۔

۱۹۶۹ء میں پانچ سال کی عمر میں شہر بنی مزار میں واقع مقامی پرائمری سکول میں داخل ہوئے، جہاں اس وقت ان کے والد ماجد ہیڈ ماسٹر تھے' پرائمری کی سند حاصل کر کے ۱۹۷۵ء میں بنی مزار کے مڈل سکول میں داخل ہوئے اور تین سال پڑھنے کے بعد ۱۹۷۸ء میں مڈل کی سند حاصل کی۔

اس کے بعد والد گرامی نے ہدایت کی کہ ازہر شریف کی کسی شاخ میں داخلہ لے کر دینی تعلیم حاصل کرو' چنانچہ والد ماجد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بنی مزار کے میٹرک کی

سطح کے دینی مدرسہ میں داخلہ لے کر چار سال تعلیم حاصل کی اور اسی دوران قرآن پاک یاد کیا ۱۹۸۲ء میں ازہر شریف کی میٹرک کی سند حاصل کی اور اس سال فسٹ پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء میں سے تھے۔

اس کے بعد اردو زبان وادب کی تعلیم کے لئے قاہرہ جا کر جامعہ ازہر شریف کے شعبہ اردو میں داخلہ لیا اور چار سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد پہلی پوزیشن حاصل کی اور ۱۹۸۹ء میں اردو زبان وادب میں بی۔اے کی اعلیٰ درجے میں سند حاصل کی۔

۷/ مارچ ۱۹۸۸ء کو جامعہ ازہر شریف کے شعبہ اردو زبان وادب میں لیکچرار مقرر ہوئے' اسی سال جامعہ عین شمس' قاہرہ میں شعبہ فارسی زبان وادب میں داخلہ لیا' ۱۹۸۹ء میں ایم۔اے کی ابتدائی سند حاصل کر کے اکتوبر ۱۹۸۹ء میں ایم۔اے میں داخلہ لے لیا' ان کے موضوع کا عنوان تھا:

''خواجہ میر درد دہلوی کے اشعار کے فنی پہلو''

فروری ۱۹۹۳ء میں کلیہ عین شمس کے شعبہ لغات امم اسلامیہ سے ایم۔اے کی سند ''درجہ ممتاز'' میں حاصل کی' اسی سال اپریل کے مہینے میں جامعہ ازہر شریف کے شعبۂ اردو میں اسسٹنٹ پروفیسر کی پوسٹ پر فائز ہوئے۔

اکتوبر ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کے لئے مقالہ منظور کرایا جس کا عنوان ہے:

''محمد حسین آزاد دہلوی اور اردو شاعری کی تنقید میں ان کا انداز''

اس وقت تک اسی مقالہ کی تیاری اور تکمیل میں مصروف ہیں۔

جلیل القدر اساتذہ:

درج ذیل سطور میں فاضل محقق کے اساتذہ کرام کے اسماء اور ان کے عہدوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے' انہوں نے یہ فہرست چند دن قبل مجھے ارسال کی ہے:

۱۔ عالی جناب پروفیسر شیخ محمد احمد عبدالرحیم الحفوظ

فاضل محقق کے والد ماجد' ازہر شریف کے فضلاء میں سے ہیں' اسیوط اور سوہاج کے محفوظ سادات کے قبیلہ کے سربراہ ہیں۔

۲۔ عالی جناب ڈاکٹر امجد حسین سید احمد' پاکستانی

ازہر شریف' عین شمس' قاہرہ اور اسکندریہ کی یونیورسٹیوں میں اردو زبان وادب کے پروفیسر ہیں۔

۳۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر بدیع محمد جمعہ۔

کلیۃ عین شمس یونیورسٹی کے فارسی زبان وادب کے پروفیسر۔

۴۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید جمال الدین۔

کلیۃ عین شمس یونیورسٹی کے شعبہ لغات امم اسلامیہ کے چیئرمین۔

۵۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد نورالدین عبدالمنعم:

کلیۃ اللغات والترجمہ' جامعہ ازھر شریف' قاہرہ کے پرنسپل۔

۶۔ عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری:

عرب میں مشرقی زبانوں کے شعبہ کے ڈین۔

کلیۃ الآداب عین شمس یونیورسٹی کے پروفیسر اور قاہرہ میں مجلس معجم کبیر بالمجمع اللغوی کے رکن۔

۷۔ پروفیسر ڈاکٹر ملکہ علی محمد ترکی

کلیۃ الاداب عین شمس یونیورسٹی میں فارسی زبان وادب کی پروفیسر۔

۸۔ عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالنعیم حسنین رحمہ اللہ تعالیٰ کلیۃ اللغات والترجمہ کے سابق سربراہ۔

۹۔ فضیلۃ الامام حضرت شیخ پروفیسر ڈاکٹر احمد عمر ہاشم۔

۱۰۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر عباس عبدالحی سید۔

کلیۃ اللغات والترجمہ' جامعہ ازہر شریف' قاہرہ کے شعبہ اردو زبان و ادب کے چیئرمین۔

۱۱۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی

اورینٹل کالج' پنجاب یونیورسٹی' لاہور کے پروفیسر اردو زبان و ادب

۱۲۔ فضیلۃ الامام حضرت شیخ مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی۔

علوم اسلامیہ کے استاذ اور ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور' شیخوپورہ

۱۳۔ فضیلۃ الامام حضرت شیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری:

شیخ الحدیث الشریف' جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

۱۴۔ فضیلۃ الامام حضرت شیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

سابق سیکرٹری وزارت تعلیم' سندھ' پاکستان

تالیفات:

۱۔ **مظاهر الاحتفال بالمولدالنبوی الشریف فی لاهور و القاهرة**

لاہور اور قاہرہ میں محافل میلاد شریف کے انداز

۲۔ **قواعد المحادثات الأساسية لدراسة اللغة العربية**

عربی زبان کی تعلیم کے بنیادی قواعد اور گفتگو کے طریقے

۳۔ **الظواهر الفنّية فی شعر خواجه میر درد**

(خواجہ میر درد کے اشعار کے فنی پہلو)

۴۔ **الترجمة العربية لدیوان خواجه میر درد الأردی**

(خواجہ میر درد کے اردو دیوان کا عربی ترجمہ)

۵۔ **مختصر تاریخ باکستان والهند (من القرن الاول الی نهایة القرن الثانی عشر الهجری)**

پاک و ہند کی مختصر تاریخ (پہلی صدی سے بارہویں صدی ہجری تک)

۶۔ بساتین الغفران:

عربی دیوان حضرت امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ ان کے اردو دیوان ''حدائق بخشش'' کے نام کی رعایت کرتے ہوئے عربی دیوان کا یہ نام تجویز کیا ہے۔

فاضل محقق سید حازم محمد احمد کے متعدد علمی مقالات بلند پایہ مجلات میں چھپ چکے ہیں، چند مقالات کے عنوانات یہ ہیں:

۱۔ قيام دولة المغول الإسلامية فی شبه القارة الهندية

برصغیر ہندوستان میں مغلوں کی اسلامی حکومت کا قیام

۲۔ تلامذہ خواجہ میر درد الدہلوی

خواجہ میر درد دہلوی کے تلامذہ

۳۔ التعريف بالديوان الأردی، خواجه مير درد الدهلوی

خواجہ میر درد دہلوی کے اردو دیوان کا تعارف

۴۔ مدرسة دهلی الشعريه الأولی

(دہلی کا شعر و سخن کا پہلا مدرسہ)

۵۔ مدرسة لكنؤ الشعرية

(لکھنؤ کا شعر و سخن کا مدرسہ)

۶۔ الأزهر جامع و جامعة

۷۔ اللغة الأردية فی الجامعات المصرية

(مصر کی یونیورسٹیوں میں اردو زبان)

۸۔ المظاهر الحضارية لدولة المغول الإسلامية فی شبه القارة الهندية

(برصغیر ہندوستان میں مغلوں کی اسلامی حکومت میں تہذیب و تمدن)

۹۔ تلوث البیئة فی مدینة لاهور (أسباب و حلول)
(شہر لاہور کی آلودگی (اسباب اور ان کا علاج)

زیر ترتیب کتب:

۱۔ مظاهر الاحتفال بذکری مولد العلامة محمد إقبال فی لاهور و القاهرة
(لاہور اور قاہرہ میں علامہ محمد اقبال کی یاد میں کانفرنسیں)

۲۔ تاریخ باکستان من القرن الثالث عشر الهجری إلی العهد الحاضر
(تاریخ پاکستان: تیرہویں صدی ہجری سے موجودہ دور تک)

۳۔ حکیم الامة و شاعر الشرق علامه محمد إقبال
(حکیم الامت اور شاعر مشرق علامہ محمد اقبال)

۴۔ الامام الاکبر المجدد محمد أحمد رضا خاں (حیاتهٗ و خدماتهٗ)
(امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خان (حیات و خدمات)

۵۔ انتخاب حدائق بخشش کا عربی ترجمہ
بتعاون ڈاکٹر محمد مبارز ملک پروفیسر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

بساتین الغفران

دیوان عربی امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ

ڈاکٹر محمد مبارز ملک، پروفیسر شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۸۹ء میں وزٹنگ پروفیسر کے طور پر علوم اسلامیہ کے مرکز، جامعہ ازہر شریف، قاہرہ گئے تو راقم نے انہیں علماء محققین کو تحفہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کی کچھ عربی تصانیف دیں، ڈاکٹر صاحب فاضل محقق سید حازم محمد احمد المحفوظ کے پاس بطور

مہمان مقیم رہے، اور انہیں کچھ کتابیں بطور ہدیہ پیش کیں، یہیں سے شیخ سید حازم محمد احمد کا امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعارف کا آغاز ہوا اور ان کے کچھ عربی اشعار پڑھنے کا موقع ملا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ۱۹۹۵ء میں فاضل محقق سید حازم محمد احمد بحیثیت وزٹنگ پروفیسر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی پاکستان تشریف لائے تو انہیں معلوم ہوا کہ ابھی تک امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خان کا عربی دیوان کسی نے جمع نہیں کیا، تو اس دیوان کی ترتیب و تدوین پر کمربستہ ہو گئے، ان کی کوشش اور کاوش کا نتیجہ حضرات قائین کرام کے سامنے ہے۔ راقم نے اس کی تصحیح اور تحقیق (اور طباعت) پر (تقریباً دو سال کا) طویل عرصہ صرف کیا، اس کے باوجود طباعت کی اغلاط سے محفوظ ہونے کی ضمانت نہیں دی جا سکتی، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آیندہ ایڈیشن میں (بشرط اطلاع) ان اغلاط کی اصلاح کر دی جائے گی۔

جناب پروفیسر محقق سید حازم محمد احمد (اللہ تعالیٰ انہیں سربلندی عطا فرمائے اور اپنی حفاظت میں رکھے) نے اس دیوان کی ترتیب و تحقیق اور ضبط میں چھ ماہ صرف کئے، تقریباً ایک ماہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کی لائبریری میں دن رات مزید اشعار کی تلاش کے لئے مطالعہ کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ابھی انہیں امام اکبر مجدد کے بہت سے عربی اشعار نہیں مل سکے کیونکہ وہ کتابیں ہی دستیاب نہیں ہیں جن میں وہ اشعار مندرج ہیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آیندہ کوئی سبیل پیدا فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ فاضل محقق کو ہماری طرف سے اور تمام اہل سنت و جماعت کی طرف سے اعلیٰ جزا عطا فرمائے۔

اس عربی دیوان کا مطالعہ کرنے سے قارئین کرام پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کو عربی زبان پر گہرا عبور حاصل ہے، ان کا قلم تیز رفتار اور ان

کی فکر عالی ہے، وہ دین متین اور مسلک اہلسنت و جماعت کی مکمل غیرت رکھتے ہیں اور ان کے دل پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی محبت کا کامل غلبہ ہے۔

راقم جناب فاضل محقق نوجوان سید حازم محمد احمد ازہری کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ انہوں نے اس دیوان کے جمع کرنے اور تحقیق کی زحمت اٹھائی، ڈاکٹر محمد مبارز ملک، پروفیسر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ، فاضل محقق مولانا محمد نذیر سعیدی کے تعاون پر ان حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہے، نیز پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، جناب سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، فاضل نوجوان ممتاز احمد سدیدی (قاہرہ، مصر) جناب حاجی محمد مقبول احمد قادری، بانی رضا اکیڈمی، لاہور اور حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری کا اس عربی دیوان کی اشاعت میں تعاون پر شکریہ ادا کرتا ہے۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ | محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۴ فروری ۱۹۹۶ء | شیخ الحدیث الشریف جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆☆☆

باب نمبر ۵

تنقیدات وتعاقبات

۵۔ تنقیدات و تعاقبات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	حسام الحرمین	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۷۵ء
۲	فیصلہ مقدسہ	مولانا عزیز الرحمن بہاؤپوری	لاہور	۱۹۸۴ء
۳	فیض آباد سیشن کورٹ کا تاریخی فیصلہ	مولانا حشمت علی خاں	لاہور	۱۹۸۴ء
۴	شیشے کے گھر	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	لاہور	۱۹۸۶ء
۵	اندھیرے سے اجالے تک	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	لاہور	۱۹۸۶ء
۶	ضرب مجاہد	علامہ محمد عبدالکریم رضوی	خانقاہ ڈوگراں	۱۹۸۶ء
۷	کلمہ حق	علامہ اختر شاجہان پوری	لاہور	۱۹۹۱ء
۸	محاسبۂ دیوبندیت	مولانا محمد حسن علی رضوی	لاہور	۱۹۹۶ء
۹	افضلیت سیدنا غوث اعظم	امام احمد رضا خاں بریلوی		۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیرایۂ آغاز:

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

ترتیب: اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی

عوام الناس کو یہ کہتے سُنا گیا ہے کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) اور دیوبندی علماء آپس میں دست بگریباں ہیں، ہر دو مکتب فکر کی جانب سے اپنی اپنی تائید میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، ہم کدھر جائیں؟ کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں؟ کچھ بزعم خویش مصلح قسم کے افراد اپنی چرب زبانی سے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ اختلافات فروعی ہیں ان میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہم نہ بریلوی ہیں نہ دیوبندی، عثمانی ہیں نہ تھانوی، ہم تو سیدھے سادے مسلمان ہیں اور بس! اس طرح وہ صلح کلیت کا پرچار کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ اختلافات کا نام لینے والے مجرم ہیں اور صحیح مسلمان وہ ہیں جو ان اختلافات سے بالکل بے تعلق ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اگر اختلاف ذاتی وجوہ کی بناء پر ہو یا اس کا تعلق کیفیت عمل کے ساتھ ہو تو اس میں نہ الجھنا ہی بہتر ہے مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی اختلافات ایسے نہیں ہیں جن پر محاذ آرائی مناسب ہو، کیونکہ یہ فروعی اختلافات ہیں، لیکن اگر بنیادی عقائد میں اختلاف رونما ہو جائے تو اس سے کسی طور پر بھی آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں، یہ اختلاف کسی طرح بھی فروعی نہیں اصولی ہوگا، ایسی صورت میں لازمی طور پر ''یک در گیر و محکم گیر'' ایک جانب کی حمایت اور دوسری جانب سے براءت کرنی پڑے گی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (الآیۃ) کا یہی مفاد ہے، اس آیت میں صرف راہ راست کی ہدایت

طلب کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ مستحق غضب اور اہل ضلال سے پناہ مانگتے رہو۔

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد فرمایا' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معتزلہ کی قوتِ حاکمیہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کلمہ حق کہا اور کوڑے تک کھائے' امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو طوق وسلاسل کی دھمکیاں حرف اختلاف اور نعرہ حق سے باز نہ رکھ سکیں' تحریک ختم نبوت میں غیور مسلمانوں نے سینوں پر گولیاں کھائیں' جیلوں کی کال کوٹھڑیوں اور تختۂ دار کو اپنے لیے تیار پایا لیکن وہ کسی طرح بھی قصر نبوت میں نقب لگانے والوں کو برداشت نہ کر سکے اور تمام تر صعوبتوں کو جھیلتے ہوئے مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں کامیاب ہو گئے' کیا ان تمام اقدامات اور ساری کارروائیوں کو یہ کہہ کر غلط قرار دیا جا سکتا ہے؟ کہ سیدھے سادے مسلمان کو کسی کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے' یقیناً کوئی مسلمان ایسا اندازِ فکر اختیار کر کے غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔

بریلوی (اہل سنت و جماعت) اور دیوبندی اختلافات کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے' یہ دوسری بات ہے کہ عوام کو مغالطہ دینے کے لیے ایصال ثواب' عرس' گیارھویں شریف' نذر و نیاز' میلاد شریف' استمداد' علم غیب' حاضر و ناظر اور نور و بشر وغیرہ مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اختلاف انہی مسائل میں ہے' حالانکہ اصل اختلاف ان مسائل میں نہیں ہے' بلکہ بنائے اختلاف وہ عبارات ہیں جن میں بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں کھلم کھلا گستاخی اور توہین کی گئی ہے' کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر ان عبارات کو پڑھنے کے بعد ان کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی ان کی حمایت کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔

● ــــــ ہندوستان میں پہلے پہل مولوی اسمٰعیل دہلوی نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی

''کتاب التوحید'' سے متاثر ہو کر ''تقویۃ الایمان'' نامی کتاب لکھی اور مسلمانانِ عالم کو کافر ومشرک قرار دیا اور اپنی بات بنانے کی خاطر یہ بھی کہہ دیا کہ نبی اکرم ﷺ کی نظیر ممکن ہے، جس کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی دوسرا شخص خاتم النبیین وغیرہ اوصاف سے متصف ہو سکتا ہے' علمائے اہل سنت اور خاص طور پر خاتم الحکماء علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے اس نظریئے کا تحریری اور تقریری طور پر سخت ردّ کیا۔

● ——بات یہیں ختم نہیں ہوگئی بلکہ محمد قاسم نانوتوی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ:

> ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ [1]

غور فرمایئے! کہ کیا یہ امت مسلمہ کے اجماعی اور یقینی عقیدہ (کہ حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا) کا صاف انکار نہیں ہے؟ واضح طور پر خاتم النبیین کا ایسا معنیٰ تجویز کیا گیا جس سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کا راستہ ہموار ہو گیا' مرزائے قادیانی کی تردید وتکفیر کے ساتھ ساتھ اس عبارت کی تائید وحمایت وہی شخص کر سکتا ہے جو دوپہر کے وقت ظہورِ آفتاب کے انکار کی جرأت کر سکتا ہو' آج جب مرزائی اس عبارت کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں تو ''تحذیر الناس'' کے حمایتی اپنا سامنہ لے کر رہ جاتے ہیں' ''تحذیر الناس'' کے حامی بڑے دھڑلے سے یہ بات پیش کیا کرتے ہیں کہ دیکھئے فلاں فلاں جگہ مولانا نانوتوی نے عقیدۂ ختم نبوت اُمتِ مسلمہ کے مطابق پیش کیا ہے وہ ختم نبوت (زمانی) کے کیسے منکر ہو سکتے ہیں؟ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دفعہ کا انکار سینکڑوں دفعہ کے اقرار پر پانی پھیر دیتا ہے' کیا دعوائے نبوت کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی کی متعدد تصریحات موجود نہیں ہیں جن سے عقیدۂ ختم نبوت کی حمایت کا پتہ چلتا

---

(۱) محمد قاسم نانوتوی: تحذیر الناس (کتب خانہ امدادیہ، دیوبند) ص ۲۴

(نوٹ: تحذیر الناس ۱۲۹۰ھ/ ۷۴-۱۸۷۳ء میں تالیف کی گئی۔

ہے؟ اس عنوان پر غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف ''التبشیر برد التحذیر'' کا مطالعہ سود مند رہے گا۔

۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف ''براہین قاطعہ'' مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی' جس پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی زور دار تقریظ موجود ہے' اس میں دیگر بہت سی غلط باتوں کے علاوہ یہ بھی درج ہے کہ:

''شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل، محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے'' (براہین قطعہ' ص ۵۱)

حیرت ہے کہ کس دیدہ دلیری سے حضور سیّد عالم ﷺ کا علم شریف' شیطان کے علم سے گھٹانے کی ناپاک سعی کی گئی ہے اور پھر بڑی معصومیت سے پوچھا جاتا ہے کہ ہم نے کیا جُرم کیا ہے؟ پھر یہ بات بھی دعوت فکر دیتی ہے کہ جو علم حضور ﷺ کے لیے ثابت کرنا شرک ہے' اس کا شیطان کے لیے اثبات بھی شرک ہوگا' شیطان کے لیے یہ علم قرآن پاک سے کس طرح ثابت ہوگیا' کیا قرآن حکیم بھی شرک کی تعلیم دیتا ہے؟

شوال ۱۳۰۶ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہاولپور میں براہین قاطعہ کے ایسے ہی مقامات پر مناظرہ کر کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو لاجواب کر دیا تھا۔

۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک رسالہ ''حفظ الایمان'' منظر عام پر آیا جس میں بڑے جارحانہ انداز میں لکھا ہے کہ:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل غیب اگر بعض

علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید' عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''

(حفظ الایمان ص ۸)

ان عبارات کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی مسلمان بے تعلق نہیں رہ سکتا' کیونکہ یہ ما و شما کا معاملہ نہیں ہے یہ اس ذات کریم کی عزت و ناموس کا مسئلہ ہے جن کی بارگاہ میں جنید و بایزید ہی نفس گم کردہ حاضری نہیں دیتے بلکہ ملائکہ بھی باادب حاضر ہوتے ہیں' یہ وہ دربار ہے جہاں اُونچی آواز میں گفتگو کرنے سے تمام زندگی کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں' جہاں غلط معنی کے موہم الفاظ استعمال کرنا بھی ناجائز ہے کسی شاعر نے کیا صحیح کہا ہے:

جو سرورِ عالم کے تقدس کو گھٹائے
وہ اور سبھی کچھ ہے مسلمان نہیں ہے

مولوی حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا گنگوہی .... فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہمِ تحقیرِ حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں' اگرچہ کہنے والے نے نیتِ حقارت نہ کی ہو' مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔''(۱)

عبارات مذکورہ کے الفاظ موہم تحقیر نہیں بلکہ کھلم کھلا گستاخانہ ہیں ان کا قائل کیوں کافر نہ ہوگا؟ یہی وجہ تھی کہ علماء اہل سنت تحریر و تقریر میں ان عبارات کی قباحت برملا بیان کرتے رہے اور علماء دیوبند سے مطالبہ کرتے رہے کہ یا تو ان عبارات کا صحیح محمل بیان کیجیے یا پھر توبہ کر کے ان عبارات کو قلم زد کر دیجیے' اس سلسلے میں رسائل لکھے گئے' خطوط بھیجے گئے آخر جب علماء دیوبند کسی طرح ٹس سے مس نہ ہوئے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے

● ـــــ ''تحذیر الناس'' کی تصنیف کے تیس سال بعد'

---

(۱) حسین احمد ٹانڈوی: الشہاب الثاقب، ص ۵۷

● —— ''براہین قاطعہ'' کی اشاعت کے قریباً سولہ سال بعد اور

● —— ''حفظ الایمان'' کی اشاعت کے قریباً ایک سال بعد

۱۳۲۰ھ میں ''المعتقد المنتقد'' کے حاشیہ ''المعتمد المستند'' میں مرزائے قادیانی اور مذکورہ بالا قائلین (مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی) کے بارے میں ان کی عبارات کی بناء پر فتوائے کفر صادر کیا۔

یہ فتویٰ علمائے دیو بند سے کسی ذاتی مخاصمت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ ناموس مصطفیٰ (ﷺ) کی حفاظت کی خاطر ایک فریضہ ادا کیا گیا تھا، مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی، ناظم تعلیمات شعبۂ تبلیغ دار العلوم دیو بند، اس فتوے کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''اگر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے نزدیک، بعض علماء دیو بند واقعی ایسے ہی تھے، جیسا کہ اُنھوں نے انھیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء دیو بند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔'' (۱)

اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناموس رسالت کی پاسداری کا کما حقہ، فریضہ ادا کیا اور علماء دیو بند کا اصرار ہے کہ ان کے اکابر کی عزت پر حرف نہیں آنا چاہیے، خواہ وہ کچھ کہتے اور لکھتے رہیں، اس مقام پر پہنچ کر یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ حق پر کون ہے؟ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بریلوی اور دیو بندی نزاع کی اصل بنیاد یہ عبارات ہیں نہ کہ فروعی مسائل، مولانا مودودی اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''جن بزرگوں کی تحریروں کے باعث بحث و مناظرہ کی ابتدا ہوئی وہ تو اب مرحوم ہو چکے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے مگر افسوس ہے کہ جو تلخی اور گرمی آغاز میں پیدا ہوئی دونوں طرف سے اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔'' (۲)

(۱) مرتضیٰ حسن در بھنگی: اشد العذاب، ص ۱۴　　(۲) مقالات یوم رضا، حصہ دوم، ص ۶۰

مودودی صاحب یہ تلقین فرما رہے ہیں کہ اب نزاع کو جانے بھی دو' نزاع کھڑا کرنے والے تو اگلے جہان میں پہنچ چکے ہیں' حالانکہ نزاع ان ''بزرگوں'' کی ذات سے نہیں تھا' وجہِ مخاصمت تو یہ عبارات تھیں جواب بھی من وعن موجود ہیں' جب تک اُنکے بارے میں متفقہ فیصلہ نہیں ہو جاتا اس نزاع کے خاتمے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔

۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''المعتمد المستند'' کا وہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا حرمین طیبین کے علماء کی خدمت میں پیش کیا، جس پر وہاں کے ۳۵ جلیل القدر علماء نے زبردست تقریظیں لکھیں اور واشگاف الفاظ میں تحریر کیا کہ مرزائے قادیانی کے ساتھ ساتھ افراد مذکورہ بلاشک وشبہہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو حمایت دین کے سلسلے میں بھرپور خراج تحسین پیش کیا' علمائے حرمین کریمین کے یہ فتوے ''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ) کے نام سے شائع کر دیئے گئے۔

بجائے اس کے کہ گستاخانہ عبارات سے رجوع کیا جاتا علمائے دیوبند کی ایک جماعت نے مل کر ایک رسالہ ''المہند علی المفند'' ترتیب دیا جس میں کمال چابکدستی سے یہ ظاہر کیا کہ ہمارے عقیدے وہی ہیں جو اہل سنت و جماعت کے ہیں' حالانکہ باعثِ نزاع عبارات متعلقہ کتابوں میں بدستور موجود تھیں' صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ نے ''التحقیقات لدفع التلبیسات'' لکھ کر ایسی تمام عبارتوں کو طشت از بام کر دیا۔

''حسام الحرمین'' کا اثر زائل کرنے کے لیے علماءِ دیوبند نے یہ شوشہ چھوڑا کہ یہ فتوے علماء حرمین کو مغالطہ دے کر حاصل کیے گئے ہیں کیونکہ اصل عبارات اُردو میں تھیں' ہندوستان (متحدہ پاک و ہند) کے علماء میں سے کوئی بھی ''حسام الحرمین'' کا مؤید نہیں ہے' اس پروپیگنڈے کے دفاع کے لیے شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں رضوی

رحمہ اللہ تعالیٰ نے متحدہ پاک و ہند کے اڑھائی سو سے زیادہ نامور علماء کی ''حسام الحرمین'' کی تصدیقات ''الصوارم الہندیہ'' کے نام سے شائع کر دیں۔

دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اب بھی عام طور پر عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بلاوجہ اکابر دیوبند کی تکفیر کی تھی، حالانکہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان اور اسلام کے خادم تھے اور ''المہند'' ایسی کتابوں کی بڑھ چڑھ کر اشاعت کرتے ہیں۔ ان حالات میں ''حسام الحرمین'' کے شائع کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی تاکہ اختلاف کا صحیح پس منظر سامنے آ جائے اور کسی کے لیے مغالطہ آمیزی کی گنجائش نہ رہے' مکتبۂ نبویہ نے اپنی روایات کے مطابق ''حسام الحرمین'' کو شائع کر کے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

۲۲ر رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۳۰ر ستمبر ۱۹۷۵ء — لاہور

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ:

فیصلۂ مقدسہ

تصنیف: مولانا عزیز الرحمن بہاولپوری

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ چودھویں صدی کے یکتائے روزگار عالم ہیں' ان کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ انہوں نے تقدیس الوہیت' تعظیم رسالت' صحابہ کرام' اہل بیت عظام علماء دین اور اولیاء کاملین کے احترام کا نہ صرف پہرہ دیا' بلکہ احترام وعقیدت کے جذبات مسلمانوں کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں بسا دئے۔ ان کا قلم ساری زندگی حمد و نعت اور منقبت کے پھول پیش کرتا رہا۔ ان کے گلستان نظم و نثر کی آب و تاب اور رعنائی آج بھی وہی ہے اور ان کے گلشن عقیدت و محبت کی عطر بیز بہار سے آج بھی پڑھنے والے کی روح مہک اٹھتی ہے۔

ان کا تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے سلف صالحین کے مسلک' مسلک اہل سنت و جماعت اور مذہب حنفی کی بھرپور حمایت کی اور جسے صراط مستقیم سے منحرف ہوتا ہوا پایا۔ اس کے خلاف ان کا برق بار قلم حرکت میں آ گیا اور اپنے پرائے کا فرق کئے بغیر اعلان حق کرتا گیا۔ چونکہ ان کے قلم کی جولانگاہ بہت وسیع تھی' اس لیے جو فرد یا گروہ ان کی تنقید کی زد میں آتا گیا' وہ مخالفت پر کمربستہ ہوتا گیا۔ یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے، لیکن مخالفین نے پلٹ کر ان پر ایسے ایسے الزامات عائد کئے جن سے ان کا دامن بے داغ تھا، انصاف اور دیانت داری سے جائزہ لیا جائے' تو ان الزامات کا بے بنیاد ہونا کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کا دیوان حدائق بخشش ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء میں دو جلدوں میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے چھپ کر منظر عام پر آیا۔ اس دیوان نے اس قدر مقبولیت حاصل کی کہ پاک و ہند کے مختلف اداروں کی طرف سے اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ دُنیا کے جس خطے میں اُردو سمجھنے والے مسلمان رہتے ہیں' وہاں آپ کی پُر کیف نعتوں اور وجد آور مشہورِ عالم سلام کی گونج سنی جا سکتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ انعام ہے جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا ہے۔

ان کا بہت سا عربی' فارسی اور اُردو کلام مطبوعہ کتابوں اور غیر مطبوعہ بیاضوں میں بکھرا پڑا تھا' اسے جمع کرنے کی طرف مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (متوفی ۱۹۰۶ء) نے توجہ فرمائی اور مختلف غزلیں قصیدے اور اشعار بغیر کسی ترتیب کے ایک مجموعے میں جمع کیے۔

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

''پھر یہ مجموعہ بھی غائب ہوگیا۔ میں بہت ہی کم عمر تھا جب یہ مجموعہ میں نے دیکھا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بدایوں کے بعض اصحاب آئے۔ مجھ سے مجموعہ دیکھنے کو لیا۔ پھر وہی بدایوں لے گئے، کیسے غائب ہوا؟ معلوم نہیں وہی مارہرہ شریف پہنچایا اس کی نقل اور کب پہنچی؟'' [1]

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا بریلوی کا وصال ہوا۔

ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء کو مولانا محمد محبوب علی خاں قادری نے امام احمد رضا کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا' خود اُن کا بیان ہے:۔

''مجھے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جو اب تک چھپا نہیں ہے' بڑی کوشش و جانفشانی سے بریلی شریف و سرکار مارہرہ مطہرہ و پیلی

(۱) محمد عزیز الرحمٰن بہاولپوری: فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ (۱۳۷۵ھ) ص ۳۳

بھیت ورام پور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوا جو آج برادران اہل سنت کی خدمات میں حدائق بخشش حصہ سوم کی شکل وصورت میں پیش کر رہا ہوں۔'' [1]

نابھہ سٹیم پریس' نابھہ کا چھپا ہوا تیسرا حصہ ہمارے سامنے ہے' اس کے صفحہ ۳۶۔۳۷ پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں انیس اشعار کا ایک قصیدہ ہے۔ اس کے بعد ص ۳۷ پر ''علیحدہ'' کا عنوان قائم کر کے نو اشعار درج کیے ہیں' جن میں سے تین شعر یہ ہیں:

تنگ و چُست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر
خوف ہے کشتی ابرو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن اہلہ کی صورت بڑھ کر [2]

اس کتاب کی اشاعت کے بتیس برس بعد ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء میں دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے بمبئی اور پورے ہندوستان میں ایک تحریک اٹھائی گئی کہ اس کتاب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کی گئی ہے' لہٰذا اس کتاب کو جلا دیا جائے اور اس کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کو بمبئی کی جامع مسجد سے برطرف کیا جائے۔

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں تحریر فرماتے ہیں:۔

''مجھے جہاں تک معلوم ہوا' غالباً کاظم علی دیوبندی نے کانپور میں اپنی تقریر

---

(۱) محمد محبوب علی خاں، مولانا: حدائق بخشش حصہ سوم، ص ۱۰

(۲) محمد عزیز الرحمٰن، بہاولپوری: فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۸۱

میں اسے ذکر کر کے فتنہ اُٹھانا چاہا' پھر جگہ جگہ وہ اور اس سے سُن کر اور وہابی اسے دہراتا رہا۔" ۱

روز نامہ انقلاب بمبئی اس معاملے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا' دیو بندی مکتبِ فکر سے متعلق علماء اور واعظ دھواں دار تقریریں کر رہے تھے اور مختلف علماء سے فتاویٰ حاصل کر کے اخبارات اور رسائل میں چھپواتے اور عوام میں اشتعال اور ہیجان پھیلانے کی کوشش کرتے تھے۔

اعلان توبہ:

بخاری' مسلم شریف' ترمذی شریف' نسائی شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے کہ گیارہ مشرکہ عورتوں نے باہمی طور پر طے کیا کہ ہر ایک اپنے شوہر کے اوصاف بیان کرے گی اور کچھ چھپائے گی نہیں۔ ان میں سے ایک ام زرع تھی' جس نے اپنے شوہر کی دل کھول کر تعریف کی۔ پھر ساتھ ہی ابو زرع کی بیٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا:۔

"طَوْعُ اَبِیْهَا وَطَوْعُ اُمِّهَا وَمِلْءُ کِسَائِهَا. ۲

"وہ اپنے ماں باپ کی فرمانبردار ہے اور اس کا جسم اس کی چادر کو بھرے ہوئے ہے۔"

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا:

کُنْتُ لَکِ کَاَبِیْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ

"میں تم پر اس طرح مہربان ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لئے تھا۔"

مولانا محبوب علی خاں نے جس بیاض سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی

---

(۱) محمد عزیز الرحمٰن، بہاولپوری: فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۸۱

(۲) مسلم ابن الحجاج القشیری، امام: مسلم شریف عربی، مطبوعہ نور محمد، کراچی، ج ۲، ص ۲۸۸

اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں قصیدہ نقل کیا' اسی بیاض سے سات شعر وہ بھی نقل کئے جو اُن گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں تھے۔ ان سات شعروں پر بھی لفظ ''علیحدہ'' لکھ دیا' لیکن کاتب نے دانستہ یا نادانستہ انہیں ام المومنین کے مدحیہ قصیدہ میں مخلوط کر دیا اور کتاب اسی طرح چھپ گئی۔ مولانا محبوب علی خاں کو اطلاع ہوئی' تو ان کا خیال تھا کہ دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی اور قارئین خود محسوس کر لیں گے کہ یہ اشعار غلطی سے اس جگہ درج ہو گئے ہیں۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی (مصنف ''خون کے آنسو'') نے بمبئی کے ایک ہفت روز اخبار میں مراسلہ شائع کروایا اور حضرت مولانا محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف توجہ دلائی۔

مولانا محبوب علی خاں کے دل میں چور تو تھا نہیں' انہوں نے کمال دیانت داری سے وہ کام کیا جو ایک مومن کے شایانِ شان تھا۔ انہوں نے ماہنامہ سُنی لکھنؤ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء میں ''توبہ نامہ'' شائع کرایا۔ اس توبہ نامہ کا خلاصہ مفتی اعظم دہلی مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

''وہ ماہنامہ پاسبان' کے ایڈیٹر کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ آج ۹ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر ''حدائق بخشش'' حصہ سوم کے متعلق دیکھی' جواباً پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ معافی بخشے۔ آمین!''

اس کے بعد اس غلطی کے واقع ہونے کی وجہ بتلائی' جس کا خلاصہ یہ ہے:

''قصیدہ مدحیہ سیدتنا حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سات اشعار قصیدہ اُم زرع والے مصنفہ حضرت علامہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پُرانی قلمی بوسیدہ بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کئے' لیکن امِ زرع والا

قصیدہ چونکہ پورا دستیاب نہ ہوا تھا' ان سات شعروں کے تین حصہ کر کے ہر حصہ پر لفظ "علیحدہ" جلی قلم سے لکھ دیا تھا کہ ہر حصہ کا مضمون علیحدہ تھا۔ جب "حدائق بخشش" حصہ سوم کی طباعت کا ارادہ کیا تو بعض مجبوریوں کی بنا پر اپنے مقام (پٹیالہ) پر اس کا بندوبست نہ کر سکا۔ ناچار نابھہ سٹیم پریس والے سے معاملہ کرنا پڑا۔" (اس مقام پر انہوں نے تفصیل کے ساتھ اپنی مجبوریوں کا بیان کیا ہے۔)

پریس والے نے یہ شرط کی کہ اس کی کتابت بھی یہیں ہوگی۔ ناچار یہ شرط بھی منظور کی اور اس کے سپرد کر دیا۔ اتفاق سے کاتب اور مالک پریس دونوں بدمذہب تھے' ان لوگوں سے قصداً یا سہواً یہ تقدیم و تاخیر اور تبدیل و تغیر ظہور میں آئی۔ بہت روز کے بعد جب میں اس کتاب کی غلطیوں پر واقف ہوا' تو خیال ہوا کہ طباعت دوم میں اس کی اصلاح ہو جائے گی' لیکن حافظ ولی خاں نے بغیر مجھے اطلاع دئے پھر چھپوا دیا' غرض اس میں جو تساہل مجھ سے ہوا' اس پر اپنی غفلت اور غلطی پر خدا تعالیٰ کے حضور میں معافی چاہتا ہوں' وہ غفور رحیم مجھے معاف فرمائے۔ (ماہنامہ، سُنّی ص ۱۷)[۱]

پھر یہ اعلان بھی شائع کیا:

ضروری اعلان:

حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۳۷ و صفحہ ۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے۔ اس غلطی سے بار بار فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے' خدا و رسول جل جلالہ و ﷺ فقیر کی توبہ قبول فرمائیں' آمین ثم آمین! اور سُنّی مسلمان بھائی خدا اور سول کے لیے معاف فرمائیں' جل جلالہ و ﷺ

۱۔ محمد مظہر اللہ دہلوی، مفتی: فتاویٰ مظہری (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ج ۴، ص ۳۰۲

فقیر نے اس ورق کو صحیح ترتیب سے چھپوا دیا ہے' جن صاحبوں کے پاس
''حدائق بخشش'' حصہ سوم ہو وہ مہربانی فرما کر اس میں سے ص ۳۰ ص ۳۸ والا
ورق نکال کر فقیر کو بھیج دیں اور صحیح چھپا ہوا ورق فقیر سے منگوا کر اپنی کتاب
میں لگالیں اور جو صاحب کتاب واپس کرنا چاہیں' وہ کتاب فقیر کے پاس
پہنچا کر فقیر سے قیمت واپس لے لیں۔ والسلام علیٰ اہل الاسلام

فقیر ابوالظفر محب الرضا محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی غفرلہٗ
پتا یہ ہے: جامع مسجد مدن پورہ بمبئی نمبر ۸ [۱]

مولانا محمد محبوب علی خاں نے اس غلطی پر کئی بار زبانی اور تحریری طور پر صریح توبہ کی'
چنانچہ ۱۰ر جولائی ۱۹۵۵ء کو ان کا توبہ نامہ شائع ہوگیا۔ پھر رسالہ سُنی لکھنؤ اور روزنامہ
انقلاب میں بھی چھپا۔ [۲]

مخالفین کی یہ کوششیں اخلاص پر مبنی ہوتیں' تو یقیناً قابل قدر ہوتیں' کیونکہ عظمت
نبوت' شان صحابہ و اہل بیت کا احترام ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے' لیکن حالات و
واقعات گواہ ہیں کہ یہ سب کچھ گروہی جانبداری کی بناء پر کیا گیا۔

● ـــــ صراطِ مستقیم پر صاف لکھ دیا گیا:

> ''اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب
> ہی ہوں' اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق
> ہونے سے بُرا ہے۔'' [۳]

● ـــــ حفظ الایمان میں لکھا گیا:

> ''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو

۱۔ محمد عزیز الرحمٰن بہاولپوری: فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ' ص ۳۳۔۳۱
۲۔ رضائے مصطفےٰ بمبئی: شمارہ اگست ۱۹۵۵ء۔ ص ۱۷
۳۔ محمد اسماعیل دہلوی: صراطِ مستقیم (اردو' مطبوعہ کراچی) ص ۱۳۶

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔"[1]

● —— الخطوب المذیبہ میں یہاں تک کہہ دیا گیا:

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا (کہ کمسن بیوی ملے گی) اس مناسبت سے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔"[2]

"حدائق بخشش" حصہ سوم کے مرتب مولانا محمد محبوب علی خاں کو توہین کا مرتکب اور نا قابل امامت قرار دینے والے "صراط مستقیم" حفظ الایمان الخطوب المذیبہ" اور ایسی ہی دوسری کتابوں اور ان کے مصنفین پر بھی وہی فتویٰ لگاتے اور سب سے توبہ کا مطالبہ کرتے تو اُن کا خلوص شک وشبہ سے بالاتر ہوتا لیکن ہوا یہ کہ محبوب علی خاں چونکہ اپنی جماعت کے فرد نہیں ہیں اس لیے تمام فتوے ان پر لاگو ہو رہے ہیں۔ باقی حضرات چونکہ اپنی جماعت کے بزرگ ہیں اس لیے نہ تو قلم ان کے خلاف حرکت میں آتا ہے اور نہ ہی ان کے حق میں فتویٰ جاری ہوتا ہے۔

توبہ کا دروازہ بند ہو گیا:

مولانا محبوب علی خاں کا اعلان توبہ لائق تعریف تھا باوجودیکہ انہوں نے حضرت ام المؤمنین کی شان میں نہ تو گستاخانہ اشعار لکھے اور نہ ان کی طرف منسوب کیے صرف

۱۔ محمد اشرف علی تھانوی: حفظ الایمان (کتب خانہ عزیزیہ، دیوبند) ص ۸

۲۔ ایضاً: الخطوب المذیبہ، ص ۱۵

اتنا ہوا کہ کتاب کی طباعت پر وہ بوجوہ پوری نگرانی نہ کر سکے۔ اور اشعار غلط ترتیب سے چھپ گئے۔ پھر بھی انہوں نے اعلانیہ توبہ کی اور اسے متعدد رسائل و اخبارات میں چھپوایا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان کے اس اقدام کی پیروی کی جاتی اور علماء دیو بند "حفظ الایمان اور الخطوب المذیبہ" وغیرہ کتب کی عبارات سے توبہ کا اعلان کر کے مسلمانوں کو افتراق و انتشار سے بچا لیتے، لیکن افسوس کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود توبہ کا اعلان نہیں کیا، بلکہ مولانا محبوب علی خاں کی صاف اور صریح توبہ کو بھی نا قابل قبول قرار دے دیا اور بڑے بڑے اشتہار شائع کئے کہ "توبہ قبول نہیں۔" [1]

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بمبئی میں ہے:

"انقلاب کو چاہیے تھا کہ وہ مولانا موصوف کو مبارک باد دیتا کہ واقعی مولانا موصوف نے مثال قائم کر دی کہ دیو بندیوں کی طرح اپنی لغزش پر اڑے نہیں رہے، بلکہ اظہار ندامت کر کے اپنی ساری غلطیوں کو توبہ کے پانی سے دھوڈالا اور شرعی الزام سے قطعی پاک ہو گئے۔" [2]

مشکلے دارم ز دانش مندِ مجلس باز پرس   توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند

روزنامہ "انقلاب" بمبئی کے ایڈیٹر عبدالحمید انصاری نے اس توبہ کو نا قابل قبول قرار دیا اور کہا کہ توبہ کی مقبولیت کا انحصار "رائے عامہ کی عدالت" پر ہے۔ مدیر "رضائے مصطفےٰ" بمبئی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قرآن عظیم کا صریح ارشاد ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ

(گنہ گاروں کے لیے جہنم اور ذلت والا عذاب ہے، مگر جو توبہ کر لے اور

۱۔ محمد منصور علی خاں قادری: خوابوں کی بارات (مطبوعہ بمبئی) ص ۸۶

۲۔ رضائے مصطفےٰ بمبئی: شمارہ اگست ۱۹۵۵ء۔ ص ۱۷

ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا) اور اس مضمون کی سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث بلکہ تمام کتب سماویہ میں توبہ استغفار اور اس کی مقبولیت مندرج ہے۔

مگر انصاری عبدالحمید نے ان تمام آیاتِ کریمہ و کتب سماویہ و احادیث کو ٹھکرا کر ایک نیا مذہب نکالا کہ کسی کی توبہ کی قبولیت "رائے عامہ کی عدالت" پر ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ انصاری صاحب کس دین وملت کے انصار سے ہیں۔

کیا انصاری صاحب اپنے اعوان و انصار سے زور لگوا کر بتا سکتے ہیں کہ فیصلہ قرآنی کے مقابلے میں آپ کی عدالت "رائے عامہ" کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے اور کیا رائے عامہ کی بنا پر فیصلہ قرآنی بدل دیا جائے گا؟"[1]

فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ:

اٹھاون صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اسی واقعہ سے متعلق استفتاء اور اس کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں محدثِ اعظم ہند مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی کا فتویٰ ہے۔ اس کے بعد علماء کے تصدیقی دستخط ہیں۔ اس فتوے میں اس امر کی تحقیق کی گئی ہے کہ مولانا محبوب علی خاں کی توبہ شرعی طور پر مقبول ہے، لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے دل سے قبول کریں۔

ص ۸ سے ۱۱ تک مفتی اعظم دہلی مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کا فتویٰ ہے۔ ص ۱۲ سے ۱۸ تک مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں کا فتویٰ ہے۔ ص ۲۲ سے ۲۶ تک مفتی اعظم دہلی کا دوسرا فتویٰ ہے۔ ص ۳۰ سے ۳۴ تک ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری کے دو فتوے ہیں۔ ص ۳۹ سے ۴۶ تک مولانا عبدالباقی بُرہان الحق قادری جبلپوری کا

۱۔ رضائے مصطفےٰ بمبئی: شمارہ اگست ۱۹۵۵ء۔ ص ۱۴

فتویٰ ہے۔ مفتی اعظم ہند بریلوی سے دوبارہ استفتاء کیا گیا' جس کا جواب ص ۱۷ سے ۵۲ تک ہے۔ فیصلہ مقدسہ میں ایک سوانیس علماء کے فتاویٰ اور تصدیقی دستخط ہیں۔

ص ۵۳ سے ۵۶ تک مسلم شریف کی وہ حدیث عربی مع ترجمہ نقل کی گئی ہے۔ جس میں گیارہ کافرہ مشرکہ عورتوں کا ذکر ہے۔ ص ۵۶ سے ۵۸ تک اشعار قصیدہ صحیح ترتیب سے نقل کیے گئے۔

اُلٹی گنگا:

اس کارروائی کے بعد رفتہ رفتہ یہ ہنگامہ فرو ہو گیا۔ مخالف بھی اس واقعہ کو بھول گئے کہ جس پر الزام تھا' اُس نے توبہ کرلی۔ اہل سنت و جماعت بھی بھول گئے۔ حدائق بخشش کے صرف دو حصے چھپتے رہے۔ جو امام احمد رضا بریلوی کے خود مرتب کئے ہوئے تھے۔ تیسرا حصہ جو مولانا محبوب علی خاں کا مرتب تھا' گوشۂ گمنامی میں چلا گیا اور ساتھ ہی توبہ نامہ اور اس سے متعلق فتاویٰ بھی دوبارہ شائع نہ کئے گئے۔

گذشتہ چند سالوں سے مخالفین نے اس گڑے مُردے کو نئے انداز سے اٹھانے کی کوشش کی اور "حدائق بخشش" حصہ سوم کے حوالے سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے معاذ اللہ! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کی ہے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ وہ شیعہ تھے اور بطور تقیہ سنّیت کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا اور دلیل یہ دی کہ انہوں نے ام المومنین کی شان میں گستاخی کی ہے۔[1]

دراصل امام احمد رضا بریلوی نے اپنے دور میں جو دیو بندی اور غیر مقلد علماء کے خلاف قلمی اور علمی جہاد کیا تھا' اس کا جواب آج تک دلیل و برہان کی زبان میں نہیں دیا جا سکا' البتہ سبّ و شتم اور اتہام پردازی کے ذریعے انتقام لینے اور اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

۱۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (مطبوعہ لاہور) ص ۲۱

اس حقیقت سے قطع نظر اس جگہ چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ مشرکہ عورتوں کے بارے میں اشعار جس مأخذ (بیاض) سے لئے گئے ہیں۔ وہ مجہول الحال ہے۔ آیا یہ وہی مجموعہ ہے جو مولانا حسن رضا خاں بریلوی نے جمع کیا تھا' یا اس کی نقل ہے۔ مفتی اعظم ہند کے حوالے سے یہ بات اس سے پہلے گزر چکی ہے' البتہ یہ طے شدہ بات ہے کہ یہ مجموعہ امام احمد رضا کا جمع کردہ نہ تھا۔

مولانا محبوب علی خاں سے یہ بھی تسامح ہوا کہ انہوں نے اس مجموعہ کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھ دیا اور ٹائٹل پیج پر ۱۳۲۵ھ بھی لکھ دیا' حالانکہ یہ پہلے دو حصوں کا تاریخی نام تھا اور یہ مجموعہ ۱۳۴۲ھ میں مرتب ہوا' اس لیے اس مجموعے کا غیر تاریخی نام ''باقیاتِ رضا'' وغیرہ ہونا چاہئے تھا۔

۲۔ یہ بھی مشکوک ہے کہ یہ سات اشعار امام احمد رضا کے ہیں بھی یا نہیں۔

ان کے صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:۔

''اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض کلام اعلیٰ حضرت بریلوی کا معلوم نہیں ہوتا۔ کسی اور صاحب متخلص بہ رضا کا کلام ہے۔ مولانا (محبوب علی خاں) یا وہ شخص جس نے اس مجموعے میں وہ قصیدہ درج کیا۔ اس کلام کو بھی اعلیٰ حضرت کا کلام سمجھا' اس لیے مجھے ناگوار ہوا کہ یونہیں اور ہم لوگوں میں سے کسی کو بے دکھائے چھاپ دیا' بارہا لوگوں کے سامنے میں نے اس پر اظہار ناراضگی کیا۔'' [۱]

دوسرے فتوے میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

''ہوسکتا ہے کہ وہ شعر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے متعلق اُم زرع وغیرہا عروسانِ حجاز ہوں کہ وہ ابتدائی کلام ہے' بعض باتیں کسی موقع پر خلاف

۱۔ محمد عزیز الرحمٰن بہاولپوری: فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۳۳

تقدس سمجھی جاتی ہیں اور وہی بعض موقع پر کچھ منافی تقدس نظر نہیں آتیں۔[1]

مقصد یہ ہے کہ ان سات اشعار کی نسبت امام احمد رضا بریلوی کی طرف غیر یقینی ہے کہ انہوں نے یہ اشعار کافرہ عورتوں کے بارے میں بھی کہے ہیں یا نہیں، جبکہ یہ امر یقینی ہے کہ یہ اشعار ام المومنین کے بارے میں ہرگز نہیں کہے گئے۔

حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ جاہل با حمیت و غیرت معاذ اللہ انہیں منقبت میں نہ لکھے گا۔"[2]

۳۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ حدائق بخشش کا حصہ سوم، امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب اور شائع ہوا، کیونکہ ان کا وصال صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں ہوا اور حصہ سوم ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں مرتب ہوا۔[3]

پھر کتاب کے ٹائٹل پر بھی واضح طور پر لکھا ہوا ہے:

الشاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تعصب اور عناد سے ہٹ کر غور کیا جائے، تو کسی طرح بھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا الزام امام احمد رضا بریلوی پر عائد کرنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔

جناب مقبول جہانگیر، راجا رشید محمود کی تصنیف "اقبال قائد اعظم اور پاکستان" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا اشرف علی تھانوی کی ایک تالیف "احکام اسلام عقل کی نظر میں"

۱۔ محمد عزیز الرحمن بہاولپوری: فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۸۳

۲۔ محمد عزیز الرحمن بہاولپوری: فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۲۵

۳۔ محمد محبوب علی خاں، مولانا: حدائق بخشش، حصہ سوم (مطبوعہ نابھہ سٹیم پریس، نابھہ) ص ۱۰

کے بارے میں یہ کہنا کہ مولانا تھانوی نے اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے مضامین سرقہ کئے ہیں' قطعی غیر مستند دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ قادیانیوں کی طرف سے کیا جارہا ہے' جس کی تائید راجا صاحب نے کردی ہے۔

حالانکہ وہ تحقیق کی ذرا زحمت برداشت کرتے' تو انہیں پتہ چل جاتا کہ اس دجل و تلبیس کی بنیاد بڑی ہی کمزور ہے۔ جس کتاب کا ذکر کیا جارہا ہے' وہ سرے سے مولانا تھانوی کی تصنیف یا تالیف ہے ہی نہیں۔ ان کی وفات کے آٹھ برس بعد پہلی بار چھپی اور جس نے چھاپی' خواہ وہ ان کے لوگ ہی ہوں' بہرحال اس کتاب کی تالیف کی ذمہ داری مولانا تھانوی پر ہرگز عائد نہیں ہوتی اور نہ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مولانا تھانوی جیسی علمی اور دینی شخصیت مرزائے قادیانی کی کتابوں سے مضامین کا سرقہ کرکے اپنے نام سے شائع کراسکتی ہے۔"[1]

اگرچہ ہمارے ایک کرم فرما مولانا محمد شفیع رضوی کے پاس اس کتاب کا وہ نسخہ بھی موجود ہے' جو مولانا تھانوی کی زندگی میں چھپا تھا' تاہم مقبول جہانگیر صاحب کے پیش کردہ فارمولے کے مطابق یہ ماننا پڑے گا کہ مولانا احمد رضا خاں کی وفات کے دو سال بعد شائع ہونے والی ایک دوسرے عالم کی مرتب کردہ کتاب حدائق بخشش حصہ سوم کے غلط ترتیب سے چھپ جانے والے اشعار کی ذمہ داری فاضل بریلوی پر ہرگز عائد نہیں کی جاسکتی۔

۴۔ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ امام احمد رضا بریلوی نے ام المؤمنین کی شان میں بے ادبی کے وہ اشعار نہیں کہے۔ مولانا محبوب علی خاں کی مجبوری اور غفلت میں وہ اشعار غلط ترتیب سے چھپ گئے۔ پھر انہوں نے علی الاعلان بار بار توبہ بھی کی۔ اس کے باوجود جو شخص ان حضرات پر گستاخی کا الزام عائد کرتا ہے' وہ خود دانستہ یا نادانستہ گستاخی کا مرتکب ہورہا ہے۔

۱۔ مقبول جہانگیر: روزنامہ امروز میگزین، شمارہ ۲ مارچ ۱۹۸۴ء، ص ۱۹

مفتی اعظم دہلی مولانا محمد مظہر اللہ دہلوی فرماتے ہیں:۔

''جب یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ یہ شخص یعنی زید حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے اور ان کی اہانت کرنے سے بری ہے اور اس نے جو اپنی بریت کے وجوہ پیش کئے ہیں' اس کے صدق پر شاہد ہیں' تو اب اس کی طرف اہانت کی نسبت محض اس پر تہمت ہے۔

حقیقت میں اہانت کرنے والا وہ شخص (ہے) جو زید کی طرف نسبت کرتے ہوئے حضرت عائشہ کی شان میں یہ اشعار کہہ رہا ہے' اس لئے کہ کسی کی اہانت کرنے کا ایک یہ ہی (بھی) طریقہ ہے اور بڑا خوبصورت کہ اپنے کو اس کا خیر خواہ اور غم خوار ظاہر کرتے ہوئے اور دوسرے شخص پر تہمت لگاتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ فلاں شخص آپ کو ایسی ایسی فحش گالیاں دیتا ہے۔ اس طریقہ سے وہ گالیاں دے کر اپنا دل بھی ٹھنڈا کر لیتا ہے اور ظاہر میں اس کا خیر خواہ بھی بنا رہتا ہے۔ پس صورتِ مذکورہ میں اس ہی دوسرے شخص پر توبہ اور جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں معذرت اور زید سے معافی حاصل کرنا ضروری ہے کہ یہ دوہرے تہرے اشد درجہ کے گناہ کا مرتکب ہے۔''[1]

اراکین مرکزی مجلس رضا لاہور کی مخلصانہ اور اَن تھک مساعی کی داد نہیں دی جاسکتی' کیونکہ ان کی سعی بے کراں کا حق داد و تحسین کے چند لفظی پھولوں سے ادا نہیں کیا جاسکتا۔ مجلس رضا کے استغناء شاہی سے آراستہ' درویش منش بانی اور سرپرست حکیم محمد موسیٰ امرتسری کو اپنا سب کچھ تج کر بھی اگر کوئی فکر ہے تو یہ کہ اہل سنت اور مسلک اہل سنت کی بہتری کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ مجلس رضا کا یہ فیصلہ قابل تحسین ہے کہ فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ کی اشاعت کی جائے تاکہ امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کے دامن عظمت کو گرد آلود کرنے کی کوششیں بار آور نہ ہوں۔

۱۔ محمد مظہر اللہ دہلوی، مفتی: فتاویٰ مظہری (مطبوعہ کراچی) ج ۲، ص ۳۹۷

''اوراقِ غم'' سے متعلق وضاحتی بیان:

علماء اہل سنت کا یہ طرّہ امتیاز رہا ہے کہ اگر ان سے تقریر یا تحریر میں کوئی بے احتیاطی صادر ہوگئی ہو تو متوجہ کرنے پر انہیں اعتراف حق سے کبھی عار نہیں رہی۔ مجاہد کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف اوراقِ غم چھپی تو اُس کے بعض مقامات پر اعتراض کئے گئے۔ انہوں نے ''اظہارِ حقیقت بر ماتم اوراق غم'' لکھ کر رجوع کیا اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی گئی۔ یہ تاریخ یادگار مولانا محمد شفیع رضوی نے عنایت فرمائی، اسے بھی فیصلہ مقدسہ کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے، تاکہ پہلے ایڈیشن کو بنیاد بنا کر اعتراض کرنے والوں کو آئینہ دکھایا جاسکے۔

''فیصلہ مقدسہ'' کا نسخہ پروفیسر بشیر احمد قادری لیکچرر گورنمنٹ کالج شاہ کوٹ نے محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (فیصل آباد) کے کتاب خانہ سے حاصل کیا تھا، وہ انہوں نے ہمیں عنایت فرمایا۔ رضائے مصطفےٰ بمبئی کے چند صفحات کی فوٹوسٹیٹ کاپی حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری بریلوی کے ایماء پر جناب عبدالنعیم عزیزی نے بریلی شریف سے بھجوائی۔ مولانا منصور علی خاں ابن مولانا محبوب علی خاں کی تصنیف ''خوابوں کی بارات'' حضرت پیر محمد حسن شاہ، مالک نوری کتب خانہ لاہور نے عنایت فرمائی۔ روزنامہ امروز کا شمارہ ۲ مارچ ۱۹۸۴ء مولانا غلام نصیر الدین نصیر نے مہیا کیا۔ مولائے کریم ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نوٹ: پروفیسر بشیر احمد قادری (شاہ کوٹ) نے امام احمد رضا بریلوی کا مختلف کتابوں میں بکھرا ہوا کلام ''باقیات رضا'' کے نام سے جمع کیا ہے خدا کرے کہ کوئی ادارہ اس کی اشاعت اپنے ذمے لے لے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری منڈی
لاہور، پاکستان

۳ رشعبان المعظم ۱۴۰۴ھ
۵ رمئی ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمہ آغاز:

فیض آباد (انڈیا) سیشن کورٹ کا تاریخی فیصلہ

(از مولانا حشمت علی خاں)

فطرت انسانی کا کمال یہ ہے کہ اس میں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم پائی جائے اور اگر کوئی کلمۂ ناحق زبان سے نکل جائے تو توجہ دلانے پر اس سے رجوع کر لیا جائے' غلط بات کہہ کر اسے اپنی اَنا کا مسئلہ بنا لینا خصوصاً جبکہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ پاک ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے ہو۔ عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ فوراً اس بات سے توبہ کی جائے اور نجاتِ اخروی کا سامان پیدا کیا جائے۔

اَسّی سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ پاک و ہند میں دیوبندی' بریلوی اختلاف رونما ہوا' ہر آنے والا دن ان اختلافات کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کئے جا رہا ہے اور ان اختلافات کے خاتمے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ کونسا دردمند مسلمان ہوگا جو اس اختلاف کا خاتمہ نہ چاہتا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھا جائے اور ذاتی اَنا کو مسئلہ نہ بنایا جائے تو یہ اختلاف ختم کیا جا سکتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں ایک اسپیشل مجسٹریٹ کا فیصلہ پیش کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس فیصلے میں غیر جانبدارانہ انداز میں قانونی تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے' اس لیے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، جو اہل علم و دانش حضرات ان اختلافات کا غیر جانبداری سے جائزہ لینا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ فیصلہ یقیناً بصیرت افروز اور معلومات افزا ہوگا۔

ہوا یہ کہ قصبہ بھدرسہ ضلع فیض آباد (انڈیا) اور اس کے گرد و نواح میں مولانا حشمت علی خاں لکھنوی نے متعدد جلسوں سے خطاب کیا۔ ان کی حق گوئی اور موثر ترین خطابت کو

ایک دنیا جانتی ہے ان کے اندازِ بیان کی خصوصیت یہ تھی کہ اُن کا ایک ایک لفظ دل و دماغ کے دریچوں پر دستک دیتا ہوا محسوس ہوتا تھا اور سننے والے کے لئے ان کے بیان کی حقانیت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا تھا۔

دیوبندی مکتبِ فکر سے متعلق عبدالحمید وغیرہ نے ان تقریروں کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔ انہوں نے اہل سنت و جماعت کو چیلنج کیا کہ جون ۱۹۴۶ء کو ایک مناظرہ ہو جائے تا کہ حق و باطل نکھر کر سامنے آ جائے۔ اہل سنت نے یہ چیلنج قبول کر لیا۔ لیکن عبدالحمید اور اس کے ساتھیوں نے خود ہی پولیس کو رپورٹ دے دی کہ نقص امن کا خطرہ ہے اور مناظرہ رُکوا دیا۔

اس کے باوجود انہیں رنج تھا کہ مولانا حشمت علی خاں نے جو کچھ کہنا تھا' وہ کہہ دیا اور لوگوں نے سُن لیا' ان اثرات کو زائل کرنے کے لیے انہوں نے اسپیشل مجسٹریٹ درجہ اوّل کے پاس زیر دفعہ ۲۹۸' ۵۰۰' ۱۵۳' مولانا حشمت علی خاں کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا کہ انہوں نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو رات نو بجے سے بارہ بجے تک بھدرسہ میں تقریر کی جس میں انہوں نے بھدرسہ کے مسلمانوں کو گالیاں دیں' ہمارے علماء کی بے عزتی کی اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی' لہٰذا ملزم کے وارنٹ گرفتاری جاری کئے جائیں اور ہماری دادرسی کی جائے۔

۲۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو مولانا حشمت علی خاں نے جواب دعویٰ میں اپنا مختصر بیان مجسٹریٹ کو پیش کیا اور بتایا کہ ۸ جون ۱۹۴۶ء کو بھدرسہ میں میری کوئی تقریر نہیں ہوئی' جسے مدعی آخر تک ثابت نہ کر سکا۔

مجسٹریٹ نے پوچھا کہ آپ کے خلاف یہ دعویٰ کیوں دائر ہوا؟ مولانا حشمت علی خاں نے یہ جواب داخل کیا:

''۷ر جون سے پیشتر بھدرسہ اور اس کے قرب و جوار میں متعدد

تقریریں ہوتی رہیں اوران تقریروں میں اپنے مذہب اہل سنت کی تبلیغ کے لیے اور سُنّی مسلمانوں نیز دوسرے حاضرین کی نصیحت و ہدایت کے لیے کتاب ''حسام الحرمین'' اور کتاب ''الصوارم الہندیہ'' اور ''مبلغ وہابیہ کی زاری'' کے اقتباسات پڑھ کر سناتا رہا۔

''حسام الحرمین'' میں مکہ شریف و مدینہ شریف کے علمائے کرام نے متفق علیہ فتوے دیئے ہیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی خلیل احمد انبیٹھی و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی عبارات مندرجہ ''حفظ الایمان'' صفحہ ۸ و ''براہین قاطعہ'' صفحہ ۵۱ و ''تحذیر الناس'' صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ میں خدائے تعالیٰ کو جھوٹا کہا ہے پیغمبر اسلام کے علم غیب کو بچوں، جانوروں، پاگلوں، چارپایوں کے علم غیب کے مثل لکھا ہے، پیغمبر اسلام کے علم کو ملک الموت اور شیطان کے علم سے کم بتایا ہے۔ پیغمبر اسلام کے سب سے پچھلے نبی ہونے کا انکار کیا ہے، لہٰذا یہ لوگ خدا اور اس کے رسول کی توہین کے مرتکب ہونے کی وجہ سے بحکم شریعت مطہرہ کافر و مرتد بے دین و وہابی ہیں۔''

(فرحت افزا فتح مبین ص ۶)

پھر ۲۵ / دسمبر ۱۹۴۸ء کو ایک تفصیلی بیان پیش کیا جو اس کتاب کے صفحہ ۸ سے صفحہ ۲۹ تک پھیلا ہوا ہے، جس میں انہوں نے ایک ایک عبارت کا مطلب نہایت شرح و بسط سے بیان کیا اور آخر میں کہا کہ حق گو عالم دین مذہب کا پہرے دار ہے اور مسلمانوں کے روحانی امراض کا معالج ہے، لہٰذا اس کا فریضہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کا محاسبہ کرکے ضروریات دین کا انکار کرنے والوں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی کرنے والوں سے عامۃ المسلمین کو خبردار کرے تاکہ وہ ان روحانی بیماریوں اور ہلاکتوں میں واقع نہ ہوں۔

مجسٹریٹ نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ مدعی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ ملزم نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو تقریر کی تھی اور شواہد سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس تاریخ کو تقریر نہیں ہو سکی ہو گی۔

جہاں تک مخالف علماء کی توہین کا تعلق تھا' اس کے متعلق جج کے یہ الفاظ خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ مجسٹریٹ نے لکھا:

''ملزم اقرار کرتا ہے کہ اُس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں' لیکن عبارت دوسری ہے اور اس نے وہ الفاظ چند کتابوں کی تحریر کی مدد سے کہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ملزم کا فعل بالکل درست تھا کہ وہ کتاب سے پڑھ رہا تھا اور ملزم نیک نیتی سے پبلک کی آگاہی کے لئے کر رہا تھا کہ وہ مذہبی باتیں سمجھ لیں۔ اس لیے ملزم کا فعل دفعہ ۵۰۰ تعزیراتِ ہند میں نہیں آتا۔

ملزم کی تقریر سے پبلک کے اشتعال جھگڑے کے احتمال کے متعلق کچھ گواہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ملزم کی تقریر سن کر بہت سے لوگ ان کی باتیں سمجھ کر ملزم کے ہم مذہب ہو گئے۔ اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ملزم کا وعظ بہت دلچسپ تھا۔ مستغیث عبدالحمید خاں بیان کرتا ہے کہ مناظرے سے فساد کا احتمال تھا نہ کہ تقریر سے۔ حالانکہ خود (مستغیث) عبدالحمید مناظرے کا کھلا چیلنج دینے والا تھا۔ اس سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا فساد ملزم کی وجہ سے نہیں ہو سکتا تھا' بلکہ مستغیث خود اس کا ذمہ دار تھا۔''

(ایضاً ص ۳۔۳۲)

اس مقدمے میں فریق مخالف کی طرف سے ایک ایکسپرٹ مولانا ابو الوفا

شاہجہانپوری کو پیش کیا گیا۔ فیصلے کے آخر میں لکھا:

''میرا خیال ہے جیسا کہ میں نے اوپر بحث کی ہے کہ ۸ جون ۱۹۴۶ء کا واقعہ سراسر گھڑی ہوئی بات ہے اور ایسا کوئی واقعہ نہ ہونے پایا۔ وہ ملزم کی اگلی تقریریں تھیں، جن سے مستغیثوں نے بغیر سیاق و سباق کا تعلق دیکھتے ہوئے تقریر کے چند الفاظ لے کر ملزم کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا ہے۔

میرے خیال میں ملزم کو اس کی جماعت میں صرف بدنام کرنے کے لئے یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے، کیونکہ وہ مذہبی مبلغ ہے اور اچھی مقدار میں مریدین رکھتا ہے، جیسا کہ دورانِ مقدمہ میں دیکھا گیا۔

میں ملزم حشمت علی کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰/۵۳/ ۲۹۸ سے جن کا الزام اس پر لگایا گیا ہے اور اس پر مقدمہ چلایا گیا ہے، بے قصور قرار دیتا ہوں اور اس کو آزاد کرتا ہوں۔ زیر دفعہ ۲۵۸ فوجداری اس کو آزاد کرتا ہوں۔''

(ایضاً ص ۳۴)

شاید کسی کا خیال ہو کہ مجسٹریٹ بریلوی مکتب فکر سے متعلق یا متاثر ہوگا۔ قارئین کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ یہ فیصلہ ایک ہندو مجسٹریٹ درجہ اوّل، مہابیر پرشاد وگرومال نے دیا تھا جس کی توثیق ایک مسلمان سیشن جج نے کی۔

مخالفین کو اس فیصلے سے بڑی مایوسی ہوئی۔ انہوں نے اس کے خلاف سیشن کورٹ فیض آباد میں اپیل دائر کی۔ ۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء کو سیشن جج یعقوب علی رضوی نے اس اپیل کو مسترد کرتے ہوئے لکھا:

''میں لائق مجسٹریٹ سے پوری طرح متفق الرائے ہوں کہ مستغیثان بہت

ہی بُری طرح سے ثابت کرنے میں ناکامیاب رہے کہ ۸ جون ۱۹۴۶ء کو ۹ بجے اور ۱۲ بجے کے درمیان ملزم نے کوئی ایسی تقریر کی جس سے ان کے علماء کی اور ان کی کسی طرح سے بے عزتی ہوئی۔

''لائق مجسٹریٹ کی تجویز سے مجھ کو پتہ چلتا ہے کہ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت زبانی و تحریری کو بغور دھیان دیا اور ملاحظہ کیا اور یہ صحیح فیصلہ کیا کہ ملزم نیک نیتی کے ساتھ کتابوں کی عبارتیں پڑھنے میں صحیح راستے پر تھا۔''

(ایضاً ص ۳۷)

آخر میں لکھا:

''۸ جون ۱۹۴۶ء کو کوئی ایسی تقریر نہیں ہوئی اور مستغیث عبدالحمید خاں اور ان جیسے اندھے مقلدین مذہب کی طرف سے دائر کیا ہوا استغاثہ بالکل من گھڑت ہے۔ لائق مجسٹریٹ کا فیصلہ جس میں اس نے ملزم کو بری کر دیا...... فریقین کے پیش کردہ ثبوتوں کی بناء پر بالکل صحیح اور درست ہے۔ مستغیثان میرے سامنے لائق مجسٹریٹ کے فیصلے میں کوئی قانونی غلطی یا ادھر کوئی غلطی نہ بتا سکے۔'' (ایضاً ص ۳۸)

یہ ایک قانونی دستاویز ہے اور ماہرین قانون کی خصوصی دل چسپی کی مستحق، اس کے مطالعہ کرنے کے بعد دیانت دارانہ رائے قائم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی کہ ''حفظ الایمان' براہین قاطعہ اور تحذیر الناس'' کی عبارات برحق ہیں؟ یا ان عبارات کو غارت گر ایمان قرار دینے والے سچے ہیں؟ اور کیا کوئی سچا مسلمان ان عبارات کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ان کی تائید و حمایت کر سکتا ہے؟ مسلمان تو مسلمان ایک ہندو بھی یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہے کہ ان عبارات کو ہدفِ تنقید بنانے والا' نیک نیتی کے ساتھ اپنا موقف

پیش کرنے میں حق بجانب ہے۔

اے اللہ! اے کائنات کے مالک و خالق! ہمیں حق قبول کرنے اور اس پر قائم ودائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ کا کلمہ پڑھنے والوں کو ایمان واتحاد کی دولت سے سرفراز فرما۔

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۵ر فروری ۱۹۸۴ء

☆☆☆☆

ابتدائیہ:

شیشے کے گھر

(از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

علماء اہل سنت و جماعت کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ وہ ارباب اقتدار کی چوکھٹ پر جُبہہ سائی کو اپنے دینی منصب اور مقام کے خلاف سمجھتے ہوئے اس سے مجتنب رہے۔ وہ غیر مسلم حکمران تو کجا مسلمان سلاطین اور نوابوں سے بھی تعلق خاطر رکھنے کے روادار نہ ہوئے۔ ایک دفعہ امام احمد رضا خاں بریلوی سے ریاست نانپارہ کے نواب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی گئی تو آپ نے حضور سید عالم ﷺ کی شان میں ایک نعت لکھی اور مقطع میں فرمایا۔ ؎

کروں مدح اہل دول رضاؔ' پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا' میرا دین پارۂ ناں نہیں

ایسے بے نفس اور پیکر ورع و تقویٰ حضرات کا انگریزی حکومت سے راہ و رسم رکھنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خوشامد اور تملق سے کام لینے کا کوئی انصاف پسند دیانت دار تصور بھی نہیں کر سکتا' یہی روایت آج تک جاری ہے۔

پیش نظر مقالہ میں علماء اہل حدیث کی فکری اور سیاسی تاریخ کا ایک حصہ پیش کیا گیا ہے احسان الٰہی ظہیر کی طرح خود ساختہ نتائج اخذ نہیں کیے گئے' بلکہ ان کی کتابوں کے اقتباسات من و عن پیش کر دیے گئے۔ مقام حیرت ہے کہ اتنا کمزور اور نازک ماضی رکھنے کے باوجود غیر مقلدین علماء اہل سنت پر انگریز نوازی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے، کچھ عرصہ سے انہوں نے اتہام پردازی کی مہم چلا رکھی ہے' اس لیے انہیں آئینہ دکھانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقالہ کے مطالعہ کے بعد قارئین یہ

محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے کہ ان پر ''شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلوخ اندازی'' کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

اہل حدیث کی وہابیت سے نفرت:

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اہل حدیث آج تک وہابیت سے نفرت اور بیزاری کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے گورنمنٹ برطانیہ سے بڑی کوششوں کے بعد وہابی نام کی جگہ اہل حدیث منظور کرایا۔ ذیل کے چند اقتباسات اس حقیقت کو عیاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔

نواب صدیق حسن خاح بھوپالی لکھتے ہیں:

''ہند کے لوگوں کو وہابیہ نجدیہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور نہایت بے وقوفی اور صریح غلطی ہے۔'' [1]

اس الزام کو رد کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن و حدیث پر عامل ہیں، ان کا نام اہل سنت و جماعت ہے نہ وہابی...... اور ہندوستان کے اکثر مسلمان سنی مذہب رکھتے ہیں نہ مذہب حنبلی ......اور علماء اسلام نے جہاں تعداد بہتر فرقوں اس امتِ اسلام کی لکھی ہے اور نام بنام ان کو گنا ہے، ان میں کہیں کسی جگہ کسی فرقہ کا نام وہابیہ نہیں بتلایا۔

اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو دین قدیم اسلام میں کوئی نئی راہ و طریقہ یا جدید مذہب و فساد کی بات نکالے۔ اس کا نام بدعتی اور ہوائی

1۔ صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: ترجمان وہابیہ، ص ۱۴

ہے اور وہ دوزخیوں میں ہے، پھر کس طرح کوئی سچا مسلمان کسی نئے طریقے نکالے ہوئے پر چل سکتا ہے اور وہ کب کسی لقب جدید کو اپنے لئے پسند کرلے گا۔''[1]

غور کیجئے نواب صاحب کتنی صراحت کے ساتھ کہہ گئے ہیں کہ وہابی نجدی سچے مسلمان نہیں، بلکہ دوزخی ہیں، اس کے علاوہ حنبلیوں کے سنی ہونے کی بھی نفی کر گئے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والا جریدہ ''اشاعۃ السنۃ'' تمام اہل حدیث کا ترجمان رہا ہے، اس میں لکھا ہے:

''اہل حدیث کو وہابی کہنا لائبل (مزیل حیثیت) ہے۔''[2]

نیز لکھا:

''وہابی باغی و نمک حرام۔''[3]

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

''وہابی کا لفظ اس لیے بھی غلط تھا کہ یہاں کے اہل حدیث کو نجد کے وہابیوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اہل نجد حنبلی ہیں۔ اہل حدیث کسی امام کے مقلد نہیں، لیکن انگریزوں نے انہیں زبردستی ''وہابی'' کہنا شروع کیا، اس کے برخلاف جتنی کوششیں ہوئیں، وہ بالکل درست تھیں۔[4]

مگر آج کے اہل حدیث بڑے فخر سے اپنا تعلق وہابیت اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے جوڑ رہے ہیں، آخر کیوں؟ سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ نجدی ریالوں کی چمک دمک اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد ہے:۔

۱۔ صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: ترجمان وہابیہ، ص ۱۴

۲۔ اشاعۃ السنۃ: ج ۱۰، شمارہ اوّل، ص ۱۰ (حاشیہ)

۳۔ ایضاً: ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۳۴

۴۔ غلام رسول مہر: افادات مہر (مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر خاں پنی) شیخ غلام علی، لاہور، ص ۲۳۶

حُبُّ الدُّنيَا رَأسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ

ذرا افراط عقیدت دیکھئے: مجدد الدعوة السلفية فی شبه الجزيرة و إمام أهل التوحيد محيي السنة قاطع الشرك و البدعة شيخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب [1]

ایک ایک لفظ میں ریالوں کی کھنک محسوس کی جاسکتی ہے۔

۷/ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۶/جولائی ۱۹۸۵ء

☆☆☆☆

۱۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص

مقدمہ:

اندھیرے سے اجالے تک

(تالیف: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

بریلوی نیا فرقہ:

امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات کی بے پناہ مقبولیت سے متاثر ہو کر مخالفین نے ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ کو بریلوی کا نام دے دیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ دوسرے فرقوں کی طرح یہ بھی ایک نیا فرقہ ہے جو سرزمین ہند میں پیدا ہوا ہے۔

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی اہل حدیث لکھتے ہیں:

"یہ جماعت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے، مگر دیوبندی مقلدین (اور یہ بھی بجائے خود ایک جدید اصطلاح ہے) یعنی تعلیم یافتگانِ مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں "بریلوی" کہتے ہیں۔" [1]

جبکہ حقیقت حال اس سے مختلف ہے۔ بریلی کے رہنے والے یا اس سلسلہ سے شاگردی یا بیعت کا تعلق رکھنے والے اپنے آپ کو بریلوی کہیں تو یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے کوئی اپنے آپ کو قادری، چشتی، یا نقشبندی اور سہروردی کہلائے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خیر آبادی، بدایونی، رامپوری سلسلہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو علماء بریلی کا ہے، کیا ان سب حضرات کو بھی بریلوی کہا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اگرچہ مخالفین ان تمام حضرات کو بھی بریلوی ہی کہیں گے۔ اسی طرح اسلاف کے طریقے پر چلنے والے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی اور رفاعی مخالفین کی نگاہ میں بریلوی ہی ہیں۔ [2]

۱۔ ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی: تراجم علمائے حدیث ہند (سبحانی اکیڈمی، لاہور)

۲۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، ص ۷

مبلّغ اسلام حضرت علامہ سیّد محمد مدنی کچھوچھوی فرماتے ہیں:

''غور فرمائیے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے از اوّل تا آخر مقلّد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان رہی۔ نیز سلف صالحین وائمہ ومجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لیے بھی ''سبیل مومنین صالحین'' سے نہیں ہٹے۔

اب اگر ایسے کے ارشادات حقانیہ اور توضیحات وتشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انہیں سلفِ صالحین کی روش کے مطابق یقین کرنے والوں کو ''بریلوی'' کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت وسنّیت کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار دیا گیا؟ اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل بریلوی کے وجود سے پہلے ہی تسلیم نہیں کر لیا گیا؟'' [1]

خود مخالفین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں:

''یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے، لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔'' [2]

اُب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دراصل ان ہی عقائد وافکار کو نشانہ بنا رہے ہیں جو زمانہ قدیم سے اہل سنت و جماعت کے چلے آ رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ کھلے بندوں اہل سنت کے عقائد کو مشرکانہ اور غیر اسلامی قرار دے سکیں۔ ''باب عقائد'' میں آپ دیکھیں گے کہ جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرکانہ قرار دیا گیا ہے، وہ قرآن و حدیث اور متقدمین علمائے اہل سنت سے ثابت اور منقول ہیں۔ کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی

۱۔ سید محمد مدنی، شیخ الاسلام: تقدیم ''دور حاضر میں بریلوی، اہل سنت کا علامتی نشان'' (مکتبہ حبیبیہ، لاہور) ص ۱۱۔۱۰

۲۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۷

تو نہیں پیش کیا جا سکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو اور متقدمین ائمہ اہل سنت سے ثابت نہ ہو۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی کے القاب میں سے ایک لقب ہی عالم اہل السنۃ تھا...... اہل سنت و جماعت کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی کانفرنس کا رکن بننے کے لیے سنی ہونا شرط تھا' اس کے فارم پر سنی کی یہ تعریف درج تھی۔

"سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں' جو ائمہ دین' خلفاءِ اسلام' اور مسلّم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین میں سے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی' حضرت ملک العلماء بحر العلوم صاحب فرنگی محلی' حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی' حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدیوانی' حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری' اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔"[1]

خود مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں پر کاربند رہے۔ مشہور مؤرخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا، لکھتے ہیں:

"تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔"[2]

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

"انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔"[3]

اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

۱۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۸۶۔۸۵

۲۔ سلیمان ندوی: حیات شبلی، ص ۴۶ (بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر سنت، ص ۶۲)

۳۔ محمد اکرام شیخ: موج کوثر، طبع ہفتم ۱۹۶۶ء، ص ۷۰ (بحوالہ سابقہ)

''امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔'' ۱

یہ امر بھی سامنے رہے کہ غیر مقلدین براہِ راست قرآن و حدیث سے استنباط کے قائل ہیں اور ائمہ مجتہدین کو استنادی درجہ دینے کے قائل نہیں ہیں۔ دیو بندی مکتب فکر رکھنے والے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، تاہم وہ بھی ہندوستان کی کسی مسلّم شخصیت یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کو دیو بندیت کی ابتدا ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے، دارالعلوم دیو بند کے استاذ التفسیر مولوی انظر شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک دیو بندیت خالص ولی اللّٰھی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خانوادہ کی لگی بندھی فکر دولت و متاع ہے، میرا یقین ہے کہ اکابر دیو بند جن کی ابتداء میرے خیال میں سیّدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید گنگوہی سے ہے...... دیو بندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں۔'' ۲

پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے دیو بند کا تعلق قائم نہ کرنے کا ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں:

''اوّل تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی۔ نیز حضرت شیخ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیو بندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا...... سنا ہے

۱۔ ثناء اللہ امرتسری: شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴۰

۲۔ انظر شاہ کشمیری، استاذ دیو بند: ماہنامہ البلاغ (مارچ ۱۹۶۹ء/۱۳۸۸ھ) ص ۴۸

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ "شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت وسنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا۔" بس اسی اجمال میں ہزارہا تفصیلات ہیں، جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔" [1]

امام احمد رضا اور عالمی جامعات:

امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد نصف صدی تک ان پر کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا، لیکن گزشتہ چند سال سے مرکزی مجلس رضا لاہور اور المجمع الاسلامی، مبارک پور انڈیا نے دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق جو کام کیا ہے، عالمی سطح پر اس کے خوش گوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں حال ہی میں فاضل بریلوی کی فقاہت پر مولانا حسن رضا خاں نے کام کیا ہے، جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی ہے۔ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سندھ یونیورسٹی (پاکستان) اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (پاکستان) میں بھی کام ہو رہا ہے۔

۱۹۷۵ء میں جامعہ ازہر، مصر کے پروفیسر محی الدین الوائی (اہل حدیث) نے فاضل بریلوی پر عربی میں ایک مقالہ لکھا جو "صوت الشرق" قاہرہ میں شائع ہوا۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی، امریکہ کے شعبۂ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا مٹکاف نے فاضل بریلوی پر اپنے انگریزی مقالہ میں اظہار خیال کیا ہے، مگر انہوں نے گہرا مطالعہ نہیں کیا۔ ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی، شعبہ اسلامیات کے پروفیسر جے ایم ایس بلیان بھی اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور دیگر فتاویٰ کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کا بھی مطالعہ کر رہے ہیں۔ [2]

۱۔ انظر شاہ کشمیری: فٹ نوٹ ماہنامہ البلاغ (مارچ ۱۹۶۹ء/ ۱۳۸۸ھ) ص ۴۹

۲۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: حیات امام اہل سنت (مرکزی مجلس رضا، لاہور) ص ۶۔ ۴۵

البریلویۃ:

امام احمد رضا بریلوی کی روز افزوں مقبولیت نے مخالفین کو تشویش اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں بعض لوگ محض عناد کی بناء پر انصاف و دیانت کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر الزام کی حد سے گزر کر اتہام تک جا پہنچے ہیں۔ ایسی ہی کوشش بقلم خود علامہ، احسان الٰہی ظہیر نے کی ہے اور عربی زبان میں ''البریلویۃ'' نامی کتاب لکھ کر سعودی ریال کھرے کئے ہیں۔ خدا جانے علماء نجد کی آنکھوں پر کونسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ ہر اس کتاب کے دل و جان سے خریدار ہیں جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا ہو۔

اس کتاب کی چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ پہلے باب میں کوئی بات بھی اُس کے صحیح پس منظر میں بیان نہیں کی گئی۔ ہر جگہ دستِ تصرف نے خوبصورت کو بدصورت بنا کر پیش کیا ہے۔ ایک فاضل نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

> ''یہ کتاب تنقید کی بجائے تنقیص کی حد میں داخل ہو گئی ہے۔''

حافظ عبدالرحمٰن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں:

> ''یہ شکایت اُس (ظہیر) کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ، جو یونہی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔'' [۱]

۲۔ دوسرے اور تیسرے باب میں وہی عقائد اور معمولات مضحکہ خیز انداز میں بریلویوں کی طرف منسوب کئے ہیں، جن کے قائل اور عامل متقدمین اہل سنت و جماعت رہے اور نجدی وہابی علماء ان کی مخالفت کرتے رہے ہیں، بلکہ ایسے عقائد کا بھی تمسخر اڑایا ہے جن کے خود اُن کے اپنے اکابر مثلاً علامہ ابن قیم، شوکانی، نواب صدیق حسن خاں،

۱۔ عبدالرحمٰن مدنی، حافظ: ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ۳ اگست ۱۹۸۴ء، ص ۶

نواب وحید الزماں قائل ہیں، جیسا کہ آئندہ ابواب میں بیان کیا جائے گا۔

۳۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی عربی زبان پر جا بجا چوٹیں کی ہیں، جبکہ اپنی حالت یہ ہے کہ اُن کی عربی تحریر سمجھنے کی لیاقت بھی نہیں ہے اور اپنی عربی زبان کا عالم یہ ہے کہ عجمیت زدہ ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں:

''جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے، ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا، چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔[1]

چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو چند صفحات کے سرسری مطالعہ سے سامنے آئی ہیں، گہری نظر سے پوری کتاب کا مطالعہ کیا جائے، تو طویل فہرست تیار کی جا سکتی ہے۔

''البریلویہ'' کے ص ۲۳ پر ایک درود شریف نقل کیا ہے، جس میں امام احمد رضا بریلوی نے صنعتِ ایہام میں مشائخ سلسلہ قادریہ کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ ظہیر صاحب اس عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھے جیسا کہ آئندہ صفحات میں وضاحت سے بیان کی گیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

فانهم اعطوا للعصاة البغاة رسيدالجنة [2]

یہ احساس ہی نہ ہوا کہ ''رسید'' لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

بل اصدروا فرمانا [3]

۱۔ عبدالرحمٰن مدنی، حافظ: ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ۳ راگست ۱۹۸۴ء، ص ۶

۲۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، ص ۱۳۵

۳۔ ایضاً: البریلویہ، ص ۳۷

انہیں کون سمجھائے کہ ''فرمان'' لفظ عربی نہیں ہے، فارسی ہے۔ ذیل میں اغلاط کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۲	ان اخلص المحبّین قلوه	قلاه
"	۱۷	انفصلت البريلوية	عن البريلوية
۱۸	۱۰	مع الثابت	مع أن الثابت
۲۰	۱۱	عبدالحق خير آبادی	الخير آبادی
"	۱۷	من ابنه ابی الحسين	من ابن ابنه
۲۱	۱۵	لم تكن رائجة بين السنّة	بين اهل السنة
۲۲	۲۱	يروجها بين السنّة	بين اهل السنّة
"	۱۴	لآل البيت	لأهل البيت
۲۴	۴	كفر السنّة	اهل السنّة
۲۵	۳	حلی	حليًا
"	۲۱	ولا فلسا	فلسا
۲۷	۱۴	ای يصفه بها	ان يصفه بها
۲۸	۲۱	المواضيع	المواضع
"	۱۷	أن القوم	إلى أن القوم
۲۹	۱۲	هذه الكتب	تلك الكتب
"	"	إلى البريلوية	إلى البريلوى
۳۴	۱۶	الحجم الصغير	القطع الصغير

صفحة	سطر	غلط	صحيح
۳۴	۱۸	يشتمل على ٢٦٤ صفحة	٨٦٤ صفحة
۳۷	۱۶	اصدور ا فرمانا	حكما (فرمان لفظ فارسى)
۳۹	۱۲	نظرة تقدير و احترام	نظرة تعظيم و احترام
۴۰	۱	اعتزلت البريلوى	اعتزل البريلوى
"	۱۵	غضبوها	غصبوها
"	۱۸	استرتقاق	استرقاق
"	۲۲	فى صالح المستعمرين	فى مصالحة المستعمرين
۴۱	۲۰	استخالاص	استخلاص
۴۲	۴	و الاالمقصود الاصلى	و الا فالمقصود الاصلى
"	۲۱	مناصرة للاستمار	للاستعمار
۴۴	۱۰	الاستمعرا	الاستعمار
۵۲	۱۶	ستمبر	سبتمبر
۵۳	۱۲	من ابن البريلوى احمدرضا	حامد رضا
۵۵	۱۸	بعد ماكنت مرفوضة	كانت
۶۷	۷	فلينصف القراء ة	القراء
"	۸	و من جاء	الى من جاء
"	۱۷	كبيب النمل	كدبيب النمل
۶۸	۷	فيكبت	فيكتب
۷۶	۶	الذى بينهما	التى بينهما
۱۱۰	۱۶	ولم يبقى	ولم يبق
۱۱۱	۸	ولكنّ تعمى	ولكنْ تعمى

۱۱۷	۳	ردّالمختار	ردّالمحتار
"	"	دارالمختار	الدُرّالمختار
۱۳۵	۸	رسید الجنة	رسید عجمی لفظ
۱۳۸	۱۹	ان یبوس	عجمی، بوسہ سے ماخوذ
۲۰۵	۳	ترک التکایا	تکیہ کی جمع، عجمی لفظ

۴۔ بریلویت کی آڑ میں دنیا بھر کے عامۃ المسلمین اور اہل سنت و جماعت کو مشرک قرار دیا گیا ہے۔ تصریح ملاحظہ ہو:

☆ ''ابتداءً میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک و ہند سے باہر موجود نہیں ہوگا، مگر یہ گمان زیادہ دیر قائم نہیں رہا۔ میں نے یہی عقائد مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے۔'' (ملخصاً) [۱]

اب ذرا دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف یلغار کے چند نمونے بھی دیکھتے چلیں:

☆ سال کے مخصوص دنوں میں ان لوگوں کی قبروں پر حاضر ہونا، جنہیں وہ اولیاء و صالحین گمان کرتے ہیں، عرسوں کا قائم کرنا، عید میلاد وغیرہ منکرات جو ہندوؤں، مجوسیوں اور بُت پرستوں سے مسلمانوں میں در آئے ہیں۔'' (ترجمہ و تلخیص [۲])

☆ ان کے عقائد کا اسلام سے دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ بعینہ وہی عقائد ہیں جو جزیرۂ عرب کے مشرک اور بُت پرست رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے رکھتے تھے، بلکہ دورِ جاہلیت کے لوگ بھی شرک میں

۱۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۱۰

۲۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۸۔۷

اس قدر غرق نہ تھے، جس قدر یہ ہیں۔"[1]

☆ "بریلویوں کے امتیازی عقائد وہ ہیں جو دین کے نام پر بُت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔"[2]

☆ "کفار مکہ، جزیرۂ عرب کے مشرکین اور دورِ جاہلیت کے بُت پرست بھی ان سے زیادہ فاسد اور ردّی عقیدہ والے نہیں تھے۔"[3]

یہ وہ کیف باطن ہے جو کتاب کے مختلف صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔ اگر یہی وہابیت ہے اور یقیناً یہی ہے۔ تو علماء حق نے وہابیوں کے خلاف جو فتوے دئے تھے، بالکل صحیح دئے تھے۔ جو فرقہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور جہنمی قرار دے، وہ خود ان خلعتوں کا مستحق ہے۔

قد بدت البغضاء من أفواههم وما تخفي صدورهم أكبر

طرفہ یہ کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے دیتے خود اپنے مشرک ہونے کا فیصلہ بھی دے گئے ہیں۔ اتحاد کی دعوت دینے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں جانتا ہوں کہ وحدت و اتحاد اور اسلامی فرقوں کو قریب کرنے کے احمق اور بیوقوف داعیوں کی پیشانیوں پر بل پڑ جائیں گے، لیکن میں کئی دفعہ یہ کہہ چکا ہوں کہ عقائد و افکار کے اتحاد و اتفاق کے بغیر، اتحاد و اتفاق نہیں ہو سکتا، کیونکہ اتحاد کا مطلب ہی یہ ہے کہ بنیادی امور میں اتفاق ہو"۔[4]

(ترجمہ و تلخیص)

۱۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۹

۲۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۵۵

۳۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۶۵

۴۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۱۱

دوسری طرف اہل سنت و جماعت (بریلوی) کی نمائندہ سیاسی جماعت جمعیۃ العلماء پاکستان کے ساتھ ظہیر صاحب کی جماعت کا اتحاد ہو چکا ہے جو سہ جماعتی اتحاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے[1] اور وہ خود تصریح کر رہے ہیں کہ بنیادی امور میں اتحاد کے بغیر اتحاد نہیں ہو سکتا' تو جس کا مشرکوں کے ساتھ بنیادی امور میں اتحاد ہو گا' وہ مشرک نہیں ہو گا تو کیا ہو گا؟

۵۔ خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں تو وہ غلط بیانی کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے:

- ''وہ شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔[2]
- انہوں نے سنّیت کا نقاب اوڑھ رکھا تھا۔[3]
- وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کے شاگرد تھے۔[4]
- انگریز نے مسلمانوں میں تفریق کے لیے ایک تو قادیانی کو مقرر کیا اور دوسرا بریلوی کو[5] وغیرہ وغیرہ۔''

غرض یہ کہ:

شرم نبی' خوفِ خدا' یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۶۔ غلط بیانی ان کا شیوہ ہے اور اس پر انہیں فخر ہے۔ ایک مثال دیکھئے تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں ہاتھ اُٹھانے اور نہ اُٹھانے کے بارے میں مختلف احادیث وارد ہیں' شافعیہ نے امام شافعی کی پیروی میں احادیث کی پہلی قسم پر عمل کیا اور احناف نے امام ابوحنیفہ کی پیروی میں احادیث کی دوسری قسم پر عمل کیا۔ کوئی فریق بھی دوسرے فریق کو شرک یا

۱۔ عبدالرحمٰن مدنی، حافظ: ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ۳ راگست ۱۹۸۴ء، ص ۷

۲۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۲۱

۳۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۲۴

۴۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۱۹

۵۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۳۸

مخالفتِ رسول کا الزام نہیں دے سکتا' کیونکہ ہر فریق کا عمل احادیث مبارکہ پر ہے:

شاہ اسمٰعیل دہلوی امام معین کی تقلید پر ردّ کرتے ہوئے ''تنویر العینین'' میں لکھتے ہیں:

''شخص معین کی تقلید سے چمٹے رہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جبکہ امام کے قول کے خلاف صریح دلالت کرنے والی نبی اکرم ﷺ سے منقول احادیث موجود ہوں۔ اگر امام کے قول کو ترک نہ کرے' تو اس میں شرک کا شائبہ ہوگا۔''

اس پر امام احمد رضا بریلوی نے ردّ کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب امام معین (امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقلد تھے۔ اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کے مسلّم پیشوا۔ اب دو ہی صورتیں ہیں:

(۱) یا تو یہ تمام بزرگ' امام معین کی تقلید کے سبب مشرک ہوں (معاذ اللہ) اور جب امام و مقتدا مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بطریق اولیٰ مشرک ہوگا۔

(۲) یہ بزرگ' مقلد ہوتے ہوئے بھی مومن مسلمان تھے اور اسمٰعیل دہلوی البتہ گمراہ' بددین' مسلمانوں کو کافر کہنے والا تھا۔

بہر صورت اس کا اپنا حکم ظاہر ہو گیا۔ (ملخصاً) [۱]

یہ بہت ہی معقول گرفت تھی' جسے ظہیر نے من مانی کرتے ہوئے من گھڑت انداز میں پیش کیا ہے' اُس نے لکھا ہے:

''یعنی دہلوی اس لیے کافر ہے کہ اس کے نزدیک تقلید شخصی جائز نہیں ہے، جبکہ امام کے قول کے خلاف پر دلالت کرنے والی احادیث کی طرف رجوع کیا جا سکے۔ اور اس کے نزدیک کسی بھی شخص کے قول کے مقابل سنت

۱۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: الکوکبۃ الشہابیۃ (مطبوعہ مراد آباد) ص ۱۰

کا ترک کرنا جائز نہیں ہے' تو یہ بریلوی کی نظر میں کفر ہے اور اگر یہ کفر ہے تو ہم نہیں جانتے کہ اسلام کیا ہے؟'' [1]

سُبۡحٰنَکَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡم

امام احمد رضا بریلوی نے قطعاً یہ نہیں فرمایا جو ان کے ذمہ لگایا جا رہا ہے۔ انہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کے مقلدین' عامۃ المسلمین کو مشرک کہنے والا خود بھی مشرک یا گمراہ ہونے سے بچ نہیں سکتا' کیونکہ اس کا فتویٰ اگر صحیح ہے تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دیگر مسلم حضرات کا مشرک ہونا لازم آئے گا۔ اور جب امام مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بھی اُسی خانے میں جائے گا' اور اگر فتویٰ غلط ہے' تو خود اُس کا گمراہ ہونا ثابت ہو گیا۔

پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ائمہ دین مجتہدین نے جو احکام بیان کئے ہیں' وہ ان کے خود ساختہ نہیں ہیں' بلکہ یا تو صراحۃً کتاب و سنت میں بیان کئے گئے ہیں یا قیاس صحیح کے ساتھ کتاب و سنت سے مستنبط ہیں' لہٰذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ ہم کتاب و سنت کی پیروی کرتے ہیں اور مقلدین ائمہ کی پیروی کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مقلدین کتاب و سنت کے ان احکام پر عمل پیرا ہیں جو ائمہ مجتہدین نے بیان کئے ہیں اور غیر مقلدین براہِ راست استنباطِ احکام کے مدعی ہیں۔ گویا یہ لوگ اپنے فہم پر اعتماد کرتے ہیں اور مجتہدین کے فہم پر اعتماد نہیں کرتے' جن پر مسلمانوں کی غالب اکثریت نے اعتماد کیا ہے اور جن کے علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔

۷۔ اہل سنت پر بریلویت کی آڑ میں رد کرنے کے لیے ان امور پر بھی طعن کیا ہے جو صراحۃً کتب احادیث یا کتب سلف میں وارد ہیں۔

☆ ایک جگہ بطورِ اعتراض لکھا ہے:۔

۱۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، ص ۱۶۷۔۱۶۶

''ایک بریلوی کہتا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں' چلتے پھرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔'' [1]

حالانکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ رواہ ابن ماجۃ۔ [2]

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے' اسے رزق دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے (کتاب الجنائز کے آخر میں) روایت کیا۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ [3]

''شب معراج کثیب احمر (سرخ ٹیلے) کے پاس' میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''

☆ ایک دوسرا بریلوی کہتا ہے:

''جب واقعہ حرہ میں لوگ مدینہ سے تین دن کے لیے چلے گئے اور مسجد نبوی میں کوئی بھی داخل نہ ہوا' تو پانچوں وقت نبی ﷺ کی قبر سے اذان سُنی جاتی تھی۔'' [4]

۱۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص۸۰

۲۔ ولی الدین، شیخ خطیب: مشکوٰۃ شریف (نور محمد کراچی) ص۱۲۱

۳۔ مسلم بن الحجاج القشیری، امام: مسلم شریف (رشیدیہ، دہلی) ج۲، ص۲۶۸

۴۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص۸۱

جبکہ امام احمد محمد عبدالرحمٰن دارمی راوی ہیں کہ سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ واقعۂ حرہ کے دنوں میں تین دن نبی اکرم ﷺ کی مسجد میں نہ تو اذان کہی گئی اور نہ تکبیر، حضرت سعید بن میسّب (جو اجلّہ تابعین میں سے تھے) مسجد میں ہی رہے۔

وَ کَانَ لَا یَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوۃِ اِلَّا بِھَمْھَمَۃٍ یَّسْمَعُھَا مِنْ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ [1]

''انہیں نماز کا وقت صرف اُس دھیمی آواز سے معلوم ہوتا تھا جو انہیں نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارکہ سے سُنائی دیتی تھی۔''

☆ ایک اور بریلوی کہتا ہے:

''جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حجرۂ شریفہ کے سامنے رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور لوگوں نے سنا کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔'' [2]

حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا تذکرہ امام فخر الدین رازی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

فَاَمَّا اَبُوْبَکْرٍ فَمِنْ کَرَامَاتِہٖ اَنَّہٗ لَمَّا حُمِلَتْ جِنَازَتُہٗ اِلٰی بَابِ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ وَ نُوْدِیَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا اَبُوْبَکْرٍ بِالْبَابِ قَدِ انْفَتَحَ وَاِذًا بِھَا تِفٍ یَّھْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ

اُدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ [3]

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ

۱۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، امام: سنن الدارمی (دارالمحاسن، قاہرہ) ج ۱ ص ۴۴

۲۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، ص ۸۱

۳۔ امام رازی: تفسیر کبیر (عبدالرحمٰن محمد، مصر) ج ۲۱ ص ۸۷

جب آپ کا جنازہ، نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارکہ کے دروازہ پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا ''السلام علیک یا رسول اللہ! یہ ابو بکر دروازے پر حاضر ہیں'' تو دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے یہ آواز آئی کہ ''حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔''

اب کوئی شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیسے اہل حدیث ہیں اور کیسے سلفی ہیں جو حدیثوں اور ارشادات سلف کو ہی نہیں مانتے۔

۸۔ اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے بے دریغ غلط باتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں، مثلاً:

☆ ''بریلویوں نے اللہ تعالیٰ کو معطل اور اختیار، قدرت اور اقتدار سے معزول قرار دے رکھا ہے اور ان کے گمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کا ملک اور اختیارات، انبیاء و اولیاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں'' [1] (ملخصاً)

یہ افتراءِ محض ہے، اور یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ یہ بیان اس مفروضہ باطلہ پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو قدرت و اختیار دے دے تو معاذ اللہ! نہ اس کے پاس قدرت رہتی ہے، نہ اختیار۔

☆ رسول اللہ پر ایک لحظہ کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔'' [2]

یہ بھی افتراء ہے، خود اسی صفحہ پر اہل سنت کا یہ عقیدہ نقل کیا ہے:

إِنَّ حَيٰـوةَ الْأَنْبِيَـاءِ حَيَـاةٌ حَقِيْقِيَّةٌ حِسِّيَّةٌ دُنْيَوِيَّةٌ يَطْرَأُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتُ لِثَانِيَةٍ مِّنَ الثَّوَانِيْ لِيَصْدُقَ وَعْدُ اللّٰهِ [3]

''انبیاء کی حیات، حقیقی، حسی، دنیاوی ہے، ان پر ایک لحظہ کے لیے

۱۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۶۵

۲۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۸۰

۳۔ ایضاً: البریلویۃ، ص ۸۰ سطر ۱

موت طاری ہوتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہو جائے۔‘‘

☆ ’’بریلویوں نے انبیاء اور رُسل کی بشریت کا انکار کیا ہے۔‘‘ [۱]

یہ بھی غلط محض ہے‘ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

’’جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے‘ وہ کافر ہے۔‘‘ [۲]

یہ چند مثالیں ہیں‘ ورنہ اس قسم کی غلط بیانیاں اس کتاب میں کثرت سے ہیں۔

۹۔ مصنف کا دعویٰ یہ ہے:

’’ہم نے بریلویوں کا جو عقیدہ بھی ذکر کیا ہے‘ وہ ان کی معتبر اور معتمد کتابوں سے صفحہ اور جلد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔‘‘ [۳]

اور حال یہ ہے کہ ’’تجانبِ اہل سنت‘ نغمۃ الرّوح‘ باغِ فردوس‘ اور مدائح اعلیٰ حضرت‘‘ وغیرہ قسم کی کتابوں کے جا بجا حوالے دئے گئے ہیں‘ یہ کہاں کی مستند اور معتبر کتابیں ہیں؟

۱۰۔ پانچویں باب میں مختلف حکایتیں بیان کر کے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اہل سنت کے عقائد کا دارومدار ان حکایات پر ہے‘ حالانکہ معمولی سُوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ حکایات کسی عقیدے کی عکاسی تو کر سکتی ہیں‘ مگر عقائد کے لئے بنیاد نہیں بن سکتیں۔

البتہ کوئی صاحب کرامات کا تذکرہ پڑھنا چاہے تو وہ عبدالمجید خادم سوہدروی کی تالیف ’’کراماتِ اہل حدیث‘‘ کا مطالعہ کرے۔ اسلامی کتب خانہ‘ سیالکوٹ سے اس کا عکس چھپ چکا ہے یا پھر ’’سوانح حیات مولانا غلام رسول‘‘، قلعہ میہاں سنگھ‘ گوجرانوالہ کا مطالعہ کرے‘ جو اُن کے صاحبزادے عبدالقادر نے لکھی ہے اور وہ حال ہی میں دوبارہ شائع ہوئی ہے۔

۱۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، ص ۱۰۲

۲۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (مبارکپور، انڈیا) ج ۶، ص ۶۷

۳۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، ص ۱۱۲

یاد رہے کہ یہ مولانا غلام رسول، اہل حدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔[1]

ایک کرامت سُن لیجئے: قلعہ میہاں سنگھ کا ایک چوکیدار گلاب نامی موضع مرالیوالہ میں چوکیدار مقرر ہوا اور وہاں کی ایک بیوہ دھوبن پر فریفتہ ہوگیا۔ مرالیوالہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے چوکیدار کو نکال دیا۔ وہ روزانہ مولوی صاحب کے پاس جاتا اور کہتا کہ حضرت میں مر چکا ہوں' کوئی تدبیر کریں۔ ایک دن مولوی صاحب نے اپنے خادم بڈھا کشمیری کو کہا کہ اس سے قسم لے لو کہ نکاح کے بغیر اُسے نہیں چھوئے گا۔ اُس نے قسم اُٹھالی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ عشاء کے بعد اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر مرالیوالہ کی طرف منہ کر کے تین دفعہ کہنا: آجا۔ آجا۔ آجا۔ پھر مجھے بتانا۔ باقی حصہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ میں سنئے:

> "تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آ گئی اور کہنے لگی کہ پرسوں عشاء سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی' تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہوگیا۔ گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا اور متواتر تین روز اندر ہی رہا۔
>
> تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور اُس موذی کو پکڑ لاؤ' وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا گیا اور گلاب کو فوراً پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا "جا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جا"۔ وہ لوٹ کر گھر گیا' وہ عورت جیسے آئی تھی' ویسے ہی خفا ہو کر چلی گئی۔"[2]

دیکھا آپ نے قدرت واختیار کا مظاہرہ کہ وہ عورت کس طرح کھنچی ہوئی چلی آئی

۱۔ عبدالقادر: سوانح حیات مولانا غلام رسول (فضل بکڈپو، گوجرانوالہ) ص ۳۹

۲۔ ایضاً: سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص ۱۰۰۔۹۹

اور یہ علم غیب کہ گلاب اس وقت فعل بد میں مصروف ہے۔ شاید اس کرامت پر اس لیے اعتراض نہ ہو کہ یہ ایک اہل حدیث مولوی کی کرامت ہے، لیکن کوئی شخص یہ بھی تو پوچھ سکتا ہے کہ اتنی قدرت اور اتنا علم غیب رکھنے کے باوجود گلاب کو اتنی چھٹی کیوں دے رکھی کہ وہ اس عورت کے ساتھ تین دن تک اندر ہی رہا اور اپنی حسرتیں نکالتا رہا' یہ کہنے کی تو گنجائش نہیں ہے کہ یہ فعل بد تیسرے دن ہی ہوا ہوگا۔

کچھ اس تالیف کے بارے میں:

پیش نظر کتاب کے پہلے باب میں آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ' کے حالاتِ زندگی' مذہبی اور سیاسی خدمات کا مطالعہ کریں گے۔ نیز اہل علم ونظر دانشوروں کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں گے جو انہوں نے امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے بارے میں بیان کئے۔ اس کے علاوہ ''البریلویہ' دھماکہ' بریلوی مذہب وغیرہ قسم کی کتابوں میں جو اتہامات اور مطاعن امام احمد رضا خاں بریلوی پر قائم کئے گئے ہیں' ان کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ تعصب کا چشمہ لگائے بغیر حقائق کا مطالعہ کرنے سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس میں تسکین کا بہت کچھ سامان پائیں گے اور جو تاریخ کو عقیدے کی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں' اُن کے لیے یہ کوشش بے سود ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قادر وکریم ہے چاہے تو انہیں بھی فائدہ عطا فرما دے۔

دوسرے باب ''شیشے کے گھر'' میں آئینہ حقائق سامنے رکھا گیا ہے کہ اس طبقہ اہل حدیث نے انگریزی حکومت کے ساتھ کس طرح کے روابطِ عقیدت ومحبت قائم کر رکھے تھے اور کن مراحل سے گزر کر ترقی کی منزلیں طے کیں۔ اس باب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ''پولیٹیکل ذہن'' رکھنے والے کس طرح زندگی گزارتے ہیں اور یہ کہ اگر ذرّہ برابر انصاف ہو تو یہ الزام زبان پر بھی نہ لائیں کہ انگریز گورنمنٹ کے ساتھ علمائے اہل

سنت کا بھی کوئی تعلق تھا۔

اس کے بعد آئندہ ابواب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر گفتگو کی جائے گی' ان شاء اللہ! (دیکھئے راقم کی تصنیف ''عقائد و نظریات'')

ہدیہ سپاس:

سلسلہ گفتگو اس وقت تک ادھورا رہے گا' جب تک اس تالیف میں علمی اور اخلاقی امداد کرنے والے حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں' خصوصاً اراکین مرکزی مجلس رضا لاہور جن کی مساعی سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے:

۱۔ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری' لاہور

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد' ٹھٹھہ' سندھ

۳۔ مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی' لاہور

۴۔ استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی' کراچی

۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی' لاہور

۶۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی لاہور

۷۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی' لاہور

۸۔ محمد عالم مختار حق' لاہور

۹۔ حکیم اسد نظامی' جہانیاں

(ان حضرات کے ذاتی کتاب خانوں سے راقم نے استفادہ کیا۔)

۱۰۔ جناب خلیل احمد' جہانیاں

۱۱۔ میاں زبیر احمد قادری' لاہور

۱۲۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری' مرید کے

۱۳۔ مولانا محمد شفیع رضوی' لاہور

۱۴۔ مولانا اظہار اللہ ہزاروی' لاہور

۱۵۔ مولانا حافظ عبدالستار قادری، لاہور

۱۶۔ حکیم محمد سلیم چشتی، فیصل آباد

۱۷۔ جناب سیّد ریاست علی قادری، کراچی

۱۸۔ جناب خواجہ محمود، لاہور

مولائے کریم اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے ان حضرات کو کامیابی کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۸؍ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

یکم جنوری ۱۹۸۵ء محمد عبدالحکیم شرف قادری

☆☆☆☆

- ایک دفعہ راقم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ اسلام آباد میں مولانا کوثر نیازی کی کوٹھی پر گیا، انہوں نے ہمیں اپنی لائبریری میں بٹھایا اور دوران گفتگو کہا:

  میں نے آپ کی کتاب ''اندھیرے سے اُجالے تک'' پڑھی ہے، یہ اعلیٰ حضرت پر لکھی جانے والی سب سے اچھی کتاب ہے۔

- پہلے ''اندھیرے سے اُجالے تک'' اور ''شیشے کے گھر'' دونوں کتابیں الگ الگ شائع کی گئی تھیں، بعد میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کے مقدمے کے ساتھ دونوں کتابیں ''البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' کے نام سے یکجا شائع کر دی گئیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز:

ضرب مجاہد

(از مولانا محمد عبد الکریم رضوی)

نبی اکرم سرور دو عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے جو شخص خلافِ شریعت کوئی کام دیکھے' اس کی ذمہ داری ہے کہ اُسے اپنے ہاتھ سے روکے' اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے' یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے......

اس حدیث کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ایمان کا ایک تقاضا ہمت و طاقت کے مطابق برائی کے خلاف جہاد کرنا بھی ہے' ہاتھ سے' یہ اربابِ اقتدار کا کام ہے۔ زبان سے' یہ علماء و مشائخ کا منصب ہے۔ اور دل سے' یہ عوام الناس کا فریضہ ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کا دور' ہندوستان کے مسلمانوں کے تنزل کا دور تھا' ہمہ گیر فساد پنپ رہا تھا۔ علمی' عملی' اعتقادی' اخلاقی اور معاشرتی بگاڑ فروغ پا رہا تھا۔ ایسے میں امام احمد رضا بریلوی نے پاسبان اسلام' مفتی شریعت اور محافظ ملت کی حیثیت سے اصلاح احوال کا بیڑہ اٹھایا' ان کے پاس قوت حاکمہ نہیں تھی کہ صراط مستقیم سے منحرف ہونے والوں کو ہاتھ سے روکتے' البتہ انہوں نے اپنوں اور بیگانوں کی تفریق کئے بغیر ایک ایک شخص کو متنبہ کیا۔ خواب غفلت سے جگایا' جھنجوڑا' للکارا' اور جب کوئی طریقہ بھی کارگر نہ ہوا تو بلا خوف و خطر فتوے کی صورت میں حکم شریعت بیان کر دیا۔

امام احمد رضا کی حیات مبارکہ اور ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ وہ حکم شریعت بیان کرنے میں اپنے اور بیگانے کا فرق نہیں کرتے:

● —— پیلی بھیت کے ایک محترم اور بزرگ دوست کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہ بے پردہ مرید خواتین میں بیٹھے ہوئے ہیں، اسی وقت ملے بغیر واپس آ گئے، اس بزرگ شخصیت کو معلوم ہوا تو اسی وقت اسٹیشن پر پہنچے اور وجہ ناراضگی معلوم ہونے پر توبہ کی کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

● —— مسئلہ اذان میں اختلاف پیدا ہوگیا، امام احمد رضا بریلوی فرماتے کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے، اذان مسجد سے باہر دی جائے، جب کہ اہل سنت ہی کے متعدد علماء نے فرمایا کہ کراہت کے بغیر مسجد میں اذان دی جاسکتی ہے۔ جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چلا، نوبت بایں جا رسید کہ بدایوں کے علماء نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا......

● —— تحریک ترک موالات کے دنوں میں فرنگی محل کے نامور عالم دین مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے کچھ بیانات پر امام احمد رضا خاں بریلوی نے گرفت کی اور ان سے توبہ ورجوع کا مطالبہ کیا۔ اس سلسلہ میں دو۲ سو سے زیادہ خطوط لکھے، اور بالآخر انہوں نے توبہ کی جو ان کی للّٰہیت کا بیّن ثبوت تھی۔

ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی کو علماء دیوبند یا کسی اور طبقے سے ذاتی مخاصمت نہ تھی، بلکہ وہ ہر کسی کے سامنے خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ، اظہار حق کو اپنا فرض منصبی جانتے تھے۔

علماء دیوبند کی چند تصانیف ''تحذیر الناس''، ''براہین قاطعہ'' اور ''حفظ الایمان'' کی بعض عبارات پر آپ نے گرفت فرمائی اور انہیں عقیدۂ ختم نبوت اور شانِ رسالت کے خلاف قرار دیا۔ پھر ایک استفتاء میں یہ عبارات علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیں، انہوں نے ان عبارات کے قائلین پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا، تفصیل کے لئے دیکھئے ''حسام الحرمین'' اور ''الصوارم الہندیہ'' پھر کیا تھا؟ بجائے

اس کے کہ ان عبارات سے رجوع کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی جاتی۔ امام احمد رضا بریلوی کے خلاف ایک محاذ بنالیا گیا۔ سبّ وشتم' الزامات اور اتہامات کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا گیا' بقول علامہ ارشد القادری:

''امام احمد رضا بریلوی تحفظ ناموسِ رسالت کے وکیل تھے تو ان کے مخالفین اپنے بزرگوں کی وکالت کر رہے تھے۔''

پروفیسر کریم بخش' لاہور کا رسالہ ''چہل مسئلہ حضرات بریلویہ'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ مصنف کے نام کے ساتھ ''پروفیسر'' کا سابقہ دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ انھوں نے اس رسالہ میں بڑی تحقیق متانت اور انصاف پسندی سے گفتگو کی ہوگی' لیکن اس رسالہ کے پڑھنے سے یہ ساری خوش فہمی دُور ہوگئی۔

معلوم ہوا کہ انہوں نے مخالفت برائے مخالفت کے تحت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے خلاف بے بنیاد الزامات کی ایک طویل فہرست تیار کر لی ہے' جسے حقیقت سے بے خبر شخص پڑھ کر متاثر ہوسکتا ہے۔ لیکن اصحاب علم فوراً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ سب فریبِ نظر کا کرشمہ اور غلط بیانیوں کا طومار ہے۔

حضرت پیر طریقت مولانا ابوالفیض محمد عبدالکریم چشتی رضوی مدظلہ' مہتمم دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ نے پیش نظر رسالہ ''ضرب مجاہد'' میں حقائق کے رخِ زیبا سے نقاب الٹ دیا ہے۔ مستند حوالہ جات اور معقول دلائل سے ''چہل مسئلہ'' کے جھوٹے تار و پود بکھیر دیے ہیں۔

یقین کیجئے کہ امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی حق وصداقت کے وہ علم بردار ہیں کہ مخالفین ان کے خلاف جس قدر گرد و غبار اڑانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی شخصیت اس قدر نکھرتی چلی جا رہی ہے' پاکستان اور ہندوستان تو کیا' دوسرے ممالک کی

یونیورسٹیوں میں بھی ان پر تحقیق کی جا رہی ہے۔ مقالے لکھے جا رہے ہیں اور دن بدن ان کی قد آور شخصیت نمایاں ہوتی جا رہی ہے۔ اور ان کے علمی قد و قامت کا شعور بڑھتا جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا علامہ محمد عبدالکریم صاحب مدظلہ کی اس سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ اور ان کے سعادت مند فرزندانِ گرامی مولانا نور المجتبیٰ اور مولانا نور المصطفیٰ رضوی صاحبان کو تدریس، تبلیغ اور تصنیف کے شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۷ر ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ

۱۴ر اگست ۱۹۸۶ء

☆☆☆

تقریظ:

کلمۂ حق

از علامہ محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

کلمۂ حق کہنا ہر مومن پر لازم ہے' ہر مسلمان کی شان ہے' اگر اہل حق' کلمۂ حق بلند کرنا چھوڑ دیں تو حق و باطل کا امتیاز ختم ہو جائے' لیکن یہ کام ہر شخص کے بس میں نہیں ہے' یہ اُنہیں لوگوں کا حصہ ہے جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

مولانا علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری انہی لوگوں میں سے ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ نے کلمۂ حق کہنے اور پوری قوت سے بلند کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔ پیش نظر کتاب ''کلمۂ حق'' ۱۹۷۵ء میں ''الصوارم الہندیہ'' کے مقدمے کے طور پر شائع ہوئی' ۱۹۸۷ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئی اور اب چند تبدیلیوں کے ساتھ پھر اسے شائع کیا جا رہا ہے۔

''کلمۂ حق'' میں جناب اختر شاہجہانپوری نے علماء دیوبند کی ان ایمان سوز عبارات پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی ہے جو تقریباً ایک صدی سے فرقہ واریت کا سبب بنی ہوئی ہیں اور ان کی مسلسل اشاعت کی جا رہی ہے' ہر مسلمان کے ضمیر میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ناموس رسالت اور اسلام کے بنیادی عقائد کے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہو جاتا ہے اور کسی بھی قسم کی مخالفانہ بات سننا گوارا نہیں کرتا، یہی وہ ایمانی جذبہ ہے جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو شیطان رشدی کی خرافات کے مقابل سراپا احتجاج بنا دیا ہے۔

علامہ اختر شاہجہانپوری مدظلہ کی خوش بختی ہے کہ انہوں نے بخاری شریف' ابوداؤد شریف' ابن ماجہ شریف' مشکوۃ شریف اور موطا امام مالک کا ترجمہ کیا اور مزید فیروز بختی یہ ہے کہ یہ تمام تراجم پاک و ہند میں چھپ چکے ہیں اور مارکیٹ میں دستیاب ہیں' ان کے علاوہ متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کے مصنف ہیں' مولائے کریم جل مجدہ انہیں تندرستی کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے ان کی قابل قدر قلمی اور علمی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور دین متین کی بیش تر بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

۹ رصفر المظفر ۱۴۱۲ھ

۲۰ راگست ۱۹۹۱ء محمد عبدالحکیم شرف قادری

☆☆☆

تقریظ:

محاسبۂ دیوبندیت

از مولانا حسن علی رضوی (میلسی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم و علی آله و اصحابه اجمعین

حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی مدظلہ (میلسی) کی تازہ کتاب ''محاسبۂ دیوبندیت'' جستہ جستہ دیکھنے کا اتفاق ہوا' اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کی طرف سے اہل سنت و جماعت کے خلاف جنہیں خود انہوں نے ''بریلوی'' کا نام دیا ہے' کئی پمفلٹ کتابچے اور کتابیں شائع کی ہوئی ہیں' ان میں انہی فرسودہ الزامات کو بار بار دہرایا گیا ہے جن کا مسکت اور دنداں شکن جواب کئی دفعہ دیا جا چکا ہے' ڈاکٹر خالد محمود نے انگلینڈ میں بیٹھ کر یہ ''کارنامہ'' انجام دیا کہ ان مسترد کتابچوں کو یکجا کر کے چار جلدوں میں ''مطالعہ بریلویت'' نامی کتاب لکھ دی جو پاکستان میں چھپ چکی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان اتہامات کا جواب دیا جا چکا ہے تو پھر جواب دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تو قرین قیاس بات یہ ہے کہ پہلے جس زبان میں جواب دئے گئے تھے وہ ان لوگوں کو سمجھ نہیں آتی' مولانا محمد حسن علی رضوی نے اس زبان میں جواب دیا ہے جو انہیں سمجھ آتی ہے' یہی وجہ ہے کہ میرے علم کے مطابق مولانا کی کسی کتاب کا جواب نہیں دیا گیا۔

راقم کی سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں سیدھا سادا اور معقول انداز بیان اختیار کرنا چاہیے' اس کی بہترین مثال رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی

تصنیف ''زلزلہ'' اور مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ کی تصنیف ''دعوت فکر'' ہے، راقم کی تالیف ''البریلویۃ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' بھی اسی قسم کی کتاب ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ فریق مخالف بھی مناسب انداز اختیار کرے۔

۵رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۹رستمبر ۱۹۹۶ء

☆☆☆

پیش لفظ:

افضلیّت سیّدِ نا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام احمد رضا خاں بریلوی

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے انبیاء و مرسلین بھیجے اور انہیں اپنے اور سر گرداں بندوں کے درمیان بہترین وسیلہ بنایا، افضل و اکمل صلوٰۃ وسلام اولین اور آخرین کے سردار، خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ، آپ کی آل پاک، صحابہ کرام، اولیاءِ اُمّت اور علماءِ ملّت پر، آمین!

تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام مختلف زمانوں میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ دعوت وارشاد کے راستے میں بے اندازمشکلات اور مصائب کا سامنا کیا، اس کے باوجود ان کے دعوت الی اللہ کے پروگرام میں کوئی فرق نہ آیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور تمام انسانوں کی طرف رسول اور رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو خوب ترین انداز میں نبھایا۔ امانت ادا کی، غموں کو دُور کیا، ظلمتوں کا پردہ چاک کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔

آپ کی تشریف آوری سے نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل ہوگیا، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، تاہم آپ کی اُمّت کے اولیاء و علماء نے ہمیشہ اسلام کا جھنڈا بلند رکھا، چودہ صدیاں گزر گئیں آج بھی اطرافِ عالم میں اسلام کا جھنڈا سر بلند ہے۔ حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعوت اسلام پیش کی تھی اسے

اولیاء کرام نے جاری رکھا اور کسی دور میں بھی اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی وہ اس فریضے کو ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ولایت وقرب کے مختلف مراتب پر فائز ہوئے وہ تفاوت درجات کے باوجود شخص واحد کی حیثیت رکھتے تھے، ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے، وہ اپنے پاکیزہ باطن کی بدولت ایک دوسرے کی توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت سیدنا سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی سلسلۂ مقدسہ کی ایک عظیم شخصیت ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے بلند و بالا مقامات اور ظاہر و باہر کرامات سے نوازا تھا۔ حضرت موصوف کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

حضرت عظیم البرکتہ سیدنا سیّد احمد کبیر رفاعی قدسنا اللہ بسرّہٖ الکریم بے شک اکابر اولیاء واعاظم محبوبانِ خدا میں سے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۱۳۱ طبع کراچی)

تاہم محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقامِ ولایت وقرب عطا فرمایا ہے اس کا اعتراف آپ کے معاصرین اور متاخرین سب ہی نے کیا ہے اور جب آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے تو اس وقت کے تمام اولیاء نے اپنی گردنیں جھکا دیں، حضرت سیّدنا سیّد احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس اعلان کو تسلیم کیا جیسے کہ پیش نظر رسالہ مبارکہ ''طَرْدُ الْاَفَاعِیْ عَنْ حِمٰی ھَادٍ رَفَعَ الرِّفَاعِیْ'' (اس ہادی (رہنما) کی بارگاہ سے سانپوں کا دور کرنا جس نے حضرت رفاعی کو رفعت عطا کی) میں آئے گا۔

ہندوستان کے بعض لوگوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ قطب الاقطاب اور غوث الثقلین حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نہیں بلکہ حضرت سیدنا سیّد احمد کبیر رفاعی تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نیز جب حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے دستِ اقدس کو عالمِ بیداری میں بوسہ دیا تھا، اس وقت سیدنا غوث اعظم نے دوسرے لوگوں کے ہمراہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ امام احمد رضا بریلوی کے سامنے یہ صورت حال بیان کر کے سوال کیا گیا تو آپ نے پیش نظر رسالہ تحریر فرمادیا اور فرمایا کہ فضیلت خداداد چیز ہے، دلیل مقبول سے جس بزرگ کی فضیلت ثابت ہو جائے اسے مان لینا چاہیے، اپنی خواہش کی بنا پر کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دینی چاہیے، نیز فرمایا کہ سیدنا غوث اعظم کے بعد سیدی علی بن ہیتی، (متوفی ۵۶۴ھ) قطب ہوئے اور سرکار غوثیت کی عطا سے حضرت خلیل صرصری اپنی وفات سے سات دن پہلے مرتبہ قطبیت پر فائز ہوئے، ان کے بعد حضرت سید احمد کبیر رفاعی (متوفی ۵۷۸ھ) قطب ہوئے۔

امام احمد رضا بریلوی نے بہجۃ الاسرار کے حوالے سے گیارہ روایات نقل کی ہیں جن میں حضور غوث اعظم کے ارشاد پر اولیاء کبار کے سر جھکانے کا ذکر ہے، فتاویٰ رضویہ جلد ۹ (طبع کراچی) میں دوسری روایت کی کچھ سند نقل کر کے چار سطریں خالی چھوڑ دی گئی ہیں اور آگے چھٹی روایت کا بیان ہے۔ راقم نے بہجۃ الاسرار شریف کی مدد سے روایات کی تعداد پوری کر دی ہے۔ عزیز القدر مولانا ممتاز احمد سدیدی حفظ اللہ تعالیٰ (جامعہ ازہر شریف، مصر) نے اس رسالہ کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۸ اگست ۱۹۹۸ء

باب نمبر ٦

سیاسیات

٦۔سیاسیات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	فاضل بریلوی کے معاشی نکات	پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی	لاہور	۱۹۷۷ء
۲	انگریز کا ایجنٹ کون؟	پروفیسر صاجزادہ ظفر الحق بندیالوی	بندیال	
۳	محدث اعظم کچھوچھوی اور تحریک پاکستان	محمد اعظم نورانی	لاہور	۱۹۸۸ء
۴	امام احمد رضا محدث بریلوی اور فخر سادات سید محمد محدث کچھوچھوی	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	لاہور	۱۹۹۶ء

پیش لفظ:

فاضل بریلوی کے معاشی نکات

از پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت' مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ' موجودہ صدی کی وہ عبقری شخصیت ہیں جن کا مکمل تعارف وہی کرا سکتا ہے جو اُن جیسا جامع العلوم ہو۔ کسی فن کا ماہر جب انہیں اُس فن میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ جناب رفیع اللہ صدیقی پروفیسر معاشیات نے جب آپ کے پیش کردہ معاشی نکات پڑھے تو انہوں نے دل کھول کر خراجِ تحسین پیش کیا۔ موجودہ صدی کا ربع اوّل وہ بلاخیز دور تھا جب بڑے بڑے علماء اور لیڈر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ ایسے وقت میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' کے نام سے امت مسلمہ کی معاشی بہبود کی خاطر چار تجاویز پیش کی تھیں جو آج بھی اپنے اندر وزن رکھتی ہیں اور امام احمد رضا بریلوی کی ژرف نگاہی کی شاہد ہیں۔ پیشِ نظر مقالہ میں ان ہی تجاویز پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کا معاشی نظریہ ایک سچے مسلمان کی طرح وہی تھا جسے ''نظام مصطفےٰ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ارشادات الٰہیہ ہماری راہنمائی کرتے ہیں کہ چوپایوں کی طرح ہمارا مقصدِ زندگی محض کھانا پینا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ' کی اطاعت ہے۔ عقائد ہوں یا اعمال' معاشیات ہوں یا سیاسیات ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ناگزیر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی' امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کی تعلیمات کا حاصل ہی یہ تھا کہ دامن مصطفےٰ

(صلی اللہ علیہ وسلم) سے وابستہ ہو کر اطاعتِ الٰہی اختیار کر لو فکر معاش سے آزاد ہو جاؤ گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنيا

(الزخرف ۴۳/۳۲ رکوع ۳)

''ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔''

نیز فرمایا:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود رکوع) اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔'' (کنز الایمان)

موجودہ صدی کے آغاز میں یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا رہا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟[1] علماء کے ایک گروہ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور اس بنا پر مسلمانوں کے لئے ہندوستان سے ہجرت لازم قرار دی اور ہندوستان میں کفار سے سودی کاروبار کو جائز قرار دیا۔

تحریک ہجرت بڑے زور شور سے چلی۔ ہزاروں افراد اپنی جائدادیں برائے نام قیمت پر فروخت کر کے افغانستان چلے گئے، وہاں اتنی گنجائش کہاں تھی؟ واپس آئے تو پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

سُود ایک ایسی لعنت ہے جو افلاس اور بدحالی کی راہ دکھاتا ہے' سود احترام انسانیت ختم کر دیتا ہے، اور جب سود در سود کا چکر چلتا ہے تو آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ مسلمان پہلے ہی ہندوؤں کے سودی شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔ اس فتوے نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

(۱) اس مسئلے کی تحقیق کے لیے رسالہ ''دواہم فتوے'' شائع کردہ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ، لاہور ملاحظہ کیجئے۔ (ادارہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے فتویٰ دیا کہ ''ہندوستان دارالاسلام ہے۔'' اگر اس فتوے کو پیش نظر رکھا جاتا تو ہجرت کے سبب پیش آنے والی معاشی تباہی نہ آتی اور نہ ہی قوم سود کے چکر میں مبتلا ہو کر معاشی ابتری کا شکار ہوتی۔

محسنِ ملّت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم'' میں ایسی تدبیریں بیان فرمائی ہیں جن سے سودی کاروبار کئے بغیر فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

گداگری ایک ایسی آفت ہے جو قومی جسم میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے، یہ نہ صرف ذہنی انحطاط کی انتہا ہے بلکہ پوری قوم کے لئے ایک عظیم المیہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ ''خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال'' میں مانگنے کی بھرپور مذمت بیان فرما کر محنت مزدوری اور کسبِ معاش کے دیگر ذرائع کی اہمیت بیان فرمائی جس سے انفرادی اور اجتماعی معاشی خوش حالی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

کاش! اہل سنت کے ارباب قلم ذرائع ابلاغ کی اہمیت محسوس کرتے اور اعلیٰ حضرت و دیگر علماء اہل سنت کی قابل قدر خدمات کو منظرِ عام پر لاتے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ٥

زیر نظر کتابچہ ''مرکزی مجلس رضا' لاہور'' طبع کروا کر بلا قیمت شائع کر رہی ہے۔ اس سے قبل مجلس ہذا اعلیٰ حضرت سے متعلق متعدد رسائل و کتب چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اراکین ادارہ اور معاونین ادارہ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور

تقدیم:

انگریز کا ایجنٹ کون؟

از پروفیسر ظفر الحق بندیالوی

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ چودہویں صدی ہجری کے وہ متبحر عالم دین ہیں کہ علمی وسعت اور کثرت تصانیف میں دنیا بھر کا کوئی ہم عصر عالم ان کا مد مقابل دکھائی نہیں دیتا، پچاس سے زیادہ علوم میں کامل دسترس اور تقریباً ایک ہزار تصانیف ان کی یکتائی کا واضح ثبوت ہیں۔

تقویٰ، اخلاص، اور للّٰہیت میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے، حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ (پیر صاحب پگارا کے استاذ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ نواب حیدر آباد دکن کی طرف سے امام احمد رضا بریلوی کے فرزند اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کو مکتوب موصول ہوا جس میں انہیں حیدر آباد دکن کے صدر الصدور کے منصب کی پیش کش کی گئی تھی، حجۃ الاسلام نے وہ مکتوب امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیش کیا، تو فرمایا: ہم بوریہ نشینوں کو صدر الصدور کے منصب سے کیا غرض؟ اور یہ مصرع ارشاد فرمایا:

ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

''یہ بے معنی دفتر اس لائق ہے کہ اسے شراب میں ڈبو دیا جائے۔''

چنانچہ حجۃ الاسلام نے معذرت کر دی۔

یہ بھی حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ نظام حیدر آباد دکن نے امام احمد رضا بریلوی کے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام، بریلی کے لئے دو سو روپے

ماہانہ منظور کئے‘ اس وقت دو سو روپے بہت بڑی رقم تھی‘ لیکن امام احمد رضا بریلوی نے تازیست وہ رقم قبول نہیں کی‘ امام احمد رضا بریلوی نے سچ فرمایا اور ان کی پوری زندگی کا عمل اس پر شاہد ہے۔

کروں مدحِ اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تمام قوت دین متین‘ مسلک اہل سنت و جماعت اور مذہب حنفی کی تبلیغ و اشاعت اور تائید و حمایت میں صرف کردی‘ اللہ تعالیٰ اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام‘ اہل بیت اور اولیاء عظام کی بارگاہ میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کی پوری قوت سے سرکوبی کی‘ مخالفین کی طرف سے اس کا ردعمل یہ ہوا کہ ان پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگائے گئے‘ ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ (معاذ اللہ!) وہ انگریز کے ایجنٹ تھے‘ حیرت ہوتی ہے کہ وہ سراپا اخلاص وللّٰہیت شخصیت جس نے زندگی بھر کسی مسلمان حکمران کی مدح سرائی نہیں کی‘ کسی مسلم حاکم سے امداد قبول نہیں کی‘ اس پر کس منہ سے یہ الزام عائد کیا جاسکتا ہے؟ کہ وہ غیر مسلم‘ غاصب اور ظالم انگریز کا نمائندہ اور ایجنٹ ہے‘ جب کہ ان کے مخالفین کسی نہ کسی انداز میں انگریز گورنمنٹ سے متعلق رہے ہیں اور مفاد حاصل کرتے رہے ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ:

- —— ”گناہِ بے گناہی“ از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ‘
- —— ”دعوت فکر“ از مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری زیدہ مجدہ اور
- —— راقم کا مقالہ ”شیشے کے گھر“ جو ”البریلویۃ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ“ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

ایک عرصہ پہلے مشہور دیوبندی عالم مولوی شبیر احمد عثمانی کا یہ مقولہ پڑھا تھا:

”دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ اور پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا

گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے، مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔" [1]

ایک مدت تک یہ عقدہ نہ کھل سکا کہ آخر حکومت انہیں ماہانہ چھ سو روپے (جو اس وقت کے پچاس ساٹھ ہزار روپے سے کم نہیں ہوں گے) کیوں دیتی تھی؟ اسے تھانوی صاحب کی ذات سے کیا فائدہ تھا؟ سندھ کے ایک صحافی انجم لاشاری نے تمبر ۱۹۸۷ء میں جمعیت العلماء اسلام صوبہ سندھ کے سربراہ مولوی محمد شاہ امروٹی (فرزند مولوی تاج محمود امروٹی) سے انٹرویو کیا، جس میں مولوی محمد شاہ امروٹی نے دم مرگ راز سربستہ سے نقاب ہٹا دیا اور بتایا کہ تحریک ریشمی رومال کی ناکامی اور انگریز کے اس تحریک پر قابو پانے میں کس کا ہاتھ تھا، جناب انجم لاشاری کا بیان ملاحظہ ہو:

"اپنے انٹرویو میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے دل گرفتہ ہو کر بتایا کہ انگریزوں کو ریشمی رومال کے اس سفر کی اطلاعات لمحہ بہ لمحہ مل رہی تھیں اور یہ لنکا گھر کے ایک بھیدی نے ڈھائی تھی اور یہ تھے:...... مولانا اشرف علی تھانوی...... مولانا امروٹی کے بقول مولانا تھانوی کہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف کچھ نہ کیا جائے بلکہ ان کی سرپرستی میں رہ کر مسلمانوں کے لئے فوائد حاصل کئے جائیں۔ وہ چونکہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین میں سے تھے اس لئے انہیں تحریک خلافت اور جنود ربانیہ کے تمام پروگراموں سے آگاہی رہتی تھی۔ انہوں نے ریشمی رومال کی حقیقت اور انقلابی کارروائیوں کے لئے طے کردہ تاریخ سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کر دیا، اور ان کے بھائی

۱۔ مکالمۃ الصدرین (طبع دیوبند) ص ۹

(مظہر علی) نے جو انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر تھے پورے قصے سے انتظامیہ کو خبردار کر دیا۔'' [1]

اس وضاحت کے بعد یہ سوچنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ انگریز حکومت تھانوی صاحب کو ماہانہ چھ سو روپے کیوں دیتی تھی؟ علماء دیوبند کی ہمت قابل داد ہے کہ انہوں نے تھانوی صاحب کی پردہ داری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا' یہ الگ بات ہے کہ حقیقت کسی نہ کسی وقت کھل کر سامنے آ ہی جاتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں سابق فضلاء کی ایک تنظیم تھی ''الانصار'' اس کے قواعد و مقاصد میں ایک شق یہ تھی:

جمعیۃ الانصار گورنمنٹ انگلشیہ کی (جس کے ظل عاطفت میں ہم نہایت آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں اور مذہبی تعلیم کی ترقی کے لئے ہر قسم کی کوشش کر سکتے ہیں) پوری وفادار رہے گی اور انارکسٹانہ کوششوں کے قلع و قمع میں اپنے اثر سے پورا کام لے گی۔ [2]

چلتے چلتے ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔ ۲۳ر دسمبر ۱۹۱۲ء میں کسی نامعلوم شخص نے وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ پر بم سے حملہ کیا جس سے وہ زخمی ہو گئے' اس حادثہ کا دیوبند کے ہر فرد کو صدمہ ہوا' باقاعدہ اساتذہ اور طلبہ کا اجلاس بلایا گیا اور بذریعہ تار اظہار ہمدردی کیا گیا' رپورٹ ملاحظہ ہو:

''دارالعلوم کے اہل شوریٰ' اساتذہ' موجودہ طلبہ' پرانے طلبہ (جمعیۃ الانصار) اس صدمہ کا اثر محسوس کرتے ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم نے دارالعلوم کے تمام دوستوں کی طرف سے اظہارِ ہمدردی اور غصہ و نفرت کا تار دیا۔ جس کا جواب نہایت شکریہ آمیز الفاظ میں آیا۔

۱۔ انجم الاشاری: ماہنامہ شوٹائم، کراچی (شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء) ص ۱۳۱

۲۔ ماہنامہ الہدیٰ، لاہور: (شمارہ رجب ۱۳۲۸ھ) ص ۳

الحمد للہ کہ ہزایکسی لینسی وائسرائے کی جان پر گزند نہیں آیا اور لیڈی ہارڈنگ محفوظ رہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ حضور وائسرائے کی صحت روز بروز کامیابی کے ساتھ روبترقی ہے۔''[1]

یہ تو چند مثالیں ہیں تفصیل تو آپ پیش نظر مقالہ: انگریز کا ایجنٹ کون؟'' میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ مقالہ علوم جدیدہ و قدیمہ کے فاضل پروفیسر صاحبزادہ ظفر الحق بندیالوی زید مجدہ کے تحقیقی مطالعہ کا نتیجہ ہے، جس میں انہوں نے تحریک بالاکوٹ، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تحریک خلافت، تحریک پاکستان اور تحریک ترک موالات کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا ہے اور تاریخی حوالوں سے بتایا ہے کہ علماء اہل سنت اور علماء دیوبند کا کیا کردار رہا؟ کس نے انگریز حکومت سے روابط استوار کئے اور کس نے مفادات حاصل کئے؟ اور کون محض رضائے الٰہی کے لئے دین و ملت کی پاسداری کرتا رہا؟ صاحبزادہ صاحب عظیم علمی اور دینی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں، ان کے جد امجد فقیہ العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور والد گرامی فقیہ جلیل، محسن اہل سنت مولانا علامہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ ہیں، صاحبزادہ صاحب نے نوعمری کے باوجود مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید و حمایت میں متعدد رسائل قلم بند کئے ہیں اور بندیال ایسے دور افتادہ قصبے میں بیٹھ کر تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

پیش نظر مقالہ کے مطالعہ کے بعد کسی بھی دیانت دار شخص کو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت پر انگریز نوازی کا الزام لگانے والوں کے ہاں کتنی صداقت اور دیانت ہے؟ اور وہ کس منہ سے حرفِ الزام زبان پر لاتے ہیں اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مقالہ نگار کسی کی کردار کشی کے درپے

۱۔ ماہنامہ القاسم، دیوبند (شمارہ محرم ۱۳۳۱ھ) ص ا

نہیں ہیں، انہوں نے صرف حقائق یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور وہ بھی ٹھوس حوالوں کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب کے علم وقلم میں برکتیں عطا فرمائے اور انہیں احقاق حق کا فریضہ انجام دیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

لاہور

☆☆☆

نشانِ منزل:

محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور تحریک پاکستان

تصنیف: محمد اعظم نورانی

قیام پاکستان، مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام تھا، اسلام کے نام پر قائم ہونیوالی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے قیام نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا، دراصل تمام قوم اس مطالبے پر متفق ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کے لیے الگ ایک خطۂ زمین متعین کیا جائے، جہاں قانون اسلام کی حکمرانی ہو اور مسلمان آزدانہ خدا اور رسول کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرسکیں، افسوس ۴۰ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک اسلامائزیشن کا سلسلہ مکمل نہ ہو سکا، ہمارا مشرقی بازو کٹ گیا مگر ہمیں احساس نہ ہو سکا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے اس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس سے بڑا کفران نعمت کیا ہوگا؟ کہ ہم مملکت خداداد پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں اور اس سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ بعض عاقبت نا اندیش تو پاکستان کے توڑنے کی باتیں کر رہے اور بعض لوگ غیر اسلامی نظام نافذ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد امام احمد رضا بریلوی وہ نمایاں ترین شخصیت ہیں جنہوں نے علی الاعلان دو قومی نظریئے کا پرچار کیا اور قیام پاکستان کا راستہ ہموار کیا، یہی وہ راستہ تھا جس کی طرف علامہ اقبال نے رہنمائی کی اور قائداعظم نے اسی پر چل کر پاکستان کی منزل کو پالیا۔

تحریک پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں امام احمد رضا بریلوی

کے ہم مسلک علماء اور مشائخ اہلسنت نے بڑا کردار ادا کیا' آل انڈیا سنی کانفرنس' اہل سنت و جماعت کی وہ نمائندہ جماعت تھی جس نے اپنی تمام تر توانائی تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے صرف کردی' ۱۹۴۶ء میں منعقد ہونے والی سُنّی کانفرنس بنارس کا اجلاس تو اس تحریک کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے' اس جماعت کے سر پرست امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی تھے، اور اس کی رُوح رواں صدر الافاضل مولانا علامہ سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی تھے۔

ہمارے بعض احباب شکایت کرتے ہیں کہ تاریخی اور نصابی کتابوں میں ملت اسلامیہ کے ان محسنوں کی دینی ملی اور پاکستان کے لیے کی جانے والی خدمات کو ان کے شایان شان پیش نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ یہ کام خود ہمارے کرنے کا تھا۔ یاد رکھئے جو قوم اپنے لئے کچھ نہیں کرسکتی اسے دوسروں سے شکایت کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

محدث اعظم ہند کچھوچھوی کے بے شمار مریدین اور خود ان کے خانوادے کے اصحاب علم اگر ان کی خدمات جلیلہ کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور اہل سنت و جماعت اگر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ ان پر کام کریں۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ پاکستان کے تمام مدارسِ اہل سنت کی نمائندہ اور فعّال تنظیم 'تنظیم المدارس' اہل سنت' پاکستان نے درجۂ حدیث کے طلباء سے مقالہ لکھوانے کی طرح نو ڈالی ہے اور اس طرح سُنی طلباء کو قلم و قرطاس سے رابطہ قائم کرنے کا سلیقہ سکھایا' ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں فاضل نوجوان مولانا محمد اعظم نورانی نے ''محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور تحریک پاکستان'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

مولانا محمد اعظم نورانی ابن چوہدری نور دین ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے' آج کل ان کا

خاندان وسن پور تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہے۔ ابتدائی تعلیم سکول میں حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کا آغاز کیا' آخری تین چار سال جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تعلیم حاصل کی اور یہیں سے درس حدیث لے کر سند حاصل کی۔

نومبر ۱۹۸۵ء سے گورنمنٹ رنگ محل مشن ہائی سکول' لاہور میں آٹھویں اور دسویں کلاسوں کو عربی اور اسلامیات پڑھا رہے ہیں' وہ ایک صالح اور باصلاحیت نوجوان ہیں' انجمن مدارس عربیہ پاکستان کے صدر رہ چکے ہیں اور انجمن تحفظ ختم نبوت پاکستان' لاہور کے صدر ہیں' اُمید ہے کہ وہ آئندہ بھی تصنیف و تحریر سے تعلق برقرار رکھیں گے۔

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ' لاہور کے اراکین ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں کہ وہ اس اہم مقالے کی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں میں اجر و ثواب سے نوازے اور دین اسلام کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۰ رجنوری ۱۹۸۸ء — جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

☆☆☆

تقدیم:

امام احمد رضا محدث بریلوی

اور فخر سادات سید محمد محدث کچھوچھوی

از سید صابر حسین بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

قیام پاکستان مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام تھا۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے قیام نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ تمام قوم اس مطالبے پر متفق ہوگئی تھی کہ مسلمانوں کے لیے الگ ایک خطہ زمین متعین کیا جائے جہاں قانون اسلام کی حکمرانی ہو اور مسلمان آزادانہ خدا اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ افسوس (50) سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک اسلامائزیشن کا سلسلہ مکمل نہ ہوسکا۔ ہمارا مشرقی پاکستان کٹ گیا مگر ہمیں احساس نہ ہوسکا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے اس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس سے بڑا کفران نعمت کیا ہوگا؟ کہ ہم مملکت خداداد پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اور اس سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ بعض عاقبت نا اندیش تو پاکستان کے توڑنے کی باتیں کر رہے ہیں اور بعض لوگ غیر اسلامی نظام نافذ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ وہ نمایاں ترین شخصیت ہیں۔ جنہوں نے

علی الاعلان دوقومی نظریئے کا پرچار کیا اور قیام پاکستان کا راستہ ہموار کیا۔ یہی وہ راستہ تھا کہ جس کی طرف علامہ اقبال نے رہنمائی کی اور قائداعظم نے اسی پر چل کر پاکستان کی منزل حاصل کی۔

تحریک پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم مسلک علماء اور مشائخ اہلسنت نے بڑا کردار ادا کیا۔ ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' اہل سنت و جماعت کی وہ نمائندہ جماعت تھی جس نے اپنی تمام تر توانائی تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے صرف کر دی۔ ۱۹۴۶ء میں منعقد ہونے والی سنی کانفرنس بنارس کا اجلاس تو اس تحریک کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس جماعت کے سرپرست امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ اور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ تھے اور اس کے روح رواں صدر الافاضل مولانا علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ تھے۔

ہمارے بعض احباب شکایت کرتے ہیں کہ تاریخی اور نصابی کتابوں میں ملت اسلامیہ کے ان محسنوں کی دینی ملی اور پاکستان کے لئے کی جانے والی خدمات کو ان کے شایان پیش نہیں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کام خود ہمارے کرنے کا تھا۔ یاد رکھئے جو قوم اپنے لئے کچھ نہیں کرسکتی اسے دوسروں سے شکایت کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ پاک و ہند کے عظیم محدث، ساحرالبیان خطیب، علمی، روحانی اور سیاسی قائد تھے۔ افسوس کہ پاک و ہند میں ان کے شایان شان اُن کا تعارف نہیں کرایا جاسکا۔ ۱۹۸۸ء میں رضا اکیڈمی لاہور نے مولانا محمد اعظم نورانی کا مقالہ ''محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور تحریک پاکستان'' شائع کیا، اس کے بعد ماہنامہ آستانہ کراچی نے دو حصوں پر مشتمل ''محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نمبر'' شائع کیا۔ حضرت ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف کچھوچھوی جیلانی مدظلہ العالی نے کراچی لاہور

اور پشاور میں محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اور اب رضا اکیڈمی لاہور کی طرف سے جناب محترم سید صابر حسین شاہ بخاری قادری کا مقالہ ''امام احمد رضا محدث بریلوی اور سید محمد محدث کچھوچھوی'' شائع کیا جارہا ہے۔ الحمد للہ! یہ اچھی پیش رفت ہے۔

سید صاحب نے یہ مقالہ ماہنامہ ''آستانہ'' کراچی کے لیے لکھا اور ''محدث اعظم نمبر'' کے دوسرے حصے میں شائع ہوا۔ قارئین نے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا سید صاحب نے اس پر نظر ثانی کی اور کئی مفید اضافے کئے' بعض حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا تھا کہ حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے بریلی شریف میں صرف فتویٰ نویسی کی تربیت لی تھی۔ انہیں امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے اجازت و خلافت حاصل نہیں تھی۔ جناب سید صابر حسین شاہ بخاری نے پیش نظر مقالہ میں مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے صرف محدث اعظم ہند ہی کو نہیں بلکہ ان کے ماموں اور پیر و مرشد کو بھی نسبت تلمذ اور خلافت حاصل تھی۔ نیز محدث اعظم کے نانا اعلیٰ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی اشرفی علیہ الرحمۃ اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے درمیان بہت گہرے دوستانہ اور محبانہ مراسم تھے۔ سید صاحب نے اپنے مقالہ میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ صرف شاگرد اور خلیفہ ہی نہیں بلکہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے عقائد و نظریات کے ترجمان اور مضبوط ترین وکیل بھی تھے۔ اس لئے آپ کے صاحبزادوں نے ماہنامہ ''المیزان'' بمبئی کا چھ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ''امام احمد رضا نمبر'' نکالا جس سے زیادہ ضخیم اور وقیع نمبر نہ تو اس سے پہلے شائع ہوا اور نہ ہی بعد میں شائع کیا جاسکا۔

کچھ صاحب مقالہ کے بارے میں:

جناب محترم سید صابر حسین شاہ بخاری دامت برکاتہ کا نسبی تعلق بخاری سادات

کرام سے ہے۔ آپ کے آباء واجداد اوچ شریف سے منتقل ہو کر اٹک میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید مسکین شاہ مدظلہ العالی[1] اور جد امجد کا نام سید غلام نبی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ سید صاحب ۲۰ر فروری ۱۹۶۶ء کو برہان شریف ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی، مولانا شوکت حیات اور مولانا سید نور حسین شاہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ پرائمری تک گورنمنٹ پرائمری سکول کچہ (حسن ابدال) میں پڑھا۔ ۱۹۸۵ء میں گورنمنٹ ہائی سکول حسن ابدال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۳ء سے گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول برہان شریف (اٹک) میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ العالی سے بیعت ہیں۔

سید صاحب راسخ العقیدہ سنی حنفی بریلوی ہیں اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز سے عشق کی حد تک عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ ان کے لکھے ہوئے مقالات کی فہرست سے لگایا جا سکتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصانیف اور نعتیہ کلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کرم ﷺ کی سچی محبت کا درس دیا ہے جو کہ جان ایمان ہے۔

سید صاحب کو بچپن ہی سے علم و ادب سے لگاؤ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ گھر سے سودا سلف خریدنے کے لیے نکلتے ہیں تو کتابوں کا بنڈل خرید کر گھر آ جاتے ہیں۔ ان کی تنخواہ کا اکثر حصہ کتابوں کی خرید اور خط و کتابت کی نذر ہو جاتا ہے، علمی مراکز سے دور ہونے کے باوجود انہوں نے برہان شریف (اٹک) میں ادارہ ''فروغ افکار رضا'' اور ''امام اہل سنت لائبریری'' قائم کر کے تحقیق و تصنیف اور محبت کی شمع روشن کر رکھی ہے۔ کاش کہ ہمارے اصحاب علم اور ارباب ثروت ان سے سبق سیکھیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دیں۔ جناب سید صابر حسین شاہ بخاری ایک درجن مقالات

۱۔ آپ ۶ر اپریل ۲۰۰۵ء کو قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ——— طاہر

لکھ چکے ہیں اور تقریباً اتنے ہی زیر قلم ہیں۔ آپ بھی ان کے مقالات کی فہرست ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان' مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔

۲۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کی بارگاہ میں طارق سلطانپوری کا خرام عقیدت' مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔

۳۔ سلام رضا پر طارق رضا کی تضمین ثانی۔ غیر مطبوعہ

۴۔ حدائق بخشش، خزینۂ اسرار نعت۔ غیر مطبوعہ

۵۔ امام احمد رضا محدث بریلوی مخالفین کی نظر میں۔ غیر مطبوعہ

۶ امام احمد رضا محدث بریلوی کاملین کی نگاہ میں۔ غیر مطبوعہ

۷۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور احترام سادات۔ غیر مطبوعہ

۸۔ امام احمد رضا کے رفیق خاص علامہ وصی احمد محدث سورتی۔ غیر مطبوعہ

۹۔ رضا بزبان طارق رضا۔ غیر مطبوعہ

۱۰۔ اقلیم نعت کا بادشاہ امام احمد رضا۔ غیر مطبوعہ

۱۱۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور انجمن نعمانیہ۔ غیر مطبوعہ

۱۲۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور سید محمد محدث کچھوچھوی۔ (پیش نظر مقالہ)

زیر تدوین مقالات:

۱۳۔ تقاریظ امام احمد رضا

۱۴۔ سلطان باہوؒ امام احمد رضا اور اقبال

۱۵۔ پنجاب میں آفتاب بریلی کی ضیاء باریاں

۱۶۔ پردہ اٹھ گیا

۱۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور امام احمد رضا محدث بریلوی

۱۸۔ امام احمد رضا بریلوی، فتنوں کے تعاقب میں

۱۹۔ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد رضا محدث بریلوی

۲۰۔ امام احمد رضا بریلوی کے محبوب صوفیہ

۲۱۔ امام احمد رضا بارگاہ رسالت (ﷺ) میں

۲۲۔ امام احمد رضا بارگاہ غوث اعظم میں

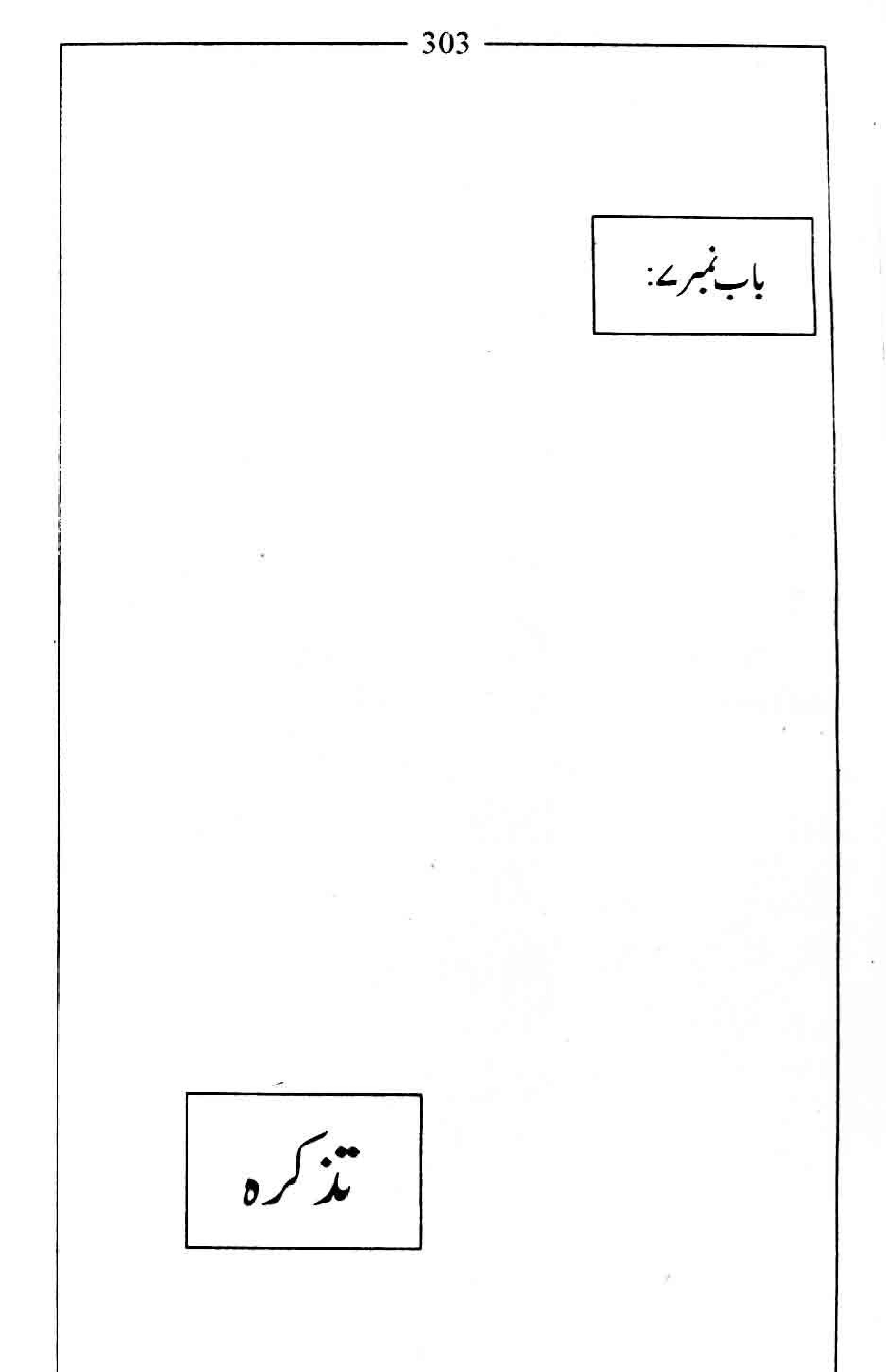
۲۳۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور قاضی محمد صدر الدین ہزاروی

۲۴۔ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا اور ان کے خلفاء............وغیرہ

(یہ معلومات خود سید صاحب نے فراہم کی ہیں۔)

اللہ تعالیٰ جناب سید صابر حسین شاہ بخاری کے علم و قلم میں برکتیں عطا فرمائے اور انہیں توفیق دے کہ تحقیق و تصنیف کا عمل جاری رکھیں۔ نیز اراکین رضا اکیڈمی لاہور کو آفات و بلیات سے اپنی حفاظت میں رکھے تا کہ فکر رضا کی اشاعت کو آگے بڑھاتے رہیں۔

۱۳ر دسمبر ۱۹۹۶ء　　　　محمد عبد الحکیم شرف قادری


باب نمبر ۷:
تذکرہ

۷۔ تذکرہ

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	یادِ اعلیٰ حضرت	محمد عبدالحکیم شرف قادری	لاہور	
۲	سوانح سراج الفقہاء	محمد عبدالحکیم شرف قادری	لاہور	

پیش لفظ:

یادِ اعلیٰ حضرت

محمد عبد الحکیم شرف قادری

یہ طے شدہ بات ہے کہ قوموں کا ارتقا اور استحکام سلف کے کارناموں سے واقفیت حاصل کر کے ان کے نقشِ قدم پر عمل پیرا ہو کر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ملت کے نونہال، اسلام کے جلیل القدر فرزندوں کی سیرت سے آشنا ہو کر ہی نیا ولولہ، عزم و ہمت اور کامیابی کا راستہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اکابر کی سیرت کے نقوش جس قدر دل کی گہرائیوں میں اُترتے جائیں گے، اسی قدر کامرانی کی منزلیں آسان ہوتی چلی جائیں گی، اور عظیم شخصیتوں کے کارناموں کا تصور جس قدر دھندلا جائے گا۔ اتنا ہی مقصد کا حصول مشکل ہوتا جائے گا، افسوس! کہ اہل سنت و جماعت نے اس طرف پوری توجہ نہ دی۔ بڑے بڑے فضلاء گزر گئے۔ لیکن آج نئی پود ان کے عظیم کارناموں سے بالکل بے خبر ہے۔ بیگانوں سے یہ توقع کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتی کہ وہ ان جلیل القدر ہستیوں کی علمی اور دینی خدمات کو منظر عام پر لائیں گے یا ان کے بارے میں کلمۂ خیر نوکِ قلم پر آنے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ جمعیت علمائے سرحد پاکستان اس سلسلے میں مصروف عمل ہے۔ خدا کرے کہ ہماری ناچیز کوششیں پایۂ تکمیل تک پہنچیں، اور شرف قبولیت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ جمعیت کے تمام اراکین اور معاونین کو جزائے خیر دے۔ جو اس کارِ خیر میں بخوشی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ یہ دراصل انہی حضرات کے خلوص کا نتیجہ ہے۔ کہ بفضلہٖ تعالیٰ جمعیت کامیابی کی راہ پر گامزن ہے۔

اس دفعہ ہم آپ کے سامنے تحقیق وتدقیق کے بادشاہ، شریعت وطریقت آگاہ۔ امام اہل سنت اس صدی کے مجدد مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ العزیز کے مختصر حالات آپ کے پچاسویں عرس کے موقعہ پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمیں اہل سنت و جماعت کے علماء وفضلاء اور مشائخ کے حالات کو منظر عام پر لانے کی توفیق نصیب ہو۔ السعی منا و الاتمام من اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ

نوٹ:۔ یادِ اعلیٰ حضرت کے ساتھ رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان والد ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا رسالۂ مبارکہ "فضل العلم والعلماء" بھی شامل ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۹۷۰ء

حرف آغاز:

سوانح سراج الفقہاء

از محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلّما

لعل و گہر ہمیشہ سمندر کی گہرائی اور پردۂ تاریکی میں مستور ہوتے ہیں، ان تک رسائی نہ ہوسکے تو یہ الگ بات ہے، لیکن اگر کسی غوّاص کی رسائی درِ یکتا تک ہو جائے اور اس کے باوجود اسے قعرِ سمندر سے نکالنے میں کوتاہی سے کام لے تو اسے یقیناً کم عقلی اور بے ہمتی کا الزام دیا جائے گا۔

علماء و اصفیاء باکمال ہوتے ہوئے بھی نام و نمود کی خواہش سے بے نیاز ہوتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم و فضل ایسی دولت اصلی سے نواز رکھا ہے، رہی شہرت و مقبولیت تو وہ ایک امرِ عارضی اور غیر ضروری ہے جس کے ہونے نہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ کیا ایسے ارباب عزیمت حضرات کے عظیم الشان کارناموں کو منظر عام پر لانا چاہیے۔ ان کی علمی خدمات سے عوام و خواص کو متعارف کرانا چاہیے اور ان کے متعلق بہت کچھ جاننے کے باوجود ان کی سیرت و سوانح محفوظ کرنی چاہیے؟ یہ اور اس قسم کے اور بہت سے سوالات ہر حساس شخص کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ یقیناً ہر شخص ان سوالات کا جواب اثبات میں دے گا، لیکن بہت کم حضرات یہ سوچنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں کہ آخر اس ذمہ داری کو کون نبھائے گا۔ کیا اغیار سے توقع رکھی جاسکتی ہے یا بعد میں آنے والی نسلیں

اس فریضے سے عہدہ برآ ہو سکیں گی؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف اور صرف ہماری ذمہ داری ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس ذمہ داری کو محسوس کر کے میدانِ عمل میں قدم رکھیں۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی (الآیۃ)

فن میراث کے امام قدوۃ الفضلاء سراج الفقہاء مولانا سراج احمد مکھن بیلوی ثم خانپوری رحمہ اللہ تعالیٰ وہ گنج گراں مایہ تھے جنہیں نہ ستائش کی خواہش تھی نہ نمائش کی آرزو، کتنے افسوس کی بات ہے کہ قوم نے ان کے علوم و معارف کی معتد بہ اشاعت نہ کی۔ اور نہ ہی اہل علم میں ان کی فضیلت علمی کو نمایاں کیا گیا جس کے وہ درحقیقت مستحق تھے۔ قوم کی کوتاہی اور عاقبت نااندیشی کا یہ بیّن ثبوت ہے، نہ معلوم علوم کے کتنے خزینے اسی طرح زاویۂ گمنامی میں وقت بسر کر کے ہماری ظاہر بیں نظروں سے ایسے اوجھل ہوئے کہ آج ان کے نقشِ حیات کا دھندلا سا تصور بھی ہمارے سامنے نہیں ہے۔

اس تحریر میں حضرت سراج الفقہاء کے تعارف کی اپنی سی کوشش کی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ حضرت کے فاضل اور صاحب حیثیت تلامذہ اپنے استاذ کامل کی یاد تازہ کرنے کو سعادت سمجھیں اور ان کے علمی اور دینی کارناموں کی مکمل اشاعت کریں۔ بالخصوص "سراج الفتاویٰ" کی اشاعت کی طرف توجہ دیں جو ہنوز منتظرِ اشاعت ہے۔ آخر ہمیں ایسے کاموں کے انجام دینے میں کس کا انتظار ہے؟ مولائے کریم توفیق عطا فرمائے۔

سوانح کے آخر میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا ذوی الارحام کی صنف رابع سے متعلق وہ اہم غیر مطبوعہ فتویٰ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو انہوں نے حضرت سراج الفقہاء کے استفتاء کے جواب میں لکھا تھا جسے دیکھنے کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے متعلق حضرت سراج الفقہاء کے زاویۂ نظر میں نہایت خوشگوار تبدیلی آ گئی تھی۔

مکرمی جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری (لاہور) نے ازراہِ عنایت حضرت سراج الفقہاء کے دو مکتوب اور اس فتوے کی نقل مرحمت فرمائی۔ یہ نقل اور اس کے ساتھ حضرت سراج الفقہاء کے حالات صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری ایم۔اے سجادہ نشین شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں نے جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب کو فراہم کئے تھے۔اس کے علاوہ فاضل جلیل حضرت مولانا ابوالاحرار محمد مختار احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم خانپور نے راقم سطور کی فرمائش پر حضرت کے تفصیلی حالات قلم بند کر کے ارسال کئے۔ان تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ سراج الفقہاء کی سوانح اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نادر و نایاب محققانہ فتویٰ پہلی بار مرتب ہو کر ناظرین تک پہنچ رہا ہے۔

میرے لئے ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، زیادہ سے زیادہ دینی خدمات ادا کرنے کی توفیق رفیق فرمائے اور اراکین مجلس رضا، لاہور کو بھی دارین سے نوازے جو اس رسالے کو شائع کر رہے ہیں۔

آسمان تحقیق و تدقیق کے نیّرِ اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز سے استفتاء

قدوۃ الفضلاء سراج الفقہاء بیان فرماتے ہیں کہ دورِ طالب علمی میں یہ بات ہمارے ذہن میں بٹھا دی گئی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی (قدس سرہٗ العزیز) کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے۔ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔وہ تو صرف چند مروجہ رسوم و بدعات کے مجوّز ہیں۔ان کی علمیت کا مدار یہی امور ہیں اور ان کی تصنیفات صرف میلاد، قیامِ میلاد، فاتحہ، عرس، گیارہویں، نذر و نیاز اور نداء غیر اللہ وغیرہ ''امور بدعیہ'' سے متعلق ہیں۔چنانچہ عام طلباء کی طرح میں بھی ان کے نام تک

سے متنفر تھا۔ میں نے بعض لوگوں سے ان کے تبحر علمی کی باتیں سن رکھی تھیں جنہیں ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کی عقیدت اور غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت شامل حال تھی کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے حضرت سراج الفقہاء ایسی شخصیت کے ذہن میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا اس کی تفصیل خود ان کی زبانی سنیئے:۔

حُسنِ اتفاق سے مجھے رسالہ میراث کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے (ذوی الارحام کی صنفِ رابع کے حکم) میں الجھن پیدا ہوئی۔ میں نے اس کے حل کے لئے دیوبند، سہارنپور، دہلی اور دیگر علمی مراکز میں خطوط لکھے کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ آیا، سب نے ''سراجی'' پر ہی اکتفا کیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں حرج ہی کیا ہے، وہ سوال مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھی بھیج دیا۔ ایک ہفتے کے اندر مولانا کی طرف سے جواب آگیا۔ انہوں نے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ تمام کتب کے اختلافات اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

اب آپ حضرت سراج الفقہاء کا استفتاء اور فقیہ اجل، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ کا وہ انقلاب آفریں، نادر و غیر مطبوع فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جس نے وقت کے ایک بہت بڑے محقق کو نہ صرف ذہنی اطمینان بخشا بلکہ ایک نئی راہ پر ڈال دیا۔

اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کا لکھا ہوا فتویٰ دستیاب نہیں ہو سکا بلکہ سنا ہے کہ گم ہو چکا ہے یہ تو جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی علم دوستی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے چند سال قبل جناب صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری ایم۔اے سجادہ نشین شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں کے ذریعے اس فتوے کی نقل حاصل کر لی تھی ورنہ شاید یہ

مبارک فتویٰ کبھی بھی منظر عام پر نہ آ سکتا۔ چونکہ یہ فتویٰ نقل سے نقل شدہ ہے اس لئے اس کی تصحیح میں بڑی جانفشانی سے کام لینا پڑا۔ حواشی راقم الحروف کے لکھے ہوئے ہیں جن میں عربی عبارات کے ترجمہ کے علاوہ بعض کتابوں کے صفحات کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔ نیز استفاء کے اختصار کے پیش نظر اس کا مطلب تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔

۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

باب نمبر ۸

مثلّث کروی

۸۔ علم جفر، مثلث کروی

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	اعالی العطایا	امام احمد رضا خاں بریلوی	مجلس رضا، لاہور	۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اوّلیں:

اعالی العطایا فی الاضلاع والزّوایا

از امام احمد رضا خاں بریلوی

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، ریاضی دان، متکلم، حافظ، قاری، مفتی، جملہ علوم کے متبحر فاضل، شیخ طریقت مجدّد شریعت اور نعت گو شاعر امام احمد رضا خاں بریلوی محلہ جسولی بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا نقی علی خاں، علامہ عبد العلی رامپوری، مرزا غلام قادر بیگ اور مولانا شاہ ابوالحسین نوری مارہروی سے علوم دینیہ اور مسائل طریقت کا استفادہ کیا، پونے چودہ سال کی عمر میں سند فراغ حاصل کر کے تدریس، افتاء اور تصنیف کی مسند پر فائز ہو گئے۔ ۱۸۷۷ء میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت اور حج کے لئے گئے۔ وہاں مفتی شافعیہ مولانا سید احمد دحلان اور مفتی حنفیہ مولانا عبدالرحمٰن وغیرہما سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول کی سندیں حاصل کیں۔ ۱۹۰۶ء میں دوبارہ سفر زیارت کیا مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران نوٹ کے مسائل کے بارے میں ''کفل الفقیہ الفاھم'' عربی اور بعض سوالات کے جواب میں ''الدولۃ المکیۃ'' عربی ضخیم کتاب یادداشت کی مدد سے چند گھنٹوں میں لکھی۔ جس پر حرمین شریفین کے اکابر علماء نے گراں قدر تقریظیں لکھی ہیں۔

آپ نے پچاس مختلف فنون میں ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں لکھیں جن میں سے ''فتاویٰ رضویہ'' بارہ ضخیم جلدوں میں ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' قرآن کریم کا سلیس و رواں اور مستند تفاسیر کا نچوڑ اور اردو تراجم میں امتیازی شان کا حامل ترجمہ اور

''جد الممتار'' علامہ ابن عابدین شامی کی شہرہ آفاق کتاب ''ردالمحتار'' کا پانچ مبسوط جلدوں میں عربی حاشیہ نہایت اہم ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے افراد آپ سے گہری عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کو ''اعلیٰ حضرت'' کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔

جب گاندھی کی آندھی چلی اور بڑے بڑے زعماء ''ہندو مسلم اتحاد'' کے پرفریب نعرے سے متاثر ہوگئے، اس وقت آپ کی ذات گرامی ہی تھی جس نے بروقت کتاب و سنت کی روشنی میں ''دوقومی نظریہ'' پیش کیا اور اتحاد کے اس نعرے کے خوفناک مضمرات سے آگاہ کیا بعد کے حالات و واقعات نے ان کی دور اندیشی اور ژرف نگاہی کا ایسا ثبوت مہیا کر دیا کہ آج کوئی صاحب بصیرت مسلمان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

علوم دینیہ کے جلیل القدر فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ شعر وسخن کا ذوق بھی رکھتے تھے لیکن ان کا ذوقِ سلیم حمد وثنا اور نعت ومنقبت کے علاوہ کسی صنفِ سخن کی طرف متوجہ نہیں ہوا' ان کے کلام میں عالمانہ وقار ہے۔ قرآن وحدیث کی ترجمانی ہے' سوز وساز اور کیف وسرور ہے آپ کے مشہورِ زمانہ سلام کی گونج پاک وہند کے کسی بھی گوشے سے سنی جاسکتی ہے۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

شریعت وطریقت کا یہ آفتاب ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے وقت بریلی شریف میں روپوش ہوگیا۔

اَعَالِی الْعطَایا فِی الْاَضلاعِ وَالزّوَایا

مثلث کُروی کے موضوع پر چار رسائل کا مجموعہ

علماء ہندسہ (جیومیٹری) کے نزدیک مثلث وہ سطح ہے جس کا تین خطوط احاطہ کریں، اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ مثلث جس کا تمام سیدھے خطوط احاطہ کریں، اسے مثلث مستقیم الاضلاع کہتے ہیں اس کی علم مساحت میں بحث کی جاتی ہے۔

۲۔ وہ مثلث جس کا تمام منحنی (ٹیڑھے) خطوط نے احاطہ کیا ہو، جیسے کُرہ کی سطح میں فرض کی جانے والی مثلث، اسے ''مثلث سطح الکرۃ'' کہتے ہیں، یہ کرہ کی سطح کا وہ ٹکڑا ہے جسے دوائر عظیمہ کی تین قوسیں احاطہ کئے ہوئے ہوں اور ہر قوس، نصف دور سے چھوٹی ہو جیسے علامہ عبدالعلی برجندی نے زیج اُلغ بیگی کی شرح میں تصریح فرمائی ہے۔ [1]

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

> ''علمائے ہندسہ بطلمیوس کے زمانہ اور اس کے بعد سینکڑوں سال تک مثلث کُروی کے مجہولات کو حاصل کرنے میں بہت مشقتیں اٹھاتے رہے، بطلمیوس نے مجسطی میں شکل قطاعی بیان کی جس کے ذریعے چھ معلوم اشیاء سے ایک نامعلوم شے معلوم ہوتی ہے۔
>
> ابونصر ابن عراق کو توفیق الٰہی سے شکل مُغنی تک رسائی ہوئی کہ آیندہ شرائط کے مطابق مثلث کروی کے زاویوں اور ضلعوں میں تین معلوم چیزوں کے ذریعے تین دوسری چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔
>
> پھر اس کی دو شاخیں نکالی گئیں۔

۱۔ محمد اعلیٰ ابن علی تھانوی: کشاف اصطلاحات الفنون (مطبوعہ تہران ۱۹۶۷ء) ج ۱ ص ۱۷۳

پھر شکل ظلی برآمد ہوئی اس کی بھی دو شاخیں ہیں۔ ان کے ذریعے لاکھوں مسائل نکالے گئے۔ علامہ برجندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیج اُلُغ بیگی کی شرح میں وہ چھ شکلیں (مغنی اور ظلی اور ہر ایک کی دو دو شاخیں) بیان کی ہیں۔

مجھ فقیر کو ان شکلوں کے دعووں کی شرطوں میں کلام ہے۔ بعض شرطیں بے فائدہ بڑھا دی گئی ہیں اور بعض ضروری شرطیں بیان نہیں ہوئیں۔ میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ "اَلْمَغْنِی الْمُجَلّٰی لِلْمُغْنِی وَالظِّلّی" لکھا ہے اس میں تفصیلی دلائل پیش کئے ہیں اس کا مطالعہ کیا جائے، تمام اشکال کے مقاصد، جاری کرنے کی شرائط اور عمل کے طریقے میں نے آٹھ شعروں میں جمع کئے ہیں۔ [1]

مولانا غلام حسین جونپوری نے زیج بہادر خانی میں مثلث کروی کے موضوع پر انتہائی شرح وبسط سے گفتگو کی ہے اس سلسلے میں چھ خطوط زیر بحث آئے ہیں:۔

(۱) جیب (۲) ظل (۳) قاطع (۴) جیب التمام

(۵) ظل التمام (۶) قاطع التمام،

ان کی جدولیں (نقشے) انھوں نے تقریباً ساٹھ صفحات میں دی ہیں۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو پچاس سے زیادہ علوم میں بے مثال مہارت عطا فرمائی تھی، علوم قرآنیہ، احادیث اور فقہ میں ان کی وسعتِ نظر کا ایک جہان معترف ہے، علم ہیئت اور توقیت میں یہ عالم تھا کہ معاصرین میں کوئی ان کا پاسنگ بھی نہیں تھا۔

علم مثلث کروی، سمت قبلہ معلوم کرنے میں مفید اور معاون ہے اس لیے انھوں

۱۔ امام احمد رضا بریلوی، امام: تلخیص علم مثلث کروی فارسی (قلمی) ص ۱

۲۔ محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت (مراد آباد ۱۹۴۳ء) ص ۹۸

نے اس پر خاص توجہ فرمائی اور اس موضوع پر کئی رسالے قلمبند فرمادئے کئی ابحاث تو خود ان کے اپنے فکر کا نتیجہ ہیں' ایک اقتباس (ترجمہ) ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:۔

"یہ مقالہ وہ ہے جس کی فقیر کو توفیق دی گئی ہے۔ اس کے دلائل اور احکام میں نے اپنے فکر سے استنباط کئے ہیں' اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ میں اس سے عفو و عافیت اور راہِ راست کی ہدایت مانگتا ہوں۔"

مثلث کروی قائم الزاویہ میں عقلی طور پر اضلاع کے لحاظ سے دس صورتیں متصور ہیں:

(۱) تینوں ضلعے ایک ایک چوتھائی ہوں۔

(۲) دو چوتھائی' چوتھائی اور تیسرا ان سے چھوٹا ہو

(۳) دو ربع' ربع ہوں اور تیسرا بڑا۔

(۴) ہر ایک ربع سے چھوٹا ہو

(۵) ایک ضلع ربع سے چھوٹا اور دو بڑے ہوں

(۶) ہر ایک بڑا ہو

(۷) ایک ضلع ربع سے بڑا اور دو چھوٹے ہوں

(۸) ایک ضلع ربع اور دو بڑے ہوں

(۹) ایک ضلع ربع اور دو چھوٹے ہوں

(۱۰) ایک ربع' دوسرا چھوٹا اور تیسرا بڑا ہو۔

ان تمام صورتوں میں (مثلث کا ایک زاویہ تو قائمہ ہے) باقی زوایا میں چھ احتمال ہیں:

(۱) دونوں قائمہ ہوں (۲) ایک قائمہ دوسرا حادہ

(۳) ایک قائمہ دوسرا منفرجہ (۴) دونوں حادہ ہوں

(۵) دونوں منفرجہ ہوں (۶) ایک منفرجہ دوسرا حادہ۔

اس طرح کل عقلی احتمال ساٹھ ہوئے' ان میں سے صرف چھ شکلیں ہو سکتی ہیں۔"[۱]

۱۔ امام احمد رضا خاں بریلوی، امام: وجوہ زوایا مثلث کروی، فارسی (قلمی) ص:۱

کوئی ماہرِ فن ہی اندازہ لگا سکتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی جولانی فکر کہاں تک تھی۔ اس وقت مثلث کروی کے موضوع پر چار رسالے پیش نظر ہیں:

۱۔ تلخیص مثلث کروی (۱۳۳۲ھ) دو صفحے

۲۔ وجوہ زوایا مثلث کروی (۱۳۲۹) بارہ صفحے

۳۔ رسالہ در علم مثلث کروی (۱۳۲۹ھ) سات صفحے

۴۔ رسالہ علم مثلث کروی چھ صفحے

ابتدائی تین رسائل امام احمد رضا بریلوی کی اپنی تصنیف ہیں، جبکہ چوتھا رسالہ کسی کتاب پر آپ کی تعلیقات ہیں۔ یہ چاروں رسائل آپ کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے ہیں جن کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ ممکن ہے کوئی اس فن کا ماہر ان پر تحقیق کرے اور انہیں اردو میں منتقل کر کے ارباب ذوق کو استفادہ کا موقع فراہم کر دے۔

یہ گراں قدر رسائل حضرت شیخ طریقت مولانا ریحان رضا خاں مدظلہ (بریلی شریف) اور حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ (بریلی شریف) کے پاس ہیں، حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں مدظلہ شیخ الجامعہ، جامعہ راشدیہ، پیر گوٹھ (سندھ) کے توسط سے دستیاب ہوئے ہیں جس کے لیے اراکین مرکزی مجلس رضا لاہور ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں۔

حضرت مولانا تقدس علی خاں مدظلہ کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ان رسائل کا یہ نام تجویز فرمایا تھا:

اَعَالِی الْعَطَایَا فِی الْاَضْلَاعِ وَالزَّوَایَا

اضلاع اور زوایا کے بیان میں (اللہ تعالیٰ کے) بلند پایہ عطیات

۲۴/ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲/اکتوبر ۱۹۸۳ء — جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆☆☆

باب نمبر ۹

علم المیراث

۹۔ علم المیراث

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱۔	تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم	امام احمد رضا خاں بریلوی	سکھر	۱۹۷۸ء

عرض سخن:

تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم

تصنیف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ'

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کرم ﷺ کے طفیل قریباً پچاس علوم وفنون میں یدطولیٰ عطا فرمایا تھا' ان کی بصیرتِ ایمانی کا یہ کرشمہ تھا کہ انہوں نے تقریر کی بجائے تحریر پر زور دیا اور ایک ہزار کے قریب تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ آج ان کے وصال کو ساٹھ سال ہونے والے ہیں' لیکن ہماری کم مائیگی اور بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ہم انہیں آج تک دُنیائے علم میں صحیح طور پر متعارف نہ کرا سکے اور نہ ہی ان کی گراں قدر تصانیف کو زیور طباعت سے آراستہ کر سکے۔

جناب پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ' پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج سکرنڈ' نواب شاہ (سندھ) حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ' اور اراکینِ مرکزی مجلس رضا لاہور بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر امام احمد رضا بریلوی کے علوم ومعارف کو جدید انداز میں پیش کیا' جامعہ اشرفیہ' مبارک پور' اعظم گڑھ (انڈیا) کے اصحابِ عزم و ہمت علماء وفضلاء کی کوششوں سے ''فتاویٰ رضویہ'' کی کئی جلدیں (تیسری' چوتھی اور پانچویں) شائع ہو چکی ہیں اور چھٹی جلد کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی طرح شامی پر اعلیٰ حضرت کے حاشیہ ''جدالممتار'' کی اشاعت کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ پاکستان کے کئی ادارے بھی آپ کی تصانیف شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

تاہم جس رفتار سے کام ہو رہا ہے' اسے تسلی بخش قرار نہیں دیا جا سکتا' کئی مخطوطات

پہلے ہی دیمک کی نذر ہو چکے ہیں۔ اگر اسی انداز پر کام ہوتا رہا' تو خطرہ ہے کہ ان قیمتی مخطوطات کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اور علم و تحقیق کے طلب گار اس سے محروم ہو جائیں گے۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی مدظلہٗ العالی کی سرپرستی میں ''ادارۂ اشاعت تصنیفاتِ رضا'' قائم ہو چکا ہے اور قوی امید ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصانیف کی اشاعت کا سلسلہ بہت جلد شروع کیا جائے گا' لیکن یہ کام ایسا نہیں ہے کہ کوئی ایک ادارہ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے' اس لیے پہلی فرصت میں بریلی شریف میں یہ اہتمام ہونا چاہیئے کہ جو احباب مخطوطات حاصل کرنا چاہیں' انہیں ان کے خرچ پر مخطوطات کی فوٹوسٹیٹ کاپیاں فراہم کر دی جائیں' پھر انہیں جدید انداز میں مرتب کر کے اشاعت کا اہتمام کیا جائے' اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی غیر مطبوعہ تصانیف ایک سے زائد جگہ محفوظ ہو جائیں گی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اشاعت کا کام بہتر انداز میں تیزی سے آگے بڑھ سکے گا۔

ہم حضرت مولانا منان رضا خاں زید مجدہٗ' نبیرۂ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری دام مجدہٗ' ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کی فرمائش پر پیش نظر رسالہ مبارکہ ''تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف اعلم'' کی فوٹو کاپی عنائت فرمائی۔ عزیز محترم مولانا ضیاء المصطفیٰ قصوری سلمہٗ ربہ متعلم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ ضلع سرگودھا گزشتہ دنوں بریلی شریف حاضر ہوئے اور حضور مفتی اعظم ہند دام ظلہ العالیٰ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور واپسی پر یہ فوٹوسٹیٹ لائے۔ اس طرح یہ رسالۂ مبارکہ پہلی مرتبہ چھپ کر قدردان ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ حضرت

مولانا منان رضا خاں زید مجدہ آئندہ بھی اس سلسلہ عنایات کو جاری رکھیں گے۔

''تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم'' یہ رسالہ مبارکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' نے ۱۳۲۱ھ میں مرتب فرمایا جس میں علم میراث کے بعض اہم سوالات کے جواب جمع کر دیئے گئے ہیں۔ نقل کرنے والے کا نام معلوم نہیں ہو سکا' اس کا سلسلہ وار نمبر ۲۱۳ ہے۔

یہ رسالہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل : میں اس سوال کا جواب ہے کہ ایک شخص بیوہ' بہن اور بھتیجا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا' زوجہ نے اپنے حصہ کے عوض مکان اور ساز و سامان لے لیا جس کے علاوہ اکیس ہزار روپے نقد تھے' وہ کس طرح تقسیم ہوں گے؟

مولانا عبدالحی لکھنوی نے ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ بہن اور بھتیجے کو باقی مال سے نصف نصف ملے گا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: علم میراث کی اصطلاح میں یہ صورت تخارج کہلاتی ہے' باقی مال سے بہن کو چودہ ہزار اور بھتیجے کو سات ہزار ملیں گے اور مولانا عبدالحی لکھنوی کے جواب کو فاش غلطی قرار دیا۔

دوسری فصل : میں سوال یہ ہے کہ کتب میراث میں اخواتِ عینیہ (سگی بہنوں) اور اخواتِ علاتیہ (باپ کی جانب سے بہنوں) کو بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ عصبہ مع الغیر قرار دیا گیا ہے۔ وَاِنْ سَفَلْنَ (اگرچہ ان سے نیچے ہوں) کی قید نہیں لگائی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوتے کی بیٹیاں' بہنوں کو عصبہ نہیں بنا سکتیں۔ شارح بسیط نے تو اس کی تصریح کر دی ہے' کیا یہ صحیح ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ' نے فرمایا یہ صحیح نہیں ہے اور شارح بسیط کی تصریح درست نہیں ہے۔

تیسری فصل: میں اس امر کی تحقیق ہے کہ مورث کی زندگی میں وارث کے حصہ کے بارے میں جو صلح کی جائے' کیا وہ درست ہے یا نہیں۔

چوتھی فصل میں اس کا جواب ہے کہ حقیقی والدہ کے علاوہ باپ کی دیگر بیویاں اور حقیقی دادی کے علاوہ دادا کی بیویاں وراثت میں سے حصہ پائیں گی یا نہیں؟ اگر نہیں' تو کتب میراث میں جو متعدد دادیوں کی تصریح ہے' اس کی کیا صورت ہوگی؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اس کا تفصیلی جواب دیا ہے۔

پانچویں فصل : میں ایک صورت پیش کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ بنگال میں اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ پوتی اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے' تو کیا پوتی اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ بھی عصبہ بن جائے گی جیسا کہ بہ ظاہر درمختار اور شریفیہ سے معلوم ہوتا ہے۔

اسی فصل میں ایک اور سوال ہے کہ کیا طویل زمانہ گزر جانے سے حق وراثت ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس کا جواب بھی پوری تفصیل سے دیا ہے۔

پیش نظر رسالہ چونکہ مخطوطہ کا فوٹو سٹیٹ تھا اور مسلسل لکھا ہوا تھا' اس لیے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا گیا' اسے مختلف پیروں میں تقسیم کیا اور جو کتابیں دستیاب ہو سکیں' ان سے مقابلہ کر کے عربی عبارات کی تصحیح کی اور حواشی میں ان کا حولہ دے دیا۔ اُمید ہے کہ اہل علم اس حقیر کوشش کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

علم میراث کے یگانہ روزگار ماہر مولانا سراج احمد خانپوری قدس سرہٗ نے ایک رسالہ کی تصنیف کے دوران آپ سے استفتاء کیا تھا کہ ذوی الارحام کی صنف رابع میں مفتٰی بہ قول کونسا ہے؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس کا محققانہ جواب دیا تھا۔ یہ فتویٰ پہلے پہل "سوانح سراج الفقہاء" میں چھپا تھا' اسے بھی راقم نے مرتب کیا تھا' اب مناسبت کی

بنا پر وہ فتویٰ بھی آخر رسالہ میں شامل کر دیا گیا ہے' اس سے پیش نظر رسالہ کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

مولانا محفوظ احمد قادری' ناظم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس نادر رسالہ مبارکہ کی پہلی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ مولائے کریم انہیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور معارف رضا کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی توفیق عطا فرمائے' آمین!

۱رمحرم الحرام ۱۳۹۹ء — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۱ردسمبر ۱۹۷۸ء

☆☆☆☆

باب نمبر ۱۰

متفرقات

۱۰۔ متفرقات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	نظارہ روئے جاناں کا	ڈاکٹر نجیب جمال	لاہور	۱۹۹۹ء
۲	صحابہ کی ثنا	قاضی عبدالدائم دائم	لاہور	۱۹۹۹ء
۳	بریڈفورڈ کانفرنس	محمد عبدالحکیم شرف قادری	لاہور	۲۰۰۱ء
۴	تین مصری دانشور	محمد عبدالحکیم شرف قادری	لاہور	۲۰۰۱ء
۵	ڈاکٹر ضیاء الدین احمد	ڈاکٹر ساجد امجد	لاہور	۲۰۰۲ء
۶	الامن والعلی	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۲۰۰۵ء
۷	صاحبزادہ کی پیدائش پر تہنیت	امام احمد رضا خاں بریلوی		
۸	مکتوب تعزیت بر رحلت یادگار اعلیٰ حضرت	محمد عبدالحکیم شرف قادری		
۹	منقبت	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی		

تقدیم:

نظارہ روئے جاناں کا

ترتیب: ڈاکٹر نجیب جمال، قاہرہ مصر

پیش نظر روح پرور اور دل نواز مقالہ ''نظارہ روئے جاناں کا'' محترم پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال مدظلہٗ استاد زائر، شعبۂ اردو، کلیۃ اللغات والترجمۃ، جامعہ ازہر شریف قاہرہ، مصر کے قلم کا شاہکار ہے، ڈاکٹر صاحب اس سے پہلے اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور میں کلیۂ فنون کے ڈائریکٹر اور شعبۂ اردو و اقبالیات کے چیئر مین رہ چکے ہیں، وہ بڑے نستعلیق قسم کے فاضل ہیں، متانت اور وقار ان کے چہرے بشرے سے جھلکتا ہے، غیر ضروری گفتگو بالکل نہیں کرتے، شعر و ادب کا گہرا ذوق اور وسیع مطالعہ رکھتے ہیں، پاکستانی طلبہ کو ان کی شفقت اور حسن سلوک کا مداح پایا۔

اس مقالے میں انہوں نے بڑے دل گداز انداز میں فکر انگیز اور بصیرت افروز گفتگو کی ہے اور امام احمد رضا بریلوی ہی کے ایک مصرع کے ایک حصے کو اپنے مقالے کا عنوان بنایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے جس والہانہ عقیدت ومحبت سے سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ارمغانِ نیاز پیش کیا ہے۔ اس نے لاکھوں اہل محبت کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اور حضور سید عالم ﷺ کی دیوانہ وار محبت کی روشنی سے منور کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے کا اختتام ان کلمات پر کیا ہے:

مولانا نے غزل کے حسنِ بیان، مثنوی کی روانی اور قصیدے کے شکوہ کو اپنی نعتوں میں اس طرح برتا ہے کہ لطفِ بیان کی ایک نئی جہت وجود

---

(۱) حازم محمد المحفوظ، سید: احمد رضا خاں (الکتاب التذکاری) طبع قاہرہ، ص ۱۶۹

میں آگئی ہے،ان کی نعت میں اردو شاعری کے یہ تینوں مختلف اسالیب ہم آہنگ بھی ہیں اور الگ الگ قابلِ شناخت بھی، یوں ان کی نعت گوئی کے مؤثرات، ترغیبات اور تحریکات کو دیکھتے ہوئے امام احمد رضا خاں بریلوی کو اردو نعت گوئی کا امام بھی کہا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ مقالہ شیخ سید حازم محمد المحفوظ، الاستاذ المساعد قسم اللغۃ الاردیۃ وآدابھا، جامعہ ازہر شریف، قاہرہ، مصر کی فرمائش پر قلم بند کیا جسے انہوں نے اپنی یادگاری کتاب ''مولانا احمد رضا خاں'' (ص ۱۶۹۔۱۶۱) میں شامل کیا، یہ کتاب ستمبر ۱۹۹۹ء میں دارالاتحاد، قاہرہ، مصر سے شائع ہوئی، جو ۳۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا ایک حصہ عربی اور دوسرا اردو کے وقیع مقالات پر مشتمل ہے۔ بعدازاں محترم ڈاکٹر نجیب جمال نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے اپنے ذوق کے مطابق چند نعتوں اور ان کے اشعار کا انتخاب کیا، جو اس مقالے کے آخر میں شامل اشاعت ہے، عزیز القدر ممتاز احمد سدیدی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ ازہر شریف، قاہرہ سے فرمائش کی کہ یہ مقالہ علیحدہ شائع کیا جائے، اللہ تعالیٰ رضا اکیڈمی، لاہور کے اراکین اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے اس مقالہ کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

۶ر ستمبر ۱۹۹۹ء کو راقم الحروف جناب سید وجاہت رسول قادری مدظلہ صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے ساتھ قاہرہ گیا تو ہمارے میزبان محترم اقبالیات اور رضویات کے محقق سید حازم محمد احمد المحفوظ، عزیزم مولانا ممتاز احمد سدیدی، قاری فیاض الحسن جمیل اور دیگر احباب تھے، ان حضرات کے توسط سے امام اکبر، شیخ الازہر محمد سید طنطاوی مدظلہ العالی، ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس علی، کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ، جامعہ ازہر شریف، قاہرہ، ڈاکٹر حسین مجیب مصری، جامعہ عین شمس، شیخ طریقت ڈاکٹر ضیاء

الدین کردی، استاذ فلسفہ وعقیدہ جامعہ ازہر شریف، ڈاکٹر نجیب جمال وغیرہم علماء وفضلاء سے ملاقات ہوئی اور مفید علمی گفتگو ہوئی۔

سید حازم صاحب کے تعاون سے مصر کے نامور فاضل اور علامہ اقبال کی متعدد کتابوں کے مترجم شیخ حسین مجیب مصری مدظلہ نے ''سلام رضا'' کا منظوم عربی ترجمہ کیا اور اس پر ۱۰۵ صفحات کا مبسوط مقدمہ لکھا، یہ ترجمہ ''المنظومة السلامية'' کے نام سے الدار الثقافية للنشر، قاہرہ کے مالک، جناب فتحی نصار نے بڑے اہتمام سے شائع کیا، اس کے علاوہ سید حازم محمد المحفوظ نے ایک یادگاری کتاب ''مولانا احمد رضا خاں'' مرتب کی اور قاہرہ میں ہمارے قیام کے دوران شائع کی، اللہ تعالیٰ انہیں شاد اور آباد رکھے۔ آمین

۳۰ رشعبان ۱۴۲۰ھ
۹ ردسمبر ۱۹۹۹ء

محمد عبد الحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پاکستان

پیش لفظ:

کلامِ رضا اور صحابہ کی ثنا

قاضی عبدالدائم دائم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہٖ الکریم وعلٰی آلہٖ واصحابہ اجمعین

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان کے وہ نابغۂ روزگار تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تقریباً پچاس علوم میں مہارت کاملہ عطا فرمائی تھی۔ اردو، عربی اور فارسی میں ایک ہزار کے قریب تصانیف ان کی وسعت علمی کی ناقابل تردید دلیل ہیں۔ معقولات اور منقولات کے فردِ فرید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ تینوں زبانوں میں قادر الکلام شاعر بھی تھے۔

ڈاکٹر غلام محی الدین الوائی لکھتے ہیں:

''قدیم مقولہ ہے کہ علمی تحقیق اور شاعرانہ نازک خیالی بیک وقت کسی شخص میں نہیں پائی جاتی، لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس نظریے کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ وہ محقق عالم ہونے کے ساتھ بلند فکر شاعر بھی تھے۔ (مجلّہ صوت الشرق، قاہرہ، شمارہ ۱۹۰، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

الحمد للہ! اس وقت جامعہ ازہر شریف، قاہرہ میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف بھرپور انداز میں کروایا جا رہا ہے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے صدر جناب سید وجاہت رسول قادری نے ۲۲ ستمبر ۱۹۹۹ء کو جامعہ ازہر شریف کے کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ میں اہل علم کے ایک اجتماع میں تین فضلاء کو تعارف رضویات کے سلسلے میں قابل قدر خدمات انجام دینے پر ''امام احمد رضا گولڈ میڈل'' پیش کیا۔

❶ ——— ڈاکٹر حسین مجیب مصری، استاذ کلیۃ الآداب، عین شمس یونیورسٹی، قاہرہ۔

❷ —— ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس ،استاذ کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ، جامعہ ازہر۔

❸ —— سید حازم محمد احمد المحفوظ، مدرس مساعد اللغۃ العربیۃ وآدابھا، جامعۃ الازہر۔

ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے پاکستان کے بعض مفکرین (علامہ اقبال) کو ان کے کلام کے ترجمہ سے پہچانا ہے، لیکن امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کو براہِ راست ان کے عربی کلام (بساتین الغفران) کے ذریعے پہچانا —— اور ان کے اس مصرع کا تو جواب ہی نہیں:

''الصبر مفزعنا واللّٰہ مرجعنا''

ڈاکٹر حسین مجیب مصری مدظلہ ساٹھ کتابوں کے مصنف ہیں، جنہیں حکومت پاکستان نے علامہ اقبال کی سات کتابوں کا عربی نظم میں ترجمہ کرنے پر ایوارڈ دیا ہے۔ انہوں نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور زمانہ سلام کا عربی نظم میں ترجمہ کیا ہے اور اس پر ایک سو پانچ صفحات کا مبسوط مقدمہ لکھا ہے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

''محمد احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ عاشق صادق ہیں کیونکہ ان کے عشق کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ ان کے کلام کے ہر لفظ سے محبت کی عطر بیز خوشبو مہکتی ہے —— وہ محبت جو کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے دلوں کو معطر کرتی ہے اور ایمان وایقان والوں کی روح کو سرشار کر دیتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی بدولت انہیں بلند مقام اور فکر کی رفعت حاصل ہوئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ دل ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

(مقدمۃ المنظومۃ السلامیۃ، مطبوعہ قاہرہ، مصر ۱۹۹۹ء)

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کامل الایمان اور متبحر عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت میں فنا تھے۔ وہ ایسی توحید کے قائل تھے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور غلامی کے ذریعے حاصل ہو۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت کی بنا پر اہل بیت کرام اور صحابہ عظام کی محبت و تعظیم کو بھی لازم ایمان اور حرز جان قرار دیتے تھے۔

کلامِ رضا ـــــ اور ـــــ صحابہ کی ثنا

پیش نظر مقالہ مولانا علامہ قاضی عبدالدائم دائم مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، ہری پور کی تحریر لطیف ہے۔ قاضی صاحب وسیع علم و فضل اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ انہیں عربی، فارسی، اردو نظم و نثر میں یکساں دسترس حاصل ہے اور قلم پر پورا کنٹرول ہے، ماہنامہ جام عرفان، ہری پور میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ قسط وار لکھتے رہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت میں ڈوب کر لکھی گئی ہے اور وہی رسالے کی جان ہوتی تھی۔ یہ سیرت مبارکہ ''سید الوریٰ ﷺ'' کے نام سے دو جلدوں میں چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہے۔(۱) ''بلاوا'' کے نام سے حرمین شریفین کا سفرنامہ چھپ چکا ہے۔ ان کی تحریر میں ادبی چاشنی، عالمانہ وقار اور عشق و محبت کی حلاوت ہے۔ جا بجا امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار موقع محل کی مناسبت سے تحریر کرتے ہیں اور خوب انتخاب کرتے ہیں۔

انہوں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے عربی دیوان ''بساتین الغفران'' پر جسے جامعہ ازہر، مصر کے استاذ سید حازم محمد احمد المحفوظ نے ترتیب دیا ہے، شاندار قطعہ تاریخ عربی میں لکھا ہے، جو ان کے ملکۂ شعری کے ساتھ عربی زبان و ادب پر

---

(۱) ۱۹۹۸ء میں کتب سیرت کا اسلام آباد میں جو مقابلہ منعقد ہوا اس میں بحمد اللہ ''سید الوریٰ'' ۹۶ کتب سیرت میں اول آئی اور صدارتی ایوارڈ کی مستحق قرار پائی۔

دسترس کی عمدہ مثال ہے۔اس کے علاوہ ایک مقالہ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل کے خطبہ پر بھی لکھا ہے جس میں امام احمد رضا بریلوی نے حمد و صلوٰۃ کے ضمن میں فقہ حنفی کی نوے کتابوں کے نام سمودئے ہیں۔ مختصر یہ کہ انہیں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے ساتھ خاص قلبی لگاؤ ہے۔ان کے بعض تفردات بھی ہیں جنہیں ان کی خصوصیات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

پیش نظر مقالہ میں قاضی صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے وہ اشعار منتخب کئے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت و جلالت اور مدح و ثنا پر مشتمل ہیں اور ان میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ اس انداز میں ہے کہ اسے نعت کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس میں وہ اشعار شامل نہیں کئے گئے جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مستقل مناقب میں لکھے گئے ہیں۔قاضی صاحب نے ان اشعار کو اس حسین انداز میں پیش کیا ہے کہ ان کا پس منظر اور مطلب پوری طرح اجاگر ہو کر قاری کے سامنے آجاتا ہے۔آخر میں بڑے خوبصورت انداز میں دعوت فکر دی ہے کہ جس امام اہل سنت نے بارگاہِ صحابہ میں اتنے حسین گلدستے پیش کئے ہیں کیا اس پر شیعہ ہونے کا الزام کوئی راست گو اور راست فکر لگانے کی جرأت کر سکتا ہے؟

قاضی صاحب نے سلام رضا کے بعض اشعار کی رواں دواں تضمین بھی کی ہے اور وہ بھی مدینہ منورہ میں۔یہ تضمین بھی اس اشاعت کے آخر میں شامل کی جارہی ہے۔اراکین رضا اکیڈمی، لاہور قاضی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس عمدہ مقالے کی اشاعت کی ہمیں اجازت دی۔مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

۲۶ر جمادی الآخرۃ ۱۴۲۰ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۸/۱اکتوبر ۱۹۹۹ء — استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

انٹرنیشنل امام احمد رضا سنی کانفرنس

منعقدہ: 26/اگست 2001ء بروز اتوار —— بریڈفورڈ

باہتمام: مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام، بریڈفورڈ

زیر سرپرستی: پیر سید معروف حسین عارف قادری نوشاہی

چودہویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز وہ یونیورسل عالم و عارف ہیں جنہوں نے اپنی تقریباً ایک ہزار تصانیف میں مذہب حنفی اور مسلک اہل سنت و جماعت کی بھرپور مدلل انداز میں ترجمانی کی ہے۔ انہوں نے عقیدہ و عقیدت کو دلیل و برہان کی زبان عطا کی ہے، وہ مسلک اہل سنت کا عنوان بن گئے ہیں۔ آج جس مخالفِ حق کو اہل سنت پر تنقید کرنا ہوتی ہے وہ امام احمد رضا کو ہدف تنقید بنالیتا ہے۔ یو۔کے میں حقائق سے بے خبر بعض لوگوں نے مخالفین کے بے جا اور غیر منصفانہ پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف لب کشائی کا وطیرہ اختیار کرلیا ہے۔ کچھ لوگوں نے آڈیو کیسٹیں تیار کر کے پھیلا دی ہیں اور امام احمد رضا بریلوی کے خلاف شکوک و شبہات کا گرد و غبار اڑانے کی سعی نامسعود کی ہے۔

پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی جیسی حساس شخصیت نے اس غلط پروپیگنڈے کا ازالہ کرنے کے بارے میں مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام کے اراکین سے مشورے کے بعد فیصلہ کیا کہ بریڈفورڈ میں ''انٹرنیشنل امام احمد رضا سنی کانفرنس'' منعقد کی جائے اور اس میں خطاب کرنے کے لئے یو۔کے اور دیگر ممالک کے علماء اور سکالروں کو دعوت دی جائے۔ اخبارات اور اشتہارات کے ذریعے اس کانفرنس کی تشہیر کی گئی، 26/اگست 2001ء بروز اتوار مرکزی جامع مسجد تبلیغ الاسلام و اسلامک مشنری کالج، بریڈفورڈ میں یہ کانفرنس پوری شان و شوکت سے منعقد ہوئی، جس میں

یو۔کے کے علماء کا جم غفیر شریک ہوا۔ پاکستان کے آٹھ علماء کا ایک وفد شریک ہوا جو خصوصی طور پر اسی کانفرنس کے لئے پاکستان سے آیا تھا۔ شریک علماء کی فہرست الگ سے اس اشاعت میں شامل کی جارہی ہے۔اس کانفرنس کی چار نشستیں تھیں:

❶ پہلی نشست 12 بجے سے ڈیڑھ بجے نماز ظہر تک،

❷ دوسری نشست نماز ظہر کے بعد 2:30 بجے سے 5:50 تک،

❸ تیسری نشست نماز عصر کے بعد 6:15 سے نماز مغرب 8:15 تک اور

❹ چوتھی نشست نماز مغرب کے بعد رات گئے تک جاری رہی

چار اجلاس مسلسل تقریباً بارہ گھنٹے تک جاری رہے، لیکن علماء اور عوام کا شوق وذوق دیدنی تھا، کیا مجال ہے کہ ان کی دل چسپی میں خلل آیا ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ ایک عرصہ سے اس عاشق خدا اور رسول (جل جلالہ و ﷺ) کا تذکرہ سننے کے لئے بے تاب تھے اور ان کی تشنگی تھی جو بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ آیندہ ''انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس'' ہر سال منعقد کی جائے اور صرف برڈ فورڈ میں نہیں بلکہ لندن سے لے کر ویلز اور گلاسکو تک مختلف شہروں میں کانفرنسیں رکھی جائیں تا کہ ایک کانفرنس میں شرکت کرنے والے مندوبین تمام کانفرنسوں میں شرکت کریں، اس طرح پیغام رضا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی محبت و اطاعت کا پیغام گھر گھر پہنچے اور دعوت اسلام ایک ایک فرد تک پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ وماذلک علی اللہ بعزیز۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے اس کانفرنس کے لئے دو مقالے لکھے تھے جن میں سے ایک اس کانفرنس میں پڑھا گیا۔ پیش نظر اشاعت میں دونوں شامل کئے جا رہے ہیں۔

پاکستان سے درج ذیل علماء اور سکالرز پیر سید معروف حسین قادری نوشاہی

کی دعوت پر بریڈفورڈ آئے اور ''انٹرنیشنل امام احمد رضا سنّی کانفرنس'' میں شریک ہوئے:

1. بین الاقوامی قاری سید صداقت علی، لاہور
2. حضرت علامہ مولانا سید قاری عرفان شاہ مشہدی مدظلہ العالی بھکھی شریف، گجرات
3. حاجی محمد حنیف طیب، رکن سپریم کونسل جماعت اہل سنت پاکستان، کراچی
4. مولانا علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، سربراہ جامعہ نعیمیہ، لاہور
5. پروفیسر محمد صدیق اکبر ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، باغبانپورہ، لاہور
6. محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور و ناظم شعبۂ تعلیم وتربیت جماعت اہل سنت، پاکستان
7. نذیر احمد غازی سابق اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب۔ لاہور
8. مولانا محمد یٰسین قادری۔ لاہور

پیر صاحب موصوف نے ہمیں اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کے لئے بلایا اور ایک عرصہ تک مہمان نوازی سے شادکام کیا، جس کے لئے ہم تہہ دل سے ان کے شکر گزار ہیں، اور دعا گو ہیں کہ مولائے کریم ان کا سایہ تادیر مسلمانوں کے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین!

یکم دسمبر 2001ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

حال مقیم

ساؤتھ فیلڈ سکوائر نمبر 1

بریڈفورڈ۔ یو۔ کے

حرف آغاز:

تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں تقریب

محمد عبدالحکیم شرف قادری

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور صلاۃ وسلام ہو کائنات کی سب سے بہترین ہستی ﷺ پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد مجھے (محمد عبدالحکیم شرف قادری کو) سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کی رفاقت میں عالم اسلام کی قدیم ترین اور عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ اس عظیم یونیورسٹی کو صبح قیامت تک سلامت رکھے، اور اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنائے، ہم اس یونیورسٹی کے بارے میں ایسی ایسی اچھی خبریں سنتے تھے کہ ہمارے دل خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے، ہم نے الازہر شریف کی اسلامی رواداری، اسلام پسندی کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا اور اُس انتہا پسندی سے نفرت کے بارے میں بھی سنا تھا جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ کریم مسلمانوں کو اتحاد نصیب فرمائے، جامع مسجد الازہر اور یونیورسٹی میں خیر و برکت عطا فرمائے۔

ہم مصر میں قیام کے دوران شیخ الازہر پروفیسر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کے خواہش مند تھے، اسی طرح ہمیں الازہر شریف اور اس کے علماء کی زیارت کا اشتیاق بھی تھا، اس کے علاوہ اُن تین مصری اساتذہ کی عزت افزائی بھی ہمارے پروگرام میں شامل تھی جنہوں نے برصغیر کے بہت بڑے صوفی عالم اور شاعر امام احمد رضا خاں قادری کے بارے میں علمی کام کئے تھے، وہ اسلامی اور عربی علوم کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال ادبی صلاحیتوں کے بھی مالک تھے، اس لئے آپ شاعر، فقیہ، محدث، دینی مصلح، اور بہت سی علمی کتب کے مؤلف کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

ہم ۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۶ رستمبر ۱۹۹۹ء کو دل میں الازہر شریف کی زیارت کا شوق لئے مصر پہنچے، اس کے علاوہ ہم اُن اہل بیت عظام اور اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کے بھی مشتاق تھے جن کے دم قدم سے سرزمین مصر نور کی برسات سے نہال ہوئی۔

ہمارے قاہرہ پہنچنے کی خبر قاہرہ کے ایک میگزین ''اللواء العربی'' (شمارہ نمبر ۱۴۵ بروز بدھ بتاریخ ۱۹۹۹۔۹۔۸) میں اس طرح شائع ہوئی: اس ہفتے سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور قاہرہ پہنچے، یہ پاکستانی وفد پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی، شیخ الازہر اور ڈاکٹر نصر فرید واصل، مفتی مصر سے ملاقات کرے گا۔

۵ رجُمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۴ رستمبر ۱۹۹۹ء کو ہمیں الامام الاکبر جناب شیخ الازہر سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، ہم نے انہیں پیکر اخلاق عالم پایا، ان کی طبیعت میں علماء کی روایتی سادگی ہے، ہماری ان سے ملاقات تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہی، ملاقات کے آغاز میں ہم نے انہیں الازہر شریف کے بارے میں پاکستانی عوام کے نیک جذبات پہنچائے اور انہیں بتایا کہ اہل پاکستان دوبارہ ان کی زیارت کے مشتاق ہیں، کیونکہ وہ اس عظیم یونیورسٹی اور اس کے عظیم شیخ کو بڑی محبت اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس عظیم دانشگاہ کو اپنی حفاظت میں رکھے، الازہر شریف کا پوری امت اسلامیہ پر بڑا احسان ہے، اس احسان کا جب بھی ذکر ہوگا الازہر کا شکریہ ادا کیا جائے گا، کیونکہ یہاں عالم اسلام کے نوجوان تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں علم اور میانہ روی کی محبت پیدا کی جاتی ہے۔

ہم نے جناب شیخ الازہر صاحب کو امام احمد رضا خاں بریلوی کی بعض عربی تالیفات پیش کیں، اور بعض کتابیں امام اہل سنت کی زندگی کے بارے میں بھی پیش کیں، اسی طرح ہم نے ان سے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک

اسٹڈیز قاہرہ میں تین مصری اساتذہ کے اعزاز میں پروگرام منعقد کرنے کی اجازت چاہی تو شیخ الازہر صاحب نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور بشرط فرصت شرکت کا بھی وعدہ فرمایا، اسی طرح ہم نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور اور جامعہ امجدیہ کراچی کے لئے ازہری اساتذہ دیئے جائیں تو انہوں نے اسی وقت ان دونوں درخواستوں پر بھی دستخط ثبت فرمائے، اور ملاقات کے آخر میں ہمیں ڈھیر ساری کتابیں عنایت فرمائیں، ان میں ڈاکٹر صاحب کی اپنی تفسیر بھی شامل تھی، اس طرح ہم شیخ الازہر صاحب کے عظیم الشان دفتر سے واپس آئے اور ہمارے دلوں میں الازہر شریف، اس کے شیخ اور اس کے علماء کی محبت میں اضافہ ہو چکا تھا۔

ہماری ملاقات کی خبر ماہنامہ الازہر (رجب ۱۴۲۰ھ/اکتوبر ۱۹۹۹ء) میں اس طرح طبع ہوئی: جناب شیخ الازہر نے اپنے دفتر میں سید وجاہت رسول قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور اور ان کے ہمراہ آنے والے وفد سے بروز بدھ ۵/جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹۹۹/۹/۱۵ ملاقات کی، ڈاکٹر صاحب نے معزز مہمانوں کو الازہر شریف میں خوش آمدید کہا اور معزز مہمانوں نے بھی ڈاکٹر صاحب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا، اور الازہر شریف کی زیارت کے حوالے سے انتہائی خوشی کا اظہار کیا، کیونکہ ان کے اور پاکستانی عوام کے دلوں میں الازہر شریف کی بڑی قدر و منزلت ہے، اور یہی وہ شیریں چشمہ ہے جہاں سے وہ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں، چونکہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کو الازہر کے **معهد القراء ات** (تجوید اور قراءت کی تعلیم کے لئے قائم کردہ ادارہ) کی طرز پر ایک ادارے کی ضرورت ہے، اور اسی طرح انہیں قرآنی علوم کے ماہرین کی ضرورت ہے، اس لئے ہمیں اساتذہ دیئے جائیں نیز انہوں نے شیخ الازہر کو لاہور میں منعقد ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دی۔

ہم نے مصر کے مفتی ڈاکٹر نصر فرید واصل صاحب سے ملاقات کی بھی کوشش کی لیکن ان سے ملاقات نہ ہوسکی، ہمیں بڑی مسرت ہوتی اگر ان کے ساتھ چند گھڑیاں بھی بیٹھتے۔

ہم نے جامعہ الازہر شریف کی فیکلٹی آف لینگوئجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبۂ اردو کا بھی دورہ کیا جہاں ڈاکٹر حازم محمد اردو پڑھاتے ہیں، انہوں نے ہی امام احمد رضا خاں کا عربی دیوان ''بساتین الغفران'' مرتب کیا اور سلام رضا کا اردو سے عربی نثر میں ترجمہ کیا، پھر پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے اس نثری ترجمے کو عربی شعروں میں ڈھالا، اسی طرح ڈاکٹر حازم صاحب نے امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک کتاب شائع کی: ''مولانا احمد رضا خاں کی رحلت پر اسی (۸۰) ہجری سال گزرنے کے حوالے سے یادگاری کتاب ''الکتاب التذکاری مولانا احمد رضا بمناسبة مرور ثمانین عاما ھجریا علی رحیله''

اسی طرح ہم نے جامعہ ازہر کے فیکلٹی آف ہیومنیٹیز (برائے طالبات) میں قائم شعبہ اردو کا بھی مختصر سا دورہ کیا۔

اسی طرح عین شمس یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لٹریچر (كلية الآداب) میں قائم شعبہ فارسی میں فارسی کے مصری اساتذہ سے بھی ملے، ہم عرب دنیا کی سب سے بڑی لائبریری ''دار الكتب المصرية'' میں بھی گئے اور اس کے کئی ہال دیکھے۔

ہمیں قاہرہ اور اسکندریہ میں اہل بیت کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ہم جہاں بھی گئے گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا گیا، بطور مثال ہم پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری کا وہ استقبالیہ ذکر کرنا چاہیں گے جو ڈاکٹر حازم محمد صاحب کی کتاب ''الكتاب التذكاري مولانا احمد رضا بمناسبة مرور ثمانين عاماً هجرياً على رحيله'' میں شائع ہوا، استقبالیہ کا مضمون درج ذیل ہے:

ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں پاکستان سے دو جلیل القدر عالم مصر تشریف لا رہے ہیں، سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ وہ شیخ الازہر، مصری علماء اور ادیبوں سے ملاقات کریں گے۔

بلاشبہ ان دو عالموں کی مصر میں آمد بڑی معنی خیز ہے، دونوں پاکستان کے عظیم عالم دین ہیں اور ان کا مصری علماء دین اور ادیبوں سے ملنا پاکستان اور مصری علماء کے گہرے تعلق کا آئینہ دار ہے۔

ان دونوں مہمانوں کی آمد پاکستان اور مصر کے درمیان دین اور علم کے ناطے محبت اور اخوت پر دلالت کرتی ہے، یہ دونوں مہمان مصر میں بعض علمائے دین اور ادیبوں سے بھی ملیں گے، ہمارے سچے دین نے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کے مسلمانوں کے دلوں اور عقلوں کو ایک پیغام پر جمع کر دیا ہے، یہ دونوں اس حقیقت کی طرف رہنمائی کریں گے جو دین اور علم کے لئے یکساں سودمند ہوگی۔

ہم ان دونوں کی دینداری اور علم کے باعث ان پر نازاں ہیں، اور انہیں مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں، ان کا مصر میں آنا اتحاد بین المسلمین کی واضح دلیل ہے، کیونکہ ایمان ہی انہیں ایک ملک (مصر) میں اور ایک پیغام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ملا رہا ہے۔

بلاشبہ یہ اسلامی وحدت کی حقیقت ہے اور اسلامی دین اس وحدت کا موجد ہے، اور یہ وحدت کا واضح اور مضبوط مظہر ہے۔

ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور ہم ان کے میزبان ہیں، اور ان کی آمد کے تہِ دل سے قدردان ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ ان دونوں جیسے علماء کی تعداد کثیر فرمائے، یہ دونوں اسلامی عزت کے علمبردار ہیں، ہم اسلام پر فخر کرتے ہیں اور ان سے محبت اسلام کے باعث ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتے

ہیں کہ ان دونوں کی مصر میں آمد ہمارے اور مصر کے لئے بھلائی کا راستہ کھلنے کا باعث ہو، اور یہ راستہ ان دونوں کے علاوہ اور پاکستانی علماء کے لئے بھی ہمیشہ کھلا ہے۔

ہم ان دونوں کو خوش آمدید کہتے ہیں، دونوں ایمان میں ہمارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ ایک لمبے فراق کے بعد ان کی فرقت کو دور فرمائے، اور اللہ تعالیٰ کرے کہ مصر میں ان کے بھائی ان کی پرخلوص ملاقات سے شادکام ہوں۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے استقبالیہ کلمات کے بعد اب ہم الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو میں اردو زبان و ادب کے مصری استاذ ڈاکٹر حازم محمد کے استقبالیہ کلمات کا ذکر کرتے ہیں، انہوں نے لکھا:
پاکستان سے معروف علماء دین کا مصر میں آنا مصر اور پاکستان کے درمیان اسلامی ہم آہنگی کا مظہر ہے، ان کی آمد ازہر شریف کی زیارت اور شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کی خواہش، ان لوگوں کی مصر سے محبت پر دلالت کرتی ہے، ہمیں معلوم ہوا کہ ۷/ستمبر ۱۹۹۹ء میں پاکستان سے دو ممتاز اسلامی شخصیات قاہرہ پہنچ رہی ہیں جن میں جناب سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی) اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) شامل ہیں، یہ دونوں حضرات کچھ دن مصر میں قیام کریں گے، اس دوران شیخ الازہر، مفتی الجمہوریۃ (مفتی مصر) نقیب السادۃ الأشراف (مصر میں سادات تنظیم کے سربراہ) شیخ المشائخ (مصر میں سلاسل طریقت کی تنظیم کے سربراہ) اور دیگر دینی و ادبی شخصیات سے ملاقات کریں گے۔

علاوہ ازیں ازہر یونیورسٹی اور عین شمس یونیورسٹی کے اساتذہ اور اردو زبان و ادب کے طلبہ سے ملاقات کریں گے، جبکہ قاہرہ اور دوسرے شہروں میں واقع سیاحتی مقامات اور دینی آثار کا مشاہدہ بھی کریں گے، ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں:

سید وجاہت رسول قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے دوسرے صدر ہیں وہ انتہائی با اخلاق اور متین شخصیت کے مالک ہیں، ان کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے کام میں عالمی سطح پر نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں، انہوں نے کئی کتابوں کا عربی سے اردو اور فارسی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے، وہ پاکستان میں اہل سنت وجماعت کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں، عربی اور فارسی میں تقریر وتحریر کا تجربہ رکھتے ہیں، ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں۔

اور اس طرح ہم اس سفر سے لطف اندوز ہوئے، یہ سفر علمی اور روحانی اعتبار سے انتہائی مفید اور خوش کن تھا، یہ ایام بھلائے نہیں جاسکتے، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ الازہر یونیورسٹی کو ہمیشہ علماء اور طلبہ کے ساتھ آباد رکھے، نیز اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس کی حفاظت فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ الازہر شریف میں حاضر ہونے سے محروم نہ رکھے۔(۱)

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (پاکستان)

---

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے راقم الحروف مورخہ ۱۱ر فروری ۲۰۰۴ء کو دوبارہ الازہر کے ملک مصر میں پہنچا جہاں اگلے دن فیکلٹی آف اسلام اینڈ عربک اسٹڈیز قاہرہ میں عزیزم ممتاز احمد سدیدی کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کا مناقشہ ہونا تھا اور اگلے دن راقم الحروف مناقشے کی اس تقریب میں حاضر تھا اور میرے لئے یہ امر مسرت اور شادکامی کا باعث تھا، اس سفر اور مناقشے کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ الگ ایک مضمون کی شکل میں تحریر کی جائے گی الحمد للہ چار افراد پر مشتمل مناقشہ کمیٹی نے تقریباً تین گھنٹے تک مقالے کا مناقشہ کرکے مقالہ نگار کو مرتبہ "الشرف الاولیٰ" کے ساتھ عربی ادب میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری جاری کرنے کا اعلان کیا، وہ لمحات میرے لئے حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کے ایک خوشہ چیں اور محب کی حیثیت سے بڑے ہی تاریخی تھے، علاوہ ازیں ایک باپ کی حیثیت سے میری جبین نیاز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجا لا رہی تھی۔ الحمد للہ والشکر لہ۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

تقدیم:

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد

مرتب: ڈاکٹر ساجد امجد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاضل علامہ ممتاز احمد سدیدی ازہری سلمہ اللہ تعالیٰ واعلیٰ درجاتہ عالم اسلام کی قدیم ترین اور محترم یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف قاھرہ میں ''الشیخ احمد رضا خاں شاعرا عربیا'' کے عنوان پر مقالہ لکھ کر (۱۴۲۰ء/ ۱۹۹۹ء) میں ایم فل کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں، الحمد للہ تعالیٰ۔ یہ مقالہ سات سو بیس صفحات پر مشتمل ہے اور چھپ گیا ہے، بطور تحدیث نعمت عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عربی میں اتنی ضخیم کتاب شائع کرنے کی سعادت پوری دنیا میں صرف ادارہ '' مؤسسۃ الشرف ،لاہور'' کو حاصل ہوئی ہے۔فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلک،اس اشاعت کا اہتمام حافظ نثار احمد قادری نے کیا

مقام صد شکر ہے کہ اب فاضل علامہ سدیدی جامعہ ازہر شریف ہی سے پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان ''علامہ فضل حق خیر آبادی .... دنیاہ وشعرہ العربی'' لکھ رہے ہیں اور یہ مقالہ تکمیل کے قریب ہے۔قارئین کرام دعا فرمائیں کہ مولائے کریم انہیں جلد از جلد کامیابی حاصل کر کے واپس آ کر دین و مسلک اور ملک وملت کی خدمات جلیلہ کی توفیق عطا فرمائے۔

سب سے بڑا ریاضی دان ـــــ ایک مولوی کے آستانے پر

کچھ عرصہ پہلے انہوں نے مجھے ماھنامہ سرگزشت کراچی کا شمارہ اپریل

۲۰۰۰ء دکھایا جس میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر اور ہندوستان کے مشہور ماہر ریاضی ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے حالات اور ان کی خدمات پر تفصیلی مقالہ شامل تھا۔ یہ مقالہ ڈاکٹر ساجد امجد کی تحقیق اور محنت کا ثمر ہے۔

علامہ سدیدی نے بتایا کہ اس مقالہ کے پڑھنے سے مسرت آمیز حیرت ہوئی کہ دنیائے ریاضی کا شہرہ آفاق فاضل اور ہندوؤں کے دعوائے حساب دانی کو حرف غلط ثابت کرنے والا ماہرِ حساب ایک مسلمان تھا' جس کی پوری زندگی محنت اور لگن سے عبارت تھی، چیلنجوں کا قبول کرنا اس کی سرشت میں داخل تھا' اس پر مستزاد یہ کہ نصرت خداوندی اس کے شامل حال تھی اور وہ ہر قدم پر کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتا ہوا سب مخالفین کو پیچھے چھوڑ گیا۔

اس مقالے کی تعارفی سطور میں ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ لوگ اپنی ذات میں اس قدر غیر معمولی اور منفرد ہوتے ہیں کہ ان کی کوئی دوسری مثال پھر صدیوں تک نظر نہیں آتی' زیر نظر سرگزشت ایک ایسے ہی نابغہ روزگار کی ہے۔''

انہوں نے کلکتہ یونیورسٹی اور الٰہ آباد یونیورسٹی سے ریاضی میں ایم اے درجہ اول میں پاس کیا' کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو کر پہلی پوزیشن حاصل کی' سر آئزک نیوٹن اسکالرشپ حاصل کی۔ جرمنی میں گوٹنجن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا، ریاضی کی مزید تعلیم اٹلی سے حاصل کی، واپسی پر مختلف عہدوں سے ہوتے ہوئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر بنے۔

ایک دفعہ انہیں ریاضی کے ایک مسئلے میں الجھن پیش آگئی، کئی ہفتے کی پوری کوشش اور سوچ بچار کے بعد بھی وہ الجھن حل نہ ہو سکی تو ڈاکٹر صاحب نے جرمنی

جانے کا پروگرام بنایا، تاکہ وہاں کے بڑے بڑے ماہرین ریاضی سے استفادہ کیا جائے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے چیئر مین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ بریلی کے بڑے مولوی صاحب سے ملاقات کرلیں ممکن ہے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں ریاضی کی تعلیم حاصل کر چکا ہوں' کئی ہفتے کی دماغ سوزی کے باوجود میں وہ مسئلہ حل نہیں کر سکا، آپ مجھے ایسے مولوی صاحب کے پاس جانے کا مشورہ دے رہے ہیں جنہوں نے کالج اور یونیورسٹی کی شکل بھی نہیں دیکھی وہ یہ مسئلہ کیسے حل کر سکیں گے؟

اس کے باوجود علامہ بہاری نے اصرار کیا اور کہا کہ ایک دفعہ آپ بریلی تشریف لے جائیں، مسئلہ حل ہو گیا تو سبحان اللہ نہیں تو جرمنی کا راستہ کھلا ہے، آپ بعد میں بھی جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین بادل ناخواستہ بریلی حاضر ہوئے، عصر اور مغرب کے درمیان ملاقات کا وقت مقرر تھا، بریلی کے بڑے مولوی صاحب نے پوچھا کیسے تشریف لائے؟ ڈاکٹر صاحب نے اپنا مسئلہ پیش کیا، انہوں نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمایا:

''لیجئے صاحب اللہ نے آپ کا مسئلہ حل کر دیا۔''

آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ڈاکٹر صاحب پر حیرتوں کے کتنے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں گے؟ وہ بے ساختہ پکار اٹھے:

''اس سے پہلے ہم علم لدنّی کے بارے میں سنا کرتے تھے، لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔''

یہ شخصیت صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے۔

شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے داڑھی رکھ لی تھی اور نماز بھی پڑھنے لگے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ داڑھی بریلی کے بڑے مولوی صاحب کی دین ہے۔ علامہ سدیدی صاحب کا کہنا یہ تھا کہ یہ واقعہ اگرچہ پہلے بھی پڑھا ہوا تھا لیکن یہ مقالہ پڑھنے کے بعد حیرت کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور احساس ہوتا ہے کہ اس مولوی کا علمی قد کتنا بلند تھا کہ وقت کا عظیم ریاضی دان اس کے گھٹنوں تک پہنچتا تھا۔

وہ مولوی علم و فضل کا کوہ ہمالہ تھا، حدیث و تفسیر، فقہ و کلام' تصوف، شعر و شاعری، علم جفر اور نجوم جس علم کا ماہر بھی ان کے آستانے پر حاضر ہوا اس نے اعتراف کیا کہ ان کا مقام کہیں بلند و بالا ہے۔

لاری اڈہ بادامی باغ، لاہور کے پاس ایک نجومی محمد صدیق ہوتے تھے (اس وقت معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟) ایک دفعہ جامعہ نظامیہ رضویہ، راقم کے پاس آئے اور بریلی کے بڑے مولوی صاحب کے علم جفر کے چند رسائل طلب کئے، میں نے ان سے تعارف چاہا تو کہنے لگے میرے استاذ علم نجوم کے بہت بڑے ماہر تھے، ایک روڈ پر بیٹھتے تھے، ایک دفعہ شمالی ہند کے دورے پر گئے تو سوچا بریلی کے بڑے مولوی صاحب سے بھی ملاقات کرلیں۔ عصر کے بعد حاضر ہوئے۔ بڑے مولوی صاحب نے حاضرین میں سے ایک ایک شخص سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ جب میرے استاد سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں کون ہوں؟ بڑے مولوی صاحب نے انہیں گھور کر دیکھا اور فرمایا اچھا اور ایک کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا اور کہا اس پر لکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر کہا اب ان حروف کو الگ الگ لکھو جیسے کہ علم جفر کا قاعدہ ہے، پھر انہیں ہی کہا ان میں اس طرح ترتیب بدلو، یہ کرو، وہ کرو، چند دفعہ کے الٹ پھیر کے بعد کہا کہ ان حروف کو اکٹھا کر کے کلمات بناؤ، جب انہیں مرتب کیا تو یہ جملہ سامنے آیا:

تم نجومی ہو۔

میرے استاذ پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ فوراً ایک دونی جیب سے نکال کر نذر کی اور اسی وقت اٹھ کر چلے آئے۔ بدحواسی میں وہ پرچی بھی وہیں چھوڑ آئے، جس پر سوال کا جواب حل کیا تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ بڑے مولوی صاحب کون تھے؟ تعجب ہے کہ آپ نہیں جانتے، ان کو تو ایک دنیا امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جانتی ہے۔

سدیدی صاحب کے مشورے پر رضا اکیڈمی' لاہور کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ یہ مقالہ شائع کر کے تقسیم کرنا چاہیے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے ساتویں کلاس کے طلبہ نے بھی اس میں مالی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اراکین رضا اکیڈمی، لاہور مقالہ نگار ڈاکٹر ساجد امجد اور ادارہ ماہنامہ سرگزشت کراچی کے شکریہ کے ساتھ یہ مقالہ شائع کر کے مفت تقسیم کر رہے ہیں۔

مولوی کی ضرورت؟..................

مولوی چونکہ اسلام کا ترجمان ہے اس لئے لادینی اور طاغوتی قوتوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا ہے اور آج بھی کھٹک رہا ہے، انگریز نے اپنے دور حکومت میں مولوی کی اہمیت کو کم کرنے بلکہ ختم کرنے کی شعوری کوششیں کیں مثلاً اس دور میں درس نظامی کے فاضل کی تنخواہ سترہ روپے اور فاضل عربی حکومت کا امتحان پاس کرنے والے کی تنخواہ پچیس روپے تھی۔ پھر زمینوں کے کاغذات پر جہاں کمیوں کا خانہ ہوتا، لوہار، کمہار، بڑھئی اس کے ساتھ ہی مولوی کا خانہ ہوتا۔

آج ہمارے معاشرے میں دینی اور اسلامی سوچ رکھنے والے احباب بھی

جب ''مولوی'' کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کی تیوری چڑھ جاتی ہے اور لہجہ بدل جاتا ہے، آیئے آپ کو موجودہ دور کے ایک دانشور اور جدید تعلیم یافتہ شخصیت کی کچھ باتیں سنائیں۔ یہ ہیں قدرت اللہ شہاب ایسے درویش منش بیوروکریٹ اور واصف علی واصف ایسے صالح فکر دانشور کے حلقہ احباب کے آدمی جناب اشفاق احمد (تلقین شاہ) جو عرصہ دراز سے ریڈیو اور پھر ٹیلیویژن پر اپنے ڈراموں اور افسانوں کے ذریعے اظہار خیال کرتے رہتے ہیں۔

۱۸ نومبر ۲۰۰۱ء کو ان کا انٹرویو روزنامہ جنگ لندن کے سنڈے میگزین میں شائع ہوا تھا' اس انٹرویو کے کچھ حصے سطور ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں۔

اشفاق احمد: مشکل یہ ہے کہ کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ ملّا کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ اس کو جوتے مار کر باہر نکالو' کیا ہم دین کا مسئلہ خود نہیں جانتے؟ اکثر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ اسلام میں ملائیت کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس پر میں یہ کہتا ہوں کہ قانون میں وکیل کی گنجائش ہی نہیں، میں پڑھا لکھا آدمی ہوں' میں قانون پڑھ سکتا ہوں تو وکیل کی کیا ضرورت ہے، میں اپنا کیس خود لڑوں گا۔

کل آپ کو کوئی تکلیف ہو پیٹ میں اور آپ یہاں آجائیں تو میں کہوں یہ تو اپنڈکس ہے جلدی سے لیٹ جاؤ' میں چھری لاتا ہوں' میں نے کتاب پڑھی ہے اور وہ پاس رکھ کر تمہارا اپریشن کردوں گا۔ لیکن آپ کہیں گے کہ مجھے مرنا منظور ہے لیکن میں تم سے اپریشن نہیں کراؤں گا۔

جنگ: تو کیا آپ کا خیال ہے کہ ملا کا ہونا ضروری ہے؟

اشفاق احمد: میرا یہ خیال نہیں۔ میں آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آپ بتائیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس پر غور کیا جانا چاہیے۔ میں درس نظامی والوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ یہ آپ کا اتنا پرانا سلیبس ہے اس میں کوئی تبدیلی کریں جس پر انہوں نے کہا کہ ہم

اس میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے لیکن آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ اپنے بچوں کو فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی ضرور پڑھائیں تا کہ جب کبھی ہمیں کوئی کام ہو، کوئی بیماری ہو تو ہم آپ کے پاس آئیں اور جب کبھی آپ نے کوئی دینی مسئلہ پوچھنا ہو تو آپ ہمارے پاس آئیں۔ دیکھئے عزیز من! جان ہمیں بہت پیاری ہے، ہم ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتے ہیں، عزت ہمیں بہت پیاری ہے ہم وکیل کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن ایمان ہمیں پیارا نہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ہم ملاّ کو کیوں رکھیں؟ اس لئے درس نظامی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے بڑی اچھی بات کی کہ درس نظامی کے کورس کو ماڈرن کرنے کے لئے آپ ہمیں جو کہہ رہے ہیں یہ بالکل اسی طرح ہے کہ کل کو آپ کہیں گے ایل ایل بی کے کورس میں ٹیڈی بکریاں پالنے کے طریقے پڑھائے جائیں اور ایم بی بی ایس کے کورس میں جوئیں مارنے کے طریقے پڑھائے جائیں، ہنستے ہوئے اللہ کے واسطے کچھ سوچیں۔

جنگ: اشفاق صاحب جب آپ نے ملاّ کی حمایت شروع کی تو اس وقت کے ملاّ میں اور آج کے ملاّ میں بہت فرق ہے اس وقت کا ملاّ ایک مظلوم اور غریب آدمی تھا آج کا ملاّ بہت طاقتور ہے اس کے ہاتھ میں کلاشنکوف ہے تو کیا اب بھی آپ اس کی حمایت کرتے ہیں؟

اشفاق احمد: میں اس کی پہلے سے زیادہ حمایت کرتا ہوں کیونکہ میں اس سے روز ملتا ہوں میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جاتا ہوں میں نے ملاّ کو وہی پایا ہے جو آج سے ۲۰ برس پہلے تھا۔ یہ جو کلاشنکوف والے ہیں یہ ملاّ نہیں ہیں۔ اللہ کے واسطے یہ ملاّ نہیں ہیں۔ یہ سیاستدان ہیں جنہوں نے مولوی کا چولا پہنا ہوا ہے۔ یہ بڑے ظالم لوگ ہیں یا مافیا ہیں یہ ملاّ نہیں ہے۔ ملاّ سے میں آپ کو ملاتا ہوں جو جمعدار سے کم تنخواہ لے رہا ہے۔ ۶۳۰ روپے تنخواہ لیتا ہے اور جمعہ کو خطبہ دیتا ہے۔ پلیز اصلی ملاّ کی

پشت پناہی کریں اور ان بدبختوں سے جان چھڑائیں۔

جنگ: تو پھر جہاد کرنے والے کون ہیں؟

اشفاق احمد: کون............؟

جنگ: کلاشنکوف کے ساتھ جہاد بھی تو کیا جا رہا ہے، کیا آپ اس جہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔

اشفاق احمد: ہاں ہاں اگر آپ کے محلے کا ملا اس کی منظوری دیتا ہے تو یہ جہاد جائز ہے لیکن اگر کوئی کہتا ہے کہ تم جا کر شیعہ کو مار دو تو اس بات کی منظوری مولوی نہیں دے گا۔

جنگ: اشفاق صاحب آپ کیا بات فرما رہے ہیں؟ کچھ مولوی تو ظاہر ہے منظوری دیتے ہیں تبھی تو فرقہ وارانہ دہشت گردی چلتی ہے۔

اشفاق احمد: یہ ایک مافیا ہے۔ آپ کل مولوی کے روپ میں کوئی سکیم چلا دیں۔ داڑھی رکھ لیں اور چھوٹے چھوٹے ڈبوں والا عمامہ باندھ لیں۔ مافیا بن جائیں۔ ان لوگوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں یہ بندے سارے جن کے بڑے بڑے نام ہیں مولوی نہیں ہیں۔ ان کا کلاشنکوف سے، ان کا پیسے سے، ان کا باہر کی دولت سے تعلق ہے۔ ان کے خلاف ڈٹ کر جہاد کریں۔ جب آپ ملا کہہ دیتے ہیں تو ساری کی ساری برادری شمار ہوتی ہے اور پرویز مشرف بھی کہہ دیتے ہیں کہ ملا نے برباد کر دیا۔ ان کو کچھ نام دیں لیکن خدا کے واسطے یہ ملا نہیں ہیں یہ مولوی نہیں ہیں یہ عطائی ملا ہیں جس طرح عطائی ڈاکٹر ہوتے ہیں یہ اس طرح کے عطائی ملا ہیں۔

جنگ: صوفی اور ملا تو بالکل دو متضاد رویے ہیں لیکن آپ صوفی کے بھی حمایتی ہیں اور ملا کے بھی............؟

اشفاق احمد: بہت زیادہ میں صوفی کا بہت حمایتی ہوں وہ اس لئے کہ صوفی دین کا عملی

رخ پیش کرتا ہے۔ ملاّ دین کا فکری رخ لے کر چلتا ہے، میں نے آپ سے کہا نا کہ ملاّ ظالم، سخت اور سیاسی بن کر چلتا ہے۔ اس کی بھی ضرورت ہے اور ایک محبت کے ساتھ ذکر کرنے والا ہوتا ہے اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے یہ دونوں پول ہیں ایک مثبت اور دوسرا منفی جس سے بلب جلتا ہے۔ آپ کسی ایک کو مثبت اور کسی دوسرے کو منفی نہیں کہہ سکتے۔ میں اس وقت عام مثبت اور منفی کی بات نہیں کر رہا بلکہ بجلی کی رو میں استعمال ہونے والے مثبت منفی پولز کی بات کر رہا ہوں، جو کہ ایک دوسرے کے لئے ضروری ہوتے ہیں، یہ دونوں ہوں تو بلب جلے گا خالی صوفی یا ملاّ بلب نہیں جلا سکتے۔ اسلام کی عملی زندگی کا نمونہ صوفی پیش کرتا ہے، خود اس پر عمل کر کے اور مولوی کہتا ہے کہ اگر تم نے مجھ سے کوئی بات پوچھنی ہے تو میں تمہیں قرآن وسنت کی بات بتا دیتا ہوں تم سے اس پر عمل ہو جاتا ہے یا نہیں ہو جاتا۔

جنگ: لیکن سر اگر ملاّ اتنا ہی آئیڈیل ہوتا تو معاشرے کا پسندیدہ آدمی ہوتا۔

اشفاق احمد: اتنا ہی آئیڈیل ہو ملاّ تو اب تک زندہ نہ رہے۔ یہ تو چلتا رہے گا۔ یہ کاروان اسلام کا چلتا رہے گا اور ملاّ اس میں اسی طرح زندہ رہے گا، میں نے بڑی کوشش کی اس کو نکالنے کی، علامہ اقبال نے بھی یہ کوشش کی، میں تو چھوٹا آدمی ہوں، مولانا روم نے بھی کی لیکن یہ تو چلے گا، یہ چوکیدار ہے یہ آواز دیتا رہے گا، سیٹی بجاتا رہے گا کہ خبردار۔

جنگ: علامہ اقبال کی بات نہیں مانی کونسی بات اور کس نے نہیں مانی؟

اشفاق احمد: نہیں مانی۔ یہ ملاّ اسلام سے نکل ہی نہیں سکتا۔ علامہ اقبال بہت بھلے آدمی تھے، وہ بے چارے روز سوچتے تھے انسانیت کے نام پر انہوں نے بھی بڑی بات کی ہے، اسلام کے نام پر انہوں نے بات کی ہے، صوفی کے نام پر انہوں نے بات کی ہے، اس ملاّ کو نکالو لیکن یہ ملاّ بڑا ٹیڑھا ہے، ملاّ میں اتنی کجیاں ہیں کہ آپ ان کو گننے

بیٹھ جائیں تو آپ کو شام پڑ جائے، لیکن اس کے باوجود میرے باپ کو اسلام تک لانے والا وہی ملاّ ہے۔

دیکھئے میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ایک ملاّ کو پھانسی کی سزا ہوگئی وہ بھاگا اور چلتا چلتا آسام کے جنگلوں میں پہنچ گیا، وہاں ایک جگہ پر چھپ گیا وہاں بڑے بڑے نرسل ہوتے ہیں جہاں پر ہاتھی چھپ سکتے ہیں۔ اس نے وہاں پر دیکھا کہ جولاہے بیٹھے کپڑا بن رہے تھے، ان جولاہوں سے اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم مسلمان ہیں، اس نے کہا کلمہ سناؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم کو تو نہیں آتا، اس نے پوچھا کہ تمہارا رسول کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں پتہ، لیکن ہیں مسلمان کیونکہ ہمارے دادا پردادا مسلمان تھے۔ اس نے کہا کہ دیکھو پتھر اکٹھے کرو۔ پتھر اکٹھے کر کے اس نے ایک کوٹھری بنائی، اس کو دروازہ لگایا اور ان سے کہا کہ میں یہاں کھڑا ہو کر ایک آواز نکالا کروں گا تم اس وقت اپنا کام چھوڑ کر یہاں پہنچ جایا کرنا، چنانچہ وہ وہاں پر اذان دینے لگا اور وہ لوگ اس کی آواز سن کر وہاں پہنچ جاتے اور جس طرح وہ کرتا اسی طرح وہ بھی نماز پڑھتے جاتے، اسی طرح دو تین سال بعد انگریز کے ہاتھوں وہ پکڑا گیا اور اس کو ہتھکڑی لگ گئی، تو وہ سارے جولاہے رونے لگے کہ ہمارا لیڈر پکڑا گیا اور مسجد کو تالا ڈال دیا تو اس نے جاتے ہوئے ان سے کہا کہ مجھے تو یہ کالے پانی لے کر جا رہے ہیں لیکن تم کو وہ وقت یاد ہیں تم ان ہی اوقات میں اسی طرح اس مسجد کے باہر آ کر اسی طرح کرتے رہنا، کیونکہ ان بیچاروں کو ابھی پوری نماز نہیں آتی تھی، تو وہ ویسے ہی کرتے رہے۔ ۲۳۱ (بلکہ 89 سال، کیونکہ 1857ء سے لے کر 1946ء تک اتنے ہی بنتے ہیں۔ ۱۲ قادری) گزرنے کے بعد جب ریفرنڈم ہوا تو وہ علاقہ پاکستان میں شامل ہوا، یہ سلہٹ کا علاقہ تھا وہ مسلمانوں اور ملاّ کی وجہ سے شامل ہوا انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں ہم تو مشرقی پاکستان میں

شامل ہوں گے، تو یہ تو چلے گا مجبوری ہے۔ اگر اس کے ساتھ دوستی کرلو گے تو ریلیکس ہو جائے گا۔ اس کو تو ہم نے معاشرے کا ''شودر'' بنا کر رکھا ہوا ہے۔ کسی بھی پڑھے لکھے آدمی سے پوچھیں سوائے میرے، صرف میں ہی ان کو لے کر چلتا ہوں کہ اللہ کے واسطے ان سے ملو۔

یہ ہیں جناب اشفاق احمد کے خیالات' عرض یہ کرنا ہے کہ ہمیں مولوی کے بارے میں اپنی سوچ کا زاویہ درست کرنا چاہیے، کبھی ہم نے سوچا کہ ایم۔اے کے مساوی سند رکھنے والا دینی مدرسہ کا مدرس ماہانہ چار ہزار روپے تنخواہ پا رہا ہے، کالج اور یونیورسٹی کا مدرس پندرہ سے اٹھارہ ہزار تنخواہ لے رہا ہے، اتنے بڑے فرق کے باوجود دینی مدرسہ کا مدرس پانچ گھنٹے پڑھاتا ہے اور کالج کا لیکچرار ڈیڑھ دو گھنٹے پڑھا کر فارغ ہو جاتا ہے اس کے باوجود اگر دین کے خادموں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے اور انہیں کہا جائے کہ یہ بھی تمہاری ذمہ داری ہے اور یہ بھی تو اس کی شکایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اور خادمان دین کے بارے میں صحیح سوچ اور فکر عطا فرمائے۔

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

۶/ اگست ۲۰۰۲ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور...... پاکستان

عربی کے دو صفحوں کا ترجمہ:

الامن والعلی

از: امام احمد رضا خاں بریلوی

میں کہتا ہوں کہ اضمحلال (مستغرق اور گم ہونا) دو قسم ہے (۱) اضطراری یہ تمام مخلوق کے لئے ثابت ہے (۲) اختیاری یہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کے ساتھ خاص ہے، جو صفت مشیّت اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت میں امتیاز رکھتے ہیں ان کے سردار اور نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ملا علی قادری نے ان دونوں قسموں کے درمیان فرق نہیں رکھتے۔

ملا علی قاری نے علامہ طیبی کی تقریر پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ان کے جواب سے ''واؤ'' کے استعمال کرنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ طیبی نے اپنا کلام ''واؤ'' کے استعمال کو جائز ثابت کرنے کے لیے نہیں چلایا تھا، یہاں تک کہ اگر ان کا کلام اس مقصد کا فائدہ نہ دے سکے تو ان کے مقصد میں نقص لازم آئے۔ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسروں کی مشیّت میں فرق ظاہر کرنا چاہتے تھے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فلاں کی مشیت کا ذکر ''ثم'' کے لفظ کے ساتھ کر دیا، لیکن اپنی مشیت کا ذکر نہیں فرمایا (ارشاد فرمایا: **لکن قولوا ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان**، مشکوٰۃ شریف)

یہ فرق ان کے ایک وجہ کے بیان سے مستفاد ہے، جیسے کہ آپ ہم سے اس کی تقریر سن چکے ہیں، مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ اس اعتراض سے ان کا مقصد کیا ہے؟

پھر فرق کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ **ولٰکِنْ قُوْلُوْا**

مَاشاء اللّٰہُ ثم شاء فلان'') یہ محض رخصت کے لئے ہے اور اگر اس جگہ فرماتے (قُولُوا مَاشاء اللّٰہ ثم شاء محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم) تو یہ امر وجوب یا استحباب کے لئے ہوتا حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ دوسرے ارشاد میں لفظ ''لٰکن'' مذکور نہیں ہے اس لئے ملا علی قاری اس سے اس بات کا استنباط کرتے ہیں کہ اس صورت میں امر مقصودی ہوگا جو کم از کم استحباب کے ہوتا ہے، برخلاف پہلے ارشاد کے کہ وہاں نہی کے بعد لفظ ''لٰکن'' استدراک کے لئے ہے اس لئے محض رخصت کا فائدہ دے گا۔ یہ وہ بات ہے جو ان کے مقصد کی وضاحت کے لئے مجھے ظاہر ہوئی ہے، قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ اس تقریر کے مطابق فرق عبارت کی طرف راجع ہے اگر اِس جگہ لفظ ''لکن'' ذکر کیا جاتا تو ''ثُم'' کے ساتھ عطف جائز ہوتا اور اگر اُس جگہ لفظ ''لکن'' ترک کر دیا جائے تو فرماتے کہ کہو: ماشاء اللّٰہ وحدہٗ'' پھر ملا علی قاری نے فرمایا کہ فلاں کی طرف جس مشیت کی نسبت کی گئی ہے مشیّت جزئیہ ہے اسے مشیّت کلیہ پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، جیسے کہ ہم کلام سابق میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بحث سے علیحدہ چیز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت بھی اللہ تعالیٰ کی تمام مرادوں کا احاطہ نہیں کرتی ھذا۔

علامہ طیبی نے ایک چوتھی وجہ بھی بیان کی تھی اور وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہو (ماشاء اللّٰہ وحدہٗ) اس لئے کہ اگر صحابۂ کرام یوں کہتے (ما شاء اللّٰہ وَشاءَ محمد'') تو اس میں بطور ریا اور سُمعہ آپ کی عظمت کے اظہار کے وہم کا گمان ہوتا۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا: ماشاء اللّٰہ وحدہٗ کہو۔

میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لفظ ''ثُمَّ'' کے ساتھ بھی ذکر کیا جاتا تو بھی وہ وہم برقرار رہتا، اس لئے وہاں بھی صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔

ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہم ''واؤ'' کی وجہ سے پیدا ہوا ہے[1]، اگر یہ ان کا مقصد ہوتا تو جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے وہ وجہ فرق نہ بن سکتا، یعنی ''ثُمّ'' کے بعد غیر کی مشیئت کا ذکر کیا جا سکتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیئت کا ذکر نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس تقریر کے مطابق اگر خرابی لازم آتی ہے تو ''واؤ'' میں ہے نہ کہ ''ثُمّ'' میں، حالانکہ گفتگو ''ثُمّ'' ہی میں ہے، لہذا یہ مطلب مراد لینے سے اصل مقصد سے خارج ہونا لازم آئے گا، یہ ان کے کلام کی تقریر ہے جو میری سمجھ میں آئی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ سب سے کمزور وجہ ہے، اس گمان کا کیا جواز ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ذکر فرما دیں تو آپ کو اپنے صحابۂ کرام کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انہیں ریاء اور سُمعہ کا وہم ہوگا، یہ گمان تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہے اور نہ صحابۂ کرام کے۔

سب سے بہتر وجہ وہ ہے جو ہم علامہ طیبی اور شیخ محقق کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، اگر چہ ان توجیہات کی ضرورت نہیں ہے، جیسے کہ آپ جان چکے ہیں اور ملا علی قاری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ اصل سوال مندفع ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''فلان'' کے عموم میں داخل ہیں، اس لئے (**ماشاء اللّٰہ ثم ماشاء محمد" صلی اللّٰہ علیہ وسلم**) کہنا جائز ہے اور (**ماشاء اللّٰہ وشاء محمدُ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**) کہنا جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ملا علی قاری کو ابن ماجہ کی حدیث مستحضر ہوتی تو انہیں ''فلان'' کے عموم کی حاجت نہ ہوتی اور یہ حدیث سائل کے پیش نظر ہوتی تو وہ سوال ہی نہ کرتا اور جواب دینے والے حضرت کو یاد ہوتی تو انہیں طرح طرح کی توجیہوں کی ضرورت نہ پڑتی، پاک ہے وہ ذات اقدس جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ **والحمد للّٰہ تعالٰی**۔

۲۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ (ترجمہ: محمد عبدالحکیم شرف قادری)

---

(۱) جیسے کہ رد کرنے والے فاضل (ملا علی قاری) نے وہم کیا، انہوں نے گمان کیا کہ واؤ میں محض تہمت کا منافی نہیں ہے بلکہ وہ برابری میں نص ہے، اور آپ ان کے وہم کا ناقابل تردید وجوہ سے باطل ہونا جان چکے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

حضرت سید ابراہیم میاں صاحب مارہروی رحمہ اللہ تعالیٰ

کے فرزند ارجمند کی

تاریخ پیدائش

"تاریخُ وِلَادَۃِ الْوَجِیہِ" (معزز بچے کی تاریخ ولادت)

۱۲ ھ ۱۳

نتیجۂ فکر: امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ وتشریح: محمد عبدالحکیم شرف قادری

درس می گفتم بہ منطق منطقم معنیٰ کشا
طالباں چوں ذہن حاضر، ذہن چوں معنیٰ رسا

(ترجمہ) میں علم منطق کا سبق پڑھا رہا تھا، میری گفتگو مطلب کو بے نقاب کر رہی تھی، طالب علموں کا ذہن حاضر تھا اور میرا ذہن مطلب تک پہنچنے والا تھا۔

(شرح) اس شعر میں لفظ منطق دو دفعہ آیا ہے، پہلی مرتبہ منطق سے مراد علم منطق ہے اور دوسری دفعہ منطق سے مراد گفتگو ہے۔

بود ذکرِ وضعِ ج ب، رمزِ عامِ وضع و حمل
ج ہمی گفت آمد و ب آنکہ با خیر و بہا

(ترجمہ) ج ب کی وضع کا ذکر تھا جو کہ وضع وحمل کا عام اشارہ ہے۔ ج کہتا تھا کہ وہ آ گیا ہے اور ب نے کہا کہ آنے والا خیر وخوبی کے ساتھ آ گیا۔

(شرح) منطقیوں نے مختلف قضایا حملیہ کی مثال دینے کے لئے ایک مختصر قضیہ تیار کیا

ہے اور وہ ہے ج ب ۔ ج سے مراد موضوع ہے اس جگہ کسی بھی موضوع کو رکھا جا سکتا ہے۔ ب سے مراد محمول ہے خواہ کوئی بھی محمول ہو۔ چونکہ منطقی گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے وضع اور حمل کا قریبی معنی ہوگا موضوع اور محمول ہونا اور وضع کا بعید معنی ہوگا، بچے کا جننا اور حمل کا بعید معنی ہوگا عورت کا امید سے ہونا، سننے والے کا ذہن قریب معنی کی طرف جائے گا، جبکہ متکلم کی مراد بعید معنی ہے اسے صنعت ایہام کہتے ہیں۔

می زدم فالِ فرح از منطق ایں ہر دو حرف
کامدم از بلگرام ایں مژدۂ فرحت فزا

(ترجمہ) میں ان دو حرفوں کی گفتگو سے خوشی کی فال لے رہا تھا کہ اچانک بلگرام سے یہ فرحت افزا خوشخبری آئی۔

کاقترانی ، شکل جانی مُنتِج[1] مطلوب شد
آمد آں مقصودِ ج باخیر آں محمودِ با

(ترجمہ) کہ شکل جانی اقترانی نے مطلوب کا نتیجہ فراہم کر دیا ہے، وہ ج کا مقصود آ گیا اور ب کا محمود خیر کے ساتھ جلوہ گر ہو گیا۔

(شرح) قیاسِ اقترانی منطق کی اصطلاح میں وہ قیاس ہے جس کا نتیجہ یا نقیض نتیجہ قیاس میں بالفعل (یکجا) مذکور نہ ہو، اسی طرح منطق کی اصطلاح میں شکل صغریٰ اور کبریٰ کی اس مجموعی کیفیت کو کہتے ہیں جو انہیں حد اوسط کی تکرار کے اعتبار سے لاحق ہو، لیکن امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا لغوی معنی مراد لے رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بلگرام سے یہ خوشخبری آئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سید ابراہیم میاں مارہروی کو فرزند ارجمند عطا فرمایا ہے، جیسے کہ آئندہ شعر میں یہ بات صراحت کے ساتھ آ رہی ہے۔

---

(۱) میرے سامنے جو تاریخ ولادت کی منظوم تاریخ ہے اس میں ہے "منتج و مطلوب" معنوی اعتبار سے یہ واؤ زائد معلوم ہوتی ہے اس لئے حذف کر دی گئی ۱۲ اشرف قادری

حق بہ ابراہیم نورِ عین و سعدِ قلب داد
موصلِ تصدیق ایمانش کند فضلِ خدا

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم مارَہرَوِی (راء پر زبر، ہاء ساکن اس کے بعد پھر راء پر فتح) کو آنکھ کا نور اور دل کا سرور عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ان کے ایمان کو تصدیق تک پہنچانے والا بنائے (یعنی ان کے ایمان کو دوسروں کے لئے حصول تصدیق کا ذریعہ بنائے۔

قولِ شارع را الٰہی قولِ او شارح بکن
دینِ بارع را خدا یا فعلِ او حُجت نما

(ترجمہ) اے اللہ! ان کے قول کو حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا شارح بنا اور اے خدا! دین عظیم کے لئے ان کے فعل کو حجت بنا (یعنی ان کا ہر فعل دین متین کے مطابق بنا۔)

(شرح) منطق کی اصطلاح میں قولِ شارح اس معلوم تصوری کو کہتے ہیں جو مجہول تصوری تک پہنچنے کا ذریعہ بنے اور حُجت اس معلوم تصدیقی کو کہتے ہیں جو مجہول تصدیقی تک پہنچنے کا وسیلہ بنے، لیکن امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قولِ شارح اور حُجت کو لغوی معنی میں استعمال کیا ہے۔

منطقیے گفت تاریخش بگو گفتم بجاں
ازہمیں حج بتہ کہ خوانی سال می آید بجا

(ترجمہ) ایک منطقی نے کہا کہ اُس نومولود کی تاریخ پیدائش ارشاد فرمائیں، میں نے کہا میں دل و جان سے تیار ہوں، یہی حج بتہ جو آپ پڑھ رہے ہیں، اسی سے سال

پیدائش برآمد ہورہا ہے۔

لیک عکسِ مستوی کن، وفقِ وضع وطبع
حمل پیش از وضع باشد بؔ بود[1] بالائے جا

(ترجمہ) لیکن وضع اور طبع کے مطابق اس کا عکس مستوی نکالیں (یعنی جؔ جو موضوع تھا اسے محمول بنادیں اور بؔ جو محمول تھا اسے موضوع بنادیں) حمل وضع (پیدائش) سے پہلے ہوتا ہے اور بؔ اپنی جگہ پر آجائے گی۔

(شرح) منطقی اصطلاح کے مطابق جؔ موضوع کی علامت اور باء محمول کی علامت ہے، امام احمد رضا اس جگہ بھی حمل اور وضع کو لغوی معنوں میں استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بؔ حمل کی علامت ہوتی ہے اور حمل پہلے ہوتا ہے اور جؔ وضع کی علامت ہے اور وضع (پیدائش) بعد میں ہوتی ہے، اب عبارت یوں ہوگی:

بؔ جؔ

نزدِ اکثر با اَلِف اِلف ست جؔ را ہمچو بؔ
لفظ را حاکم بکن تا حرف گرد چار تا

(ترجمہ) اکثر علماء کے نزدیک بؔ کی طرح جؔ کو بھی الف کے ساتھ الفت ہے، لفظ کو حاکم بنائیں تاکہ چار حرف ہوجائیں (بؔ آجؔ آ)

پس چہار آ حادرا اعداد ترتیبا ً نگار
ایں مراتب میرود تا الف و حاجت شد روا[2]

---

(۱) لفظ ''بود'' اصل میں نہیں تھا راقم نے اضافہ کیا ہے۔۱۲ اشرف قادری

(۲) یہ جگہ خالی تھی راقم نے ''شد روا'' لکھ کر شعر پورا کردیا ہے۔۱۲ اشرف قادری

(ترجمہ) پھر چار حرفوں کو ترتیب وار ہندسوں میں لکھو یہ مراتب الف تک جائیں گے اور حاجت پوری ہو جائے گی۔

(شرح) بؔ کے عدد دو ہیں جؔ کے تین اور الف کا ایک، جب ہم حرفوں کو اعداد میں تبدیل کریں گے تو یہ اعداد سامنے آئیں گے؛

(۱۳۱۲) یہی سال پیدائش ہے۔

باز از بؔ، جؔ بہند آرائے شادی می رسد
در عجم فال شہی کو خواست باج از ابتدا

(ترجمہ) پھر بؔ جؔ سے ہندوستان کو سنوارنے والی خوشی پہنچتی ہے۔

عجم میں بادشاہی کی نیک فال یہ ہے کہ انہوں نے ابتدا ہی سے باج (خراج، لگان) طلب کیا ہے۔

(شرح) بآجؔ سے تاریخ پیدائش معلوم ہوئی، باج کا معنی ہے خراج اور لگان جو بادشاہ اپنی رعایا سے وصول کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ نومولود بادشاہ عجم ہیں کہ انہوں نے ابتدا ہی میں باج (خراج) طلب کیا ہے۔

در عرب از شادیش لمعانِ روئے والدین
تثنیہ از لوج بَاجَ البرق زخشد از سما

(ترجمہ) عرب میں ان کی خوشی سے والدین کے چہرے کی چمک دمک ہے۔ دو دفعہ کی چمک (کہا جا سکتا ہے) بجلی آسمان سے چمکی۔

(شرح) عربی زبان میں بَاجَ کا مصدر بَوْجٌ ہے جس کا معنی چمکنا ہے، فرزند نومولود کی پیدائش سے والدین کے چہرے جگمگا اُٹھے، گویا آسمان سے بجلی چمکی۔

در دو حرف آں بحث علم ایں گونہ سال آں سہ زبان
ایں چنیں تاریخ نغزوتر کہ گوید؟ جز رَضَا

(ترجمہ) دو حرفوں میں وہ علمی بحث اور اس طرح سالِ (پیدائش) کا تین زبانوں میں بیان ایسی عمدہ اور شاندار تاریخ رَضَا کے علاوہ کون کہے گا؟

(شرح) تین زبانوں عربی، فارسی اور بصورت ب آج آسال پیدائش کا استخراج کیا، یہ امام احمد رضا بریلوی ہی کا کمالِ فن ہے، ہر شخص کی فکر پرواز اتنی بلند نہیں ہو سکتی۔

جلالُ التاریخ

۱۲ ھ ۱۳

رسد	از	ما	ہزار	ہا تسلیم
بر	براہیم	و	آل	ابراہیم
۷۵۹	۔ ۵۵۳		=	۱۳۱۲ھ

(ترجمہ) ہماری طرف سے ہزاروں سلام پہنچیں ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔

(شرح) یہ انداز ماخوذ ہے درود ابراہیمی سے ”**کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم**“

(نوٹ:) تاریخ ولادت پر مشتمل یہ اشعار امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے فکر کا نتیجہ ہیں، ایک عرصہ ہوا کسی دوست نے مجھے دئے تھے، کئی دفعہ انہیں سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی، چند دن پہلے پھر یہ کاغذ میرے سامنے آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی یا اللہ! ان اشعار کو میرے لئے آسان فرما اور امام احمد رضا بریلوی کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرما، الحمد للہ! اس کے بعد میں ان اشعار کو پڑھتا گیا اور ان کے مطالب مجھ پر منکشف ہوتے گئے، فالحمد للہ

علی ذلک۔

یہ سوچ کر کہ

ع ''حلوہ نہ تنہا بایست خورد''

اسے اشاعت کے لئے بھجوار ہا ہوں تا کہ برادران اہلِ سنت بھی ان سے محظوظ ہوں اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی عبقری شخصیت کا اندازہ لگائیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مطالب ومضامین ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے تھے، جدھر توجہ فرماتے انہیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیتے انہوں نے بجا فرمایا ہے

ع ''جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں''

۸؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

۳۰؍اپریل ۲۰۰۴ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتوب تعزیت:

بر رحلت یادگار اعلیٰ حضرت،

استاذ الفضلاء مولانا تقدس علی خاں

رحمہ اللہ تعالیٰ پیر جو گوٹھ، سندھ

حضرت استاذ العلماء ،فقیہ عصر، یادگار امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا تقدس علی خاں قدس سرہٗ العزیز علم، عمر، فضل وشرف اور دینی خدمات کی بنا پر صفِ اوّل کے علماء میں سے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے چچازاد بھائی مولانا سردار ولی خاں نوری (متوفی ۶ رصفر ۱۸ رفروری ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) کے صاحبزادے، حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور داماد، دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف کے سابق مہتمم جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ سندھ کے شیخ الجامعہ پیر صاحب پگارا اور سینکڑوں علماء کے استاذ تھے۔

حضرت صاحب متبحر عالمِ دین، مخدوم اہلِ سنت اور حضور سیّد دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ آخر عمر میں شوگر کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ جا کر خوب میٹھی چیزیں اور حلوہ وغیرہ کھاتا ہوں اور اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا، نہ کوئی تکلیف ہوتی، فرماتے آبِ زم زم مل جائے تو مجھے افاقہ ہو جائے گا۔ حافظہ اس غضب کا تھا کہ راقم پہلی مرتبہ ملا تعارف ہوا، پھر تقریباً ایک سال بعد ملاقات ہوئی فوراً پہچان لیا۔

باوجودیکہ بیوی، بچے، بھائی اور والد صاحب سب وصال فرما گئے اور آپ تن تنہا رہ گئے تھے، لیکن ہر وقت ہشاش بشاش رہتے، بلکہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے والا بھی غم و آلام کو بھول کر دل شاد اور خوش وقت ہو جاتا تھا، چہرے پر وہ ملاحت

اور دلکشی کہ صرف بچوں کے چہرے پر ہی دیکھی جاسکتی، بلند ہمت اتنے کہ طویل طویل سفر تن تنہا بغیر کسی پریشانی کے کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ سفر میں فرشتے چلا کرتے ہیں، وہ جہاں بیٹھتے وہاں محفل جم جاتی اور وہ جانِ محفل ہوتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے محبت عقیدت کا عالم دیدنی تھا وہ ان کی عظمت اور تبحر اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع کے چشم دید گواہ تھے۔ امام احمد رضا بریلوی نے انہیں شرح جامی کا خطبہ تبرکاً پڑھایا، علماء ان سے تبرکاً شرح جامی کا خطبہ پڑھا کرتے تھے، راقم نے بھی ان سے یہ خطبہ پڑھا تھا۔

راولپنڈی میں ایک ملاقات کے موقع پر فرمایا، ہمارا خیال تھا کہ ''المحجة المؤتمنة'' اعلیٰ حضرت کی آخری تصنیف ہے، لیکن ردِ مرزائیت میں آپ کا رسالہ الجراز الدیانی دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ وہ آخری رسالہ ہے، لیکن افسوس کہ میں مدینہ منورہ سے اپنے ساتھ نہیں لا سکا۔ پھر بریلی شریف تشریف لے گئے اور واپسی پر وہ رسالہ راقم کو دے گئے۔ اور فرمایا کہ صرف یہ رسالہ حاصل کرنے کے لئے مجھے بریلی سے پیلی بھیت جانا پڑا۔ ایسے عظیم اور سراپا شفقت و محبت پھر کہاں ملیں گے۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۱ر ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

۲۴ر اکتوبر ۱۹۸۸ء

امام اہل محبت

امام احمد رضا بریلوی کے حضور

عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی الأزہر میں تعلیم کے دوران مختلف یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کا چرچا ہوتے دیکھا اور خود راقم نے الأزہر یونیورسٹی سے فاضل بریلوی کی عربی شاعری پر پیش کئے گئے مقالے میں ایکسیلنٹ گریڈ حاصل کیا جسے عربی میں ممتاز کہتے ہیں، اور اس موقع پر فرحت وانبساط نے درج ذیل اشعار کا روپ دھار لیا، مقطع میں اسی طرف اشارہ ہے:

اے محمد مصطفیٰ کے عاشقِ صادق غلام — تو کہ ہے عرب وعجم کے اہلِ سنت کا امام

خونِ دل سے لکھ کے نعتِ حضرت عالی جناب — عشق ومستی کے جہاں میں پالیا اپنا مقام

تجھ کو ملکِ شعر کی شاہی خدا نے کی عطا — اہلِ فن کو آج بھی اس میں نہیں ہے کچھ کلام

سرزمینِ مصر پہ ہیں چار سو چرچے ترے — جامعہ سے جامعہ تک کو بہ کو تیرا پیام

تو نے خفتہ بخت امت کو دیا درسِ حیات — جانبِ منزل چلا پھر کاروانِ تیز گام

مجھ سے کیونکر ہو سکے گا تیری عظمت کا بیاں — تجھ پہ میری جاں فدا ہو تجھ کو ازھر کا سلام

"آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے" — باغِ جنت کی ہوا دائم رہے مستِ خرام

تیرے ہی صدقے ملا "ممتاز" کو "ممتاز" آج — کر سکوں جو تیری مدحت یہ نہیں میرا مقام

نتیجۂ فکر: ممتاز احمد سدیدی
حال مقیم: قاہرہ مصر

بتاریخ: ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء

ملت اسلامیہ کے لیے روح پرور اور نشاط انگیز ارمغان
محافلِ میلاد میں بیان کی جانے والی حدیثِ نور اور حدیثِ نفی سایہ اپنی صحیح سندوں کے ساتھ
منظر عام پر جگمگانے لگیں

مُصنَّف عبد الرزاق

کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب

از: جلیل القدر حافظ الحدیث امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی یمنی
امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے شاگرد امام احمد بن حنبل کے استاد،
امام بخاری اور مسلم کے استاذ الاستاذ (رحمہم اللہ تعالیٰ)
(ولادت ۱۲۶ھ......وفات ۲۱۱ھ)

تحقیق و تقدیم

ڈاکٹر عیسیٰ ابن عبد اللہ ابن مانع حِمیَری مدظلہ العالی
سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامیہ، دبئ
پرنسپل امام مالک شریعہ اینڈ لاء کالج

تقریظ

محدث جلیل ڈاکٹر محمود سعید ممدوح مصری شافعی مدظلہ العالی (دبئ)

ترجمہ و تقدیم

شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ، لاہور


یادِ اعلیٰ حضرت
شفاعتِ مصطفیٰ
سدا بہار خوشبوئیں
مزاراتِ اولیا
مصنف عبدالرزاق
مکتبۂ قادریہ ۰ لاہور